إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ - 27

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS
النور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ - 27

نگہت ہاشمی

AL-NOOR PUBLICATIONS
النور

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 27)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدلله رب العلمين والصلاة والسلام على النبي الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری:5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہو گی۔ **وللہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ــــــ دوسروں کو سکھائیں   خود پڑھیں ــــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

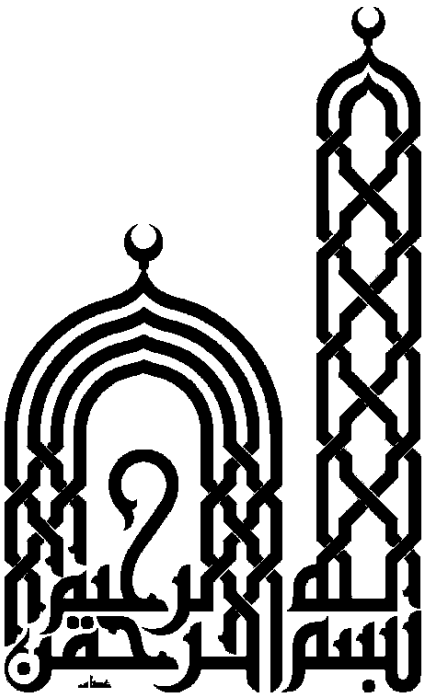

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾

''ابراہیم نے کہا: ''اے (فرشتو)! آپ کا کیا معاملہ ہے؟''(31)

سوال: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی بشارت سننے کے بعد فرشتوں سے کیا دریافت کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ... الْمُرْسَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''ابراہیم نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی بشارت سننے کے بعد فرشتوں سے پوچھا۔

(2) ﴿فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''اے (فرشتو!) آپ کا کیا معاملہ ہے؟'' تمہارا کیا مقصد ہے؟ یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہ جان گئے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو کسی اہم معاملے کے لیے ہی آتے ہیں۔ بیٹے کی بشارت سے خوف تو دور ہو گیا تھا لیکن ابھی حیرت باقی تھی۔

﴿قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''بلاشبہ ہمیں گناہ گار لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے۔''(32)

سوال: فرشتوں نے کیا جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْٓا... مُّجْرِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''بلاشبہ ہمیں گناہ گار لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے'' فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

(2) مجرم قوم سے مراد کافر قوم ہے جو بڑے جرائم کا ارتکاب کرتی تھی اور کھلی بے حیائی میں مبتلا تھی۔ (ایسر التفاسیر: 1524)

(3) مجرم قوم سے مراد قوم لوط ہے۔ ان کے بڑے جرائم میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، رسول کو جھٹلانا اور اس بدکاری کا ارتکاب کرنا تھا جو ان سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کی تھی۔

(4) قوم لوط کی وجہ سے اس بدکاری کو لواطت کہتے ہیں۔

﴿لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ﴾

''تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر پھینکیں''(33)

سوال: فرشتوں نے اپنی آمد کا کیا مقصد بتایا، اس کی وضاحت ﴿لِنُرْسِلَ... طِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ﴾ ''تاکہ ہم ان پر پھینکیں'' فرشتوں نے اپنی آمد کا مقصد واضح کر دیا کہ وہ عذاب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

برسانے کے لیے آئے ہیں۔

(2)﴿حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ﴾ ''مٹی کے پتھر'' یعنی وہ پتھر جو آگ پر پکائے گئے ہوں۔(ایسر التفاسیر:1524)

(3) یعنی ایسے نوکیلے اور چبھ جانے والے کنکر جو ابھی پوری طرح پتھر نہ بنے ہوں اور ان کا کچھ حصہ مٹی سے پتھر بن رہا ہو۔(تفسیر کمالین جلالین:6/299)

﴿مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ﴾

''جو حد سے گزرنے والوں کے لئے آپ کے رب کی جناب سے نشان زدہ ہیں''(34)

سوال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے کنکر کن کے لئے نشان زدہ تھے، اس کی وضاحت ﴿مُّسَوَّمَةً...لِلْمُسْرِفِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ﴾ ''جو آپ کے رب کی جناب سے نشان زدہ ہیں'' یعنی ہر پتھر رب العزت کی جانب سے نامزد تھا۔ ہر پتھر پر اس شخص کا نام لکھا تھا جس کو اس پتھر کا شکار ہونا تھا۔

(2)﴿لِلْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''حد سے گزرنے والوں کے لئے'' پتھر گناہ میں حد سے بڑھنے والوں کے لیے نشان زدہ تھے جنہوں نے تمام حدود پار کر لی تھیں۔(3) یہ پتھر ان لوگوں کے لیے نشان زدہ تھے جو کفر اور نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے تھے۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: للمسرفین سے مراد ہے للمشرکین اور شرک زیادہ بڑا گناہ ہے۔(تفسیر وسیط:4/178)

﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''سو ہم نے اس میں جو ایمان والا تھا اسے نکال لیا''(35)

سوال: ایمان والوں کو کب عذاب والے علاقے سے نکالا گیا، اس کی وضاحت ﴿فَاَخْرَجْنَا...الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''سو ہم نے اس میں جو ایمان والا تھا اسے نکال لیا'' رب العزت نے ایمان والوں کو محفوظ رکھنے کے لئے عذاب آنے سے پہلے اُس علاقے سے نکال لیا۔

(2) یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب عذاب آتا ہے تو وہ ایمان والوں کو بچا لیتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس گھر میں زیادہ افراد بھی ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتا تاکہ وہ جان لیں کہ ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے۔ ایمان والوں کو ضائع نہیں کیا جاتا۔ (تفسیر طبری: 27/3)

﴿فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ﴾

''تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا'' (36)

سوال: مسلمانوں کا تنہا گھر کون سا تھا، اس کی وضاحت ﴿فَمَا ... مِّنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ ''تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا'' مسلمانوں کا تنہا گھر سیدنا لوط علیہ السلام کا گھر تھا۔

(2) سیدنا لوط علیہ السلام کی دونوں بیٹیوں اور ان کے ساتھ جو مومن تھے انہیں بچا لیا گیا۔

(3) ان کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں شامل تھی۔

﴿وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾

''اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لیے نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں'' (37)

سوال 1: ﴿وَتَرَكْنَا ... الْأَلِيمَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً﴾ ''اور ہم نے اس میں نشانی چھوڑ دی'' یعنی ان کی ہلاکت کی علامت سیاہ پانی ہے۔ آج اسے بحر میت کے نام سے آپ جانتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1525)

(2) وہ نشانی یہ تھی کہ جب فرشتوں نے اس پورے خطہ زمین کو اٹھا کر اور بلندی پر لے جا کر پھر اس کو الٹا کر زمین پر دے مارا تو یہ پورا خطہ زمین کے اندر دھنس گیا اور سطح سمندر سے چار سو کلومیٹر نیچے چلا گیا اور اس کے اوپر کالا پانی چڑھ آیا جو ایک سمندر کی شکل اختیار کر گیا۔ پانی کے اس ذخیرہ کو بحر میت یا بحیرہ مردار یا غرقاب لوطی کہا جاتا ہے۔ اس بحیرہ مردار (dead Sea) کا جنوبی علاقہ آج بھی عظیم الشان تباہی کے آثار پیش کر رہا ہے۔ (تیسیر القرآن: 299,298/4)

(3) ﴿لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں'' اس سے وہ عبرت حاصل کرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے اور اس کے رسول سچے ہیں جن کی تصدیق کی گئی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2618/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کی ہلاکت کے آثار زمین پر باقی رہنے دیے، تاکہ بعد میں آنے والی قومیں جو وہاں سے گزریں ان آثار کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ چنانچہ اب ان بستیوں کی جگہ کالا بدبودار پانی بہتا ہے، جسے آج کل ''بحر میت'' کہتے ہیں۔ (تیسیر الرحمن: 1273,1472)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام حجر میں ارشاد فرمایا: ''ان عذاب یافتہ لوگوں کے علاقے میں داخل ہونا پڑے تو صرف روتے ہوئے داخل ہوا کرو، اگر رونا نہ آئے تو ان کے علاقے میں داخل نہ ہونا کہ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔'' (بخاری: 433، مسلم: 7464)

(6) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے غور و فکر کرتے ہیں اور نصیحت کا اثر قبول کرتے ہیں اس لئے آیات اور علامات ان ہی کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قصے سے ہمیں کیا عبرت ملتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تبارک وتعالیٰ کے اپنے بندوں کے سامنے نیک اور بدلوگوں کے واقعات بیان کرنے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ بندے ان سے عبرت حاصل کریں اور تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے احوال نے انہیں کہاں پہنچا دیا۔

(2) اس قصے میں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے قصے کی ابتدا کی جو اس قصے کی اہمیت کی دلیل ہے اور اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا اظہار ہوتا ہے۔

(3) یہ قصہ ضیافت کی مشروعیت پر دلالت کرتا ہے، نیز اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفی ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو حکم دیا ہے کہ وہ ملت ابراہیم کی اتباع کریں اور اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اس قصے کو مدح وثنا کے سیاق میں بیان کیا ہے۔

(4) اس واقعہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ قول وفعل اور اکرام وتکریم کے مختلف طریقوں سے مہمان کی عزت و تکریم کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا یہ وصف بیان فرمایا کہ وہ قابل تکریم تھے، یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کی عزت وتکریم کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے قول وفعل سے کس طرح ان کی مہمان نوازی کی، نیز یہ بھی بیان فرمایا کہ وہ مہمان اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اکرام وتکریم سے بہرہ مند تھے۔

(5) اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا گھر رات کے وقت آنے والے مسافروں اور مہمانوں کا ٹھکانا تھا کیونکہ وہ اجازت طلب کیے بغیر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئے اور سلام میں پہل کرنے میں ادب کا طریقہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعمال کیا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی کامل ترین سلام کے ساتھ ان کو جواب دیا کیونکہ جملہ اسمیہ اثبات اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

(6) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ انسان کے پاس جو کوئی آتا ہے یا اسے ملتا ہے تو اس سے تعارف حاصل کرنا مشروع ہے کیونکہ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔

(7) یہ واقعہ بات چیت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے آداب اور آپ کے لطف وکرم پر دلالت کرتا ہے۔ آپ نے (اپنے مہمانوں سے) فرمایا: ﴿قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾ ''کچھ اجنبی لوگ ہیں'' (الذاریات:25) اور یہ نہیں فرمایا کہ: ﴿اَنْكَرْتُكُمْ﴾ ''میں تمہیں نہیں پہچانتا'' اور دونوں جملوں میں جو فرق ہے وہ مخفی نہیں۔

(8) یہ واقعہ مہمان نوازی میں جلدی کرنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بہترین نیکی وہ ہے جس پر جلدی سے عمل کیا جائے، اس لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کے سامنے ضیافت پیش کرنے میں عجلت کی۔

(9) اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا ذبیحہ (یا کھانا) جو کسی اور کے لیے تیار کیا گیا ہو، اسے مہمان کی خدمت میں پیش کرنے میں، اس کی ذرہ بھر اہانت نہیں بلکہ اس کی عزت وتکریم ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مکرم مہمان تھے۔

(10) اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بکثرت رزق سے نواز رکھا تھا اور یہ رزق ان کے پاس گھر میں ہر وقت تیار اور موجود رہتا تھا، انہیں بازار سے لانے کی ضرورت ہوتی تھی نہ پڑوسیوں سے مانگنے کی۔

(11) اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بنفس نفیس مہمانوں کی خدمت کی، حالانکہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور مہمان نوازوں کے سردار تھے۔

(12) اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کو اسی جگہ ضیافت پیش کی جہاں وہ موجود تھے۔ کسی اور جگہ ضیافت کے لیے انہیں نہیں بلایا کہ آیئے تشریف لایئے، کیونکہ مہمان کو اس کی جگہ کھانا پیش کرنے میں مہمان کے لیے زیادہ آسانی اور بہتر ہے۔

(13) اس واقعہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ مہمان کے ساتھ نرم کلامی اور ملاطفت سے پیش آنا چاہیے، خاص طور پر کھانا پیش کرتے وقت کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نہایت نرمی سے اپنے مہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش کیا تھا اور کہا تھا: ﴿اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''آپ تناول کیوں نہیں کرتے'' (الذاریات:27) اور یہ نہیں کہا تھا: ﴿كُلُوْا﴾ ''کھانا کھالو'' بلکہ آپ نے اس قسم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے الفاظ استعمال فرمائے جن میں درخواست اور التماس کا مفہوم پایا جاتا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾ ''آپ کھانا تناول کیوں نہیں کرتے؟'' (الذاریات: 27:) چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنے والے کو چاہیے کہ وہ بہترین الفاظ استعمال کرے جو مہمان کے لیے مناسب اور لائق حال ہوں، مثلاً: آپ کا مہمانوں سے کہنا: کیا آپ کھانا تناول نہیں کریں گے؟ ہمیں شرف بخشئے اور ہم پر عنایت کیجئے، اور اس قسم کے دیگر الفاظ۔

(14) اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص، کسی بھی سبب کی بنا پر کسی سے خوف زدہ ہو جائے تو خوف زدہ کرنے والے کا فرض ہے کہ وہ اس کے خوف کو زائل کرنے کی کوشش کرے اور اس کے سامنے ایسی باتوں کا ذکر کرے جس سے اس کا خوف دور ہو اور وہ پرسکون ہو جائے۔ جیسا کہ فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا جب وہ ان سے خوف زدہ ہو گئے تھے۔ ﴿لَا تَخَفْ﴾ ''ڈریئے مت!'' (الذاریات: 28:) اور انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو وہ خوش کن خبر سنائی۔

(15) یہ قصہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ کی بے انتہا مسرت و فرحت پر دلالت کرتا ہے حتیٰ کہ انہوں نے خوشی میں چلا کر بے ساختگی سے اپنا چہرہ پیٹ ڈالا۔

(16) اس قصہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی زوجۂ محترمہ کو ایک علم رکھنے والے بیٹے کی بشارت سے نوازا۔ (تفسیر سعدی: 2619,2620/3)

﴿وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

''اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے)۔ جب ہم نے اسے واضح دلیل کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا'' (38)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام معجزات دے کر فرعون کے پاس بھیجے گئے، اس کی وضاحت ﴿وَفِيْ ... مُّبِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَفِيْ مُوْسٰٓى﴾ ''اور موسیٰ میں (بھی ایک نشانی ہے)'' یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جو آیات اور معجزات عطا فرمائے ان میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف رکھنے والوں کے لیے نشانی ہے۔

(2) ﴿اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ﴾ ''جب ہم نے اسے فرعون کے پاس بھیجا'' یعنی ہم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب معجزات کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا تو فرعون نے اس کو جھٹلایا اور کفر کیا پھر ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے غرق کر دیا اور سدوم کی مانند نشانی بنا دیا۔ (ایسر التفاسیر: 1525)

(3) ﴿بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''واضح دلیل کے ساتھ'' نسفی رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد ظاہری دلائل اور معجزات ہیں یعنی عصا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ید بیضاء۔ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: واضح دلیل اور قطعی حجت عطا کی۔(الاساس فی التفسیر:5521/10)

﴿فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾

''تو اس نے اپنے اقتدار کی وجہ سے منہ پھیر لیا اور کہا: ''جادوگر ہے یا دیوانہ ہے''(39)

سوال: فرعون نے کس ردعمل کا اظہار کیا، اس کی وضاحت ﴿فَتَوَلّٰى ... مَجْنُوْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَتَوَلّٰى﴾ ''تو اس نے منہ پھیر لیا'' فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے اعراض کیا۔

(2)﴿بِرُكْنِهٖ﴾ ''اپنے اقتدار کی وجہ سے'' اصل میں لفظ ''رکن'' کے لفظی معنی گوشہ کے ہیں اور اس سے مراد ہر وہ چیز ہوتی ہے جس کا آدمی سہارا لے۔اس موقع پر مفسرین نے اس کے معنی لاؤلشکر بھی کئے ہیں اور قوت اور بل بوتا بھی۔(شوکانی الحواشی:623/1)

(3) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے دشمن نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ روگردانی کی۔اس نے اپنی قوت اور اقتدار کی وجہ سے اعراض کیا۔

(4)﴿وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ ''اور کہا: ''جادوگر ہے یا دیوانہ ہے'' فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تنقید کرتے ہوئے کہا: جادوگر یا دیوانہ یعنی دو میں سے ایک ضرور ہے یا جادو ہے حق نہیں یا نعوذ باللہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی عقل کام نہیں کرتی، وہ مجنون ہے یعنی جو کچھ وہ کہتا ہے اس کی کسی بات کو نہ مانا جائے۔فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو سچا سمجھنے کے باوجود سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر یہ الزامات لگائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ ''اور انہوں نے ان کا ظلم اور تکبر سے انکار کیا حالانکہ ان کے دل اس کا یقین کر چکے تھے۔''(النمل:14)

(5) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جواب دیا: ﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ ''موسیٰ نے کہا: بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ ان کو نازل نہیں فرمایا مگر آسمانوں اور زمین کے پروردگار ہی نے، بصیرت (کا سامان ہیں) اور اے فرعون! واقعی میں سمجھتا ہوں کہ تو یقیناً ہلاک کیا ہوا ہے۔''(بنی اسرائیل:102)

﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو آ پکڑا، پھر ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا''(40)

سوال: اللہ تعالیٰ نے فرعون کو منہ موڑنے کا کیا بدلہ دیا، اس کی وضاحت ﴿فَاَخَذْنٰهُ ... مُلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ﴾''چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو آ پکڑا، پھر ہم نے انہیں سمندر میں پھینک دیا''اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔

(2)﴿وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾''اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا''فرعون قابل ملامت تھا یعنی وہ سرکش اور حد سے تجاوز کرنے والا، اللہ تعالیٰ کے آگے سرکشی کرنے والا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے پکڑ لیا۔

(3)فرعون کے قصے میں ظالموں کی دریا میں غرقابی اور مومنوں کی نجات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی علامت ہے۔

﴿وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ﴾

''اور عاد میں بھی (ایک نشانی ہے)۔جب ان پر ہم نے ایک بے برکت ہوا بھیجی''(41)

سوال:قوم عاد کے بارے میں رب العزت کے بیان﴿وَفِيْ ... الْعَقِيْمَ﴾کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَفِيْ عَادٍ﴾''اور عاد میں''عاد ایک معروف قبیلہ تھا جو یمن میں وادیٔ احقاف میں آباد تھا۔

(2)رب العزت نے واضح فرمایا کہ عاد کے قصے میں بھی نشانی ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف سیدنا ہود علیہ السلام کو بھیجا تو انہوں نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بے خیر ہوا بھیجی۔

(4)﴿اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ﴾''جب ان پر ہم نے ایک بے برکت ہوا بھیجی'' کا لفظی معنی بانجھ ہوا ہے۔یعنی ایسی ہوا جو ہر طرح کی خیر و برکت سے خالی ہو اور اس میں سراسر نقصان ہی نقصان ہو۔(تیسیر القرآن:4/299)

(5)عقیم بانجھ عورت کو کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس ہوا میں کسی چیز کی پیداوار کا اثر اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھا تھا بلکہ وہ خاص عذاب کی ہوا تھی۔جس پر وہ ہوا گزرتی اس کو خاک سیاہ کر دیتی تھی۔زمین کی پیداوار جب سوکھ جاتی ہے تو رمیہ کہتے ہیں۔(احسن التفاسیر:7/25)

(6)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میری مدد باد صبا(یعنی مشرقی ہوا)کے ذریعے سے کی گئی اور قوم عاد باد دبور(یعنی مغربی ہوا)کے ذریعے سے ہلاک کی گئی تھی۔''(بخاری:1035)

(7)قوم عاد پر آنے والی بے خیر ہوا میں ہمارے لئے نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کو ہلاک کرنے اور مومنوں کو نجات دینے کی قدرت رکھتا ہے۔

﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾

''کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی''(42)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: قوم عاد پر آنے والی ہوا کی تاثیر کیا تھی، اس کی وضاحت ﴿مَا تَذَرُ ... كَالرَّمِيمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ﴾ ''کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی'' قوم عاد پر جو ناں مبارک ہوا بھیجی گئی وہ تند و تیز تھی اور سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی تھی۔ اس نے ہر چیز کو ریزہ ریزہ کر کے بوسیدہ کر دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو جو دنیا کی قوموں میں بڑی قوت رکھتی تھی، طاقت رکھنے کے باوجود ہلاک کر دیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ وہ نافرمانی کرنے والوں کو عذاب دینے پر قدرت رکھتا ہے۔

(3) رب العزت نے اس قوم کی ہلاکت کے بارے میں فرمایا: ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ﴾ ''پھر نہ ان پر آسمان رویا اور نہ زمین۔ اور نہ وہ مہلت دیے گئے۔'' (الدخان:29)

﴿وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ﴾

''اور ثمود میں بھی (ایک نشانی ہے)۔ جب ان سے کہا گیا: ایک وقت تک فائدہ اٹھالو'' (43)

سوال: قوم ثمود کے واقعے کی وضاحت ﴿وَفِي ثَمُودَ ... حِينٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَفِي ثَمُودَ﴾ ''اور ثمود میں بھی (ایک نشانی ہے)'' قوم ثمود عاد ثانیہ کے نام سے معروف تھی۔ وہ حجر کے علاقے میں آباد تھے۔ قوم عاد کی تباہی کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی طرف سیدنا صالح علیہ السلام کو بھیجا۔

(2) ﴿إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ﴾ ''جب ان سے کہا گیا: ایک وقت تک فائدہ اٹھالو'' قوم ثمود نے سیدنا صالح علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اونٹنی کو نشانی بنایا اور کہا کہ تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی زمین سے کھائے پھرے اور ایک دن اس کے پانی لینے کا ہوگا اور دوسرا دن تمام لوگوں کے لیے مقرر ہوگا۔ پھر تمام لوگ اس کے تھنوں سے دودھ پئیں گے۔ قوم ثمود کو سیدنا صالح علیہ السلام نے نصیحت کی کہ اونٹنی کو تکلیف نہ دینا ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب آ پکڑے گا۔ انہوں نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ دیے تو سیدنا صالح علیہ السلام نے انہیں کہا: ﴿تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ﴾ ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔'' (ہود:65)

﴿فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ﴾

''سو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی، تو ایک زبردست کڑک نے انہیں جا پکڑا اور وہ دیکھ رہے تھے'' (44)

سوال: قوم ثمود کی سرکشی کا کیا انجام ہوا، اس کی وضاحت ﴿فَعَتَوْا ... يَنْظُرُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ﴾''سو انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی،تو ایک زبردست کڑک نے انہیں جا پکڑا'' قوم ثمود نے رب کی نافرمانی کی اور سرکشی کی تو انہیں صاعقہ نے آن پکڑا۔

(2)صاعقہ آسمان سے گرنے والی بجلی کو کہتے ہیں اور وہ جس چیز پر گرتی ہے اسے جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔قوم ثمود کا قصہ بھی پہلے بہت سے مقامات پر گزر چکا ہے۔ان پر جو عذاب نازل ہوا اس کے لیے کہیں صیحۃ (زبردست چیخ،کڑک،دھماکہ) کا لفظ آیا ہے اور کہیں رجفۃ (زلزلہ) کا۔گویا ان پر زمین سے عذاب آیا تھا اور آسمان سے بھی اور ہر مقام پر کسی ایک پہلو کا ذکر کر دیا گیا ہے۔(تیسیر القرآن:4/300)(3)﴿وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ﴾''اور وہ دیکھ رہے تھے''وہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

﴿فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ﴾

''پھر نہ انہوں نے کسی طرح کھڑے ہونے کی طاقت پائی اور نہ ہی وہ بدلہ لینے والے تھے''(45)

سوال:عذاب آنے پر قوم ثمود کا کیا حال تھا،اس کی وضاحت﴿فَمَا اسْتَطَاعُوْا ... مُنْتَصِرِيْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ﴾''پھر نہ انہوں نے کسی طرح کھڑے ہونے کی طاقت پائی اور نہ ہی وہ بدلہ لینے والے تھے''عذاب آنے پر قوم ثمود کے پاس اٹھنے کی سکت بھی نہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات کے لیے کوششیں کرتے۔

(2)یعنی عذاب سے دہشت کا یہ عالم تھا کہ جو بیٹھا تھا اس کو اٹھ کر کھڑا ہونے کی بھی ہمت نہیں پڑتی تھی۔کہیں جا کر عذاب سے پناہ لینا تو دور کی بات ہے۔انتصار کا لفظ دو معنوں میں آتا ہے،ایک یہ کہ اگر کوئی حملہ کرے تو اس سے اپنا بچاؤ کرنا اور دوسرا یہ کہ جو حملہ کرے اس سے بدلہ لینا۔دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ یہ قوم مضبوط جسم والی،بڑے ڈیل ڈول والی،اپنی طاقت وقوت پر فخر وناز کرنے والی تھی اور ڈینگیں مارنے والی تھی۔پھر جب ان پر ہمارا عذاب نازل ہوا تو یہ بدلہ تو نہ لے سکی۔(تیسیر القرآن:4/300)

(3)اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی بے بسی کا شعور دلایا ہے اور یہ سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ع 2 23 1

''اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو (ہم نے ہلاک کیا) یقیناً وہ بھی نافرمان لوگ تھے''(46)

سوال:قوم نوح کے بارے میں رب العزت کے بیان﴿وَقَوْمَ ... فٰسِقِيْنَ﴾کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ﴾ ''اوران سے پہلے نوح کی قوم کو(ہم نے ہلاک کیا) یقیناوہ بھی نافرمان لوگ تھے''یعنی سیدنا نوح علیہ السلام جواولین رسول تھے ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا اوراللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو رب العزت نے ان کی طرف سیلاب بھیجا جس نے کافروں کا ایک بھی گھر بستا ہوا نہ چھوڑا،سب کوغرق کردیا۔سیدنا نوح علیہ السلام نے جب قوم کے جھٹلانے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ میرے اور میری قوم کے درمیان فیصلہ کردے تو اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم شخص کی پکار پر پوری دنیا ڈبودی۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ (۱۱۷) فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۱۸) فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (۱۱۹) ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ (۱۲۰) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۲۱)﴾''نوح نے کہا:''اے میرے رب!یقینا میری قوم نے مجھے جھٹلادیا۔ چنانچہ میرے اوران کے درمیان فیصلہ کردے،کھلا فیصلہ اور مجھے اور جوایمان والے میرے ساتھ ہیں،انہیں نجات دے۔'' پھرہم نے اس کواوراس کے ساتھیوں کوایک بھری ہوئی کشتی میں نجات دی۔پھراس کے بعدہم نے باقی لوگوں کوغرق کر دیا۔بلاشبہ اس میں ایک نشانی ہےاوران میں سے اکثرلوگ ماننے والےنہیں۔''(الشعراء:117-121)

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾

''اورہم نے آسمان کواپنی قدرت سے بنایااور یقیناہم ہی بلاشبہ وسعت والے ہیں''(47)

سوال:آسمان اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے،اس کی وضاحت﴿وَالسَّمَآءَ ۔۔۔لَمُوْسِعُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ﴾''اورہم نے آسمان کواپنی قدرت سے بنایا''اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرمایا کہ ہم نے آسمان کوعظیم قدرت وقوت کے ساتھ پیدا کیااوراسے زمین اوردوسری مخلوقات کے لیے چھت بنایا۔یہ آسمان اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔

(2)یہاں آسمان سے مرادفضائے بسیط ہے جس میں لاتعداد مجمع النجوم اور کہکشائیں ہیئت دانوں کوورطۂ حیرت میں ڈال کر ان کے علم کو ہرآن چیلنج کررہی ہیں۔مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ ہیئت دان جوں جوں پہلے سے زیادہ طاقت وراور جدید قسم کی دوربینیں ایجادکررہے ہیں توں توں اس بات کا بھی انکشاف ہورہا ہے کہ کائنات میں ہرآن مزیدوسعت پیدا ہورہی ہے،سیاروں کے درمیانی فاصلے بھی بڑھ رہے ہیں اور نئے نئے اجرام بھی مشاہدہ میں آرہے ہیں۔(تیسیرالقرآن:4/301)

(3)﴿وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾''اوریقیناہم ہی بلاشبہ وسعت والے ہیں''اورہم اس کواس کے کناروں اور گوشوں تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وسعت دیتے ہیں، نیز ہم اپنے بندوں کے لیے بھی رزق کو وسیع کرتے ہیں۔ بیابانوں کے چٹیل میدانوں میں، سمندروں کی سرکش موجوں میں اور عالم علوی اور عالم سفلی میں ان کے کناروں تک کوئی جان دار ایسا نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنا رزق بہم نہ پہنچایا ہو جو اس کے لیے کافی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے احسان سے نہ نوازا ہو جو اسے بے نیاز کرتا ہو۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کا جود و کرم تمام مخلوقات کے لیے عام ہے اور نہایت بابرکت ہے وہ ہستی جس کی بے پایاں رحمت تمام جانداروں پر سایہ کناں ہے۔ (تفسیر سعدی: 2623/3)

(4) یعنی ہم نے اسے بغیر ستونوں کے کھڑا کر دیا اور اسے کناروں سے وسیع کر دیا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے یہ شعور دلایا ہے کہ ہم اس کو اس سے زیادہ وسیع کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یہ کیسا یقین ہے جو رب العزت دلا رہے ہیں کہ آپ یہ دیکھو کہ جو رب اتنے وسیع آسمانوں کو وسعت دے سکتا ہے، کیا وہ تمہیں وسعت نہ دے گا؟ تمہارے رزق میں وسعت نہیں دے سکتا؟ تمہاری صلاحیتوں میں، قوتوں میں وسعت نہیں دے سکتا؟ تمہارے وقت میں وسعت نہیں دے سکتا؟ تمہارے کام میں وسعت اور برکت پیدا نہیں کر سکتا؟

﴿وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ﴾

''اور زمین کو ہم نے بچھایا، سو کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں'' (48)

سوال: اللہ تعالیٰ ہی نے زمین کو فرش بنایا، اس کی وضاحت ﴿وَالْاَرْضَ ... الْمٰهِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا﴾ ''اور زمین کو ہم نے بچھایا'' اللہ تعالیٰ نے زمین کو ساری مخلوقات کے لیے فرش بنایا ہے۔ اس نے زمین کو ہر لحاظ سے بہترین طریقے سے ہموار کیا ہے۔

(2) ﴿فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ﴾ ''سو کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں'' زمین کا فرش کتنا عمدہ ہے! اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے زمین کو ہموار کیا یقیناً وہ بہترین بچھانے والا ہے۔

(3) فرش انسان کے لئے آرام کا باعث ہوتا ہے۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تیار اور ہموار کر دیا ہے کہ وہ اپنی سہولتوں کے ساتھ زندگی کا گہوارہ ہے اسی لئے اسے فرش سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(4) زمین کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے زندگی کی کفالت کے لئے تیار کیا ہے اسی لئے اسے فرش سے تشبیہ دی گئی ہے۔

﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور ہر چیز سے ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو'' (49)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: تمام مخلوقات کے جوڑے تخلیق کیے گئے، اس کی وضاحت ﴿وَمِنْ ... تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ﴾ ''اور ہر چیز سے ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حیوانات میں نر اور مادہ کی دو قسمیں پیدا کیں اور ان جوڑوں کی تخلیق کو جانداروں کی بقا کا سبب بنایا۔ اسی وجہ سے انسان ان جانداروں کی افزائش اور ان کی خدمت میں مصروف ہوتا ہے اور ان جانوروں کی وجہ سے اسے نفع حاصل ہوتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو جوڑا جوڑا بنایا مثلاً آسمان اور زمین، دن اور رات، سورج اور چاند، اجالا اور اندھیرا، کفر اور ایمان، خوش نصیبی اور بد نصیبی، موت اور زندگی، جنت اور جہنم وغیرہ۔

(3) زوج کا لفظ عربی زبان میں تین معنوں میں آتا ہے۔ (i) متضاد اشیاء جیسے دن اور رات، دھوپ اور سایہ، روشنی اور تاریکی، سیاہی اور سفیدی، خوشی اور رنج، خوش حالی اور تنگ دستی وغیرہ۔ (ii) ہم مثل اشیاء کے لیے جیسے پاؤں کے دونوں جوتے ایک دوسرے کے زوج ہیں۔ اس طرح ہر دور کے مشرک ایک دوسرے کے زوج ہیں۔ ایک ہی نوعیت کے مجرم ایک دوسرے کے زوج ہیں۔ (iii) نر و مادہ کے لیے مثلاً خاوند بیوی کا زوج ہے، بیوی خاوند کی زوج ہے۔ ہر نر مادہ کا زوج ہے اور ہر مادہ نر کا زوج ہے اور اس آیت میں غالباً اسی قسم کے زوج مراد ہیں۔ (تیسیر القرآن: 4/302)

(4) ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تاکہ تم سبق حاصل کرو'' تاکہ تم جان لو کہ ان سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے جو صرف ایک ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1937) (5) یعنی شاید ان جوڑوں کو دیکھ کر تم غور و فکر کرو۔

(6) تاکہ تم غور و فکر کر کے اس نتیجہ پر پہنچ سکو کہ تمہاری عبادت کا مستحق صرف رب ذوالجلال ہے جس نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے یعنی یا تو انہیں مذکر و مونث بنایا ہے، یا ایک دوسرے کا مخالف بنایا ہے، جیسے آگ پانی کا، موت زندگی کا، ایمان کفر کا اور جنت جہنم کی مخالف ہے۔ (تیسیر الرحمن: 1474)

(7) تزویج کے اصول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا صرف ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ پیدا کرنے والا، پالنے والا، رہنمائی کرنے والا، ہماری نفسیات کو جاننے والا، ہماری مانگوں کو پورا کرنے والا، ہماری دعاؤں کو سننے والا، ہماری بگڑی بنانے والا اور پوری کائنات کا حاکم، بادشاہ ایک ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔

(8) وہ رب اتنی قدرت، طاقت رکھتا ہے کہ اس نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور اس آسمان کو وہ وسعت دے رہا ہے، جس نے زمین کو بچھایا اور زمین کو زندگی کے لیے ہموار کر دیا اور جس نے ہر چیز میں جوڑا جوڑا رکھ دیا وہی قدرتوں والا رب ہے جو ہماری جان کو قبض کرے گا، اس زندگی کے بعد آنے والی زندگی میں ہم سے حساب کتاب لے گا اور ہمیں اپنے انجام تک پہنچائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)وہ کتنا عظیم ہے،اس نے کسی چیز کو بے مقصد پیدا نہیں کیا،اسی نے انسانی زندگی کا مقصد بنایا،اسی نے رسول بھیجے،اسی نے کتابیں بھیجیں،اسی نے ہدایت کا راستہ دکھایا وہی جنت تک پہنچانے والا ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں جس پر ہم بھروسہ کر سکیں۔اس کے سوا کوئی نہیں جو ہماری امیدوں پر پورا اتر سکتا ہو،اس کے سوا کوئی نہیں جو ہماری مانگیں پوری کر سکتا ہو، اس کے سوا کوئی نہیں جس کا ہم سہارا پکڑیں۔ہاں وہ دلوں کے بھید جانتا ہے عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے وہی ہے جو نگاہوں کی چوری تک سے واقف ہے۔نگاہ اٹھے تو اس کو معلوم ہو جاتا ہے۔وہی ہے جو بندے اور اس کے دل کے مابین حائل ہے،وہی ہے جو رگ جاں سے زیادہ قریب ہے،وہی ہے جس کا تعلق انسان کو مٹی سے بہت اوپر اٹھا دیتا ہے،وہی ہے جس کی وجہ سے یہ فانی زندگی اس قابل ہو جاتی ہے کہ اس سے باقی رہنے والی زندگی کا سامان کر سکیں۔

(10)انسان کی پیدائش اور موت کے درمیانی وقفے میں اسے جو مہلت ملی وہ کس نے دی؟نہ وہ اس پیدائش سے پہلے کچھ تھا اور پھر موت کے بعد ایک بار پھر وہ اسی حالت میں چلا جائے گا کتنی تبدیلیاں ہیں جو وہ ہماری زندگی میں لے کر آتا ہے، کل کچھ نہیں تھے،آج ہیں،کل پھر کچھ نہیں رہیں گے پھر دوبارہ پیدا کیے جائیں گے پھر ہمیشہ کی زندگی عطا کی جائے گی پھر ہمیشہ کے لیے جنت یا جہنم کا فیصلہ ہوگا۔ذرا پیچھے پلٹ کر دیکھیں نہ دیکھنے والی آنکھیں تھیں نہ سننے والے کان تھے نہ سوچنے والے ذہن تھے،نہ اس طرح سے زندگی بسر کرنے کی خواہش،نہ رنگوں کی،نہ خوشبوؤں کی،نہ روشنیوں کی کوئی چاہت،نہ امنگ، نہ ترنگ،ہم تھے ہی کیا؟﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ ''کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا؟'' (الدھر:1)

﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''تو اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو،بلاشبہ میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں'' (50)

سوال1:﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آؤ اور اپنے تمام امور میں اسی پر توکل کرو۔

(2)اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی تخلیق پر غور وفکر کی دعوت دی ہے۔غور وفکر کا مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے،اس کی پناہ لے،اسی کا خوف رکھے،اسی کی طرف فرار ہو یعنی ظاہری اور باطنی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ امور،ناپسندیدہ افراد،ناپسندیدہ مقامات،ناپسندیدہ حالات اور ناپسندیدہ معاملات سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگے مثلاً نافرمانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے کاموں سے بھاگ کر اس کی اطاعت کی طرف آنا، جہالت سے بھاگ کر علم کی طرف آنا، غفلت سے فرار ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف آنا، کفر، شرک اور بدعات سے بھاگ کر اللہ تعالیٰ کی طرف آنا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رجوع کرنے کو فرار کا نام دیا ہے کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف فرار اختیار کرتا ہے اس کا خوف دور ہو جاتا ہے اور جو غیر اللہ کی طرف بھاگتا ہے اسے خوف اور ناپسندیدہ امور اور حالات و معاملات سے واسطہ پیش آتا ہے۔

(4) جو اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتا ہے وہ خوشی، امن، خوش نصیبی اور فوز و فلاح پاتا ہے۔ اس لیے رب العزت نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو۔ (5) محمد بن حامد نے کہا: فرار الی اللہ کی حقیقت نبی ﷺ نے بیان فرمائی: ﴿وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ﴾ ''میں نے اپنی پشت کو تیری پناہ میں دے دیا۔'' (مسلم:6882)

(6) نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ﴾ ''اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا ہے، تجھ پر ایمان لایا ہوں، تجھ پر ہی میرا بھروسہ ہے، تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا ہے اور تیرے ہی بل پر (دشمنوں سے) جھگڑتا ہوں۔'' (مسلم:6899)

(7) نبی ﷺ کی دعا ہے: ﴿اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ﴾ ''تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی معبود تیرے سوا نہیں، تیری ایسی ذات ہے جسے موت نہیں اور جن و انس فنا ہو جائیں گے۔'' (بخاری:7383)

(8) ہر شر سے بچنے کے لیے اللہ کے پاس آ جاؤ۔ ہر مصیبت، پریشانی، تکلیف ہر نافرمانی، اور ہر گناہ سے بچنے کے لیے اللہ کے پاس پناہ لے لو۔

(9) ایک انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگ دوڑ تب کر سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے۔ جب انسان یقین کر لے کہ وہ قوت والا، قدرت والا ہے اور اسی کا میری ذات پر اختیار ہے۔ خود پر بھروسہ کرنے کا فائدہ نہیں، خود اعتمادی کی بجائے خدا اعتمادی کا راستہ اختیار کرو، اسی کی طرف بھاگو۔

سوال 2: انسان کے اوپر کون سے بوجھ ہیں جس کی وجہ سے وہ بھاگ دوڑ نہیں کر سکتا؟

جواب: بوجھل انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگ دوڑ نہیں کر سکتا۔ بھاگ دوڑ کے لیے بوجھ اتارنے کی ضرورت ہے۔

(1) انسان کے اوپر گناہوں کے بوجھ ہیں۔ (2) انسان کے اوپر غیر اللہ کی غلامی کا بوجھ ہے۔

(3) انسان کے اوپر خواہشات نفس کا بوجھ ہے۔ (4) انسان کے اوپر شرک اور معصیت کے بوجھ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)انسان کے اوپر جہالت کا بوجھ ہے۔(6)انسان کے اوپر ظلم کا بوجھ ہے۔ایک انسان کے اوپر کبھی ناامیدیوں کا بوجھ ہوتا ہے، کبھی بدگمانیوں کا بوجھ ہوتا ہے، کبھی بداخلاقیوں کا بوجھ ہوتا ہے، کبھی حسد چھوڑتا نہیں۔

سوال3:انسان بوجھوں سے آزاد کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب:انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق کی حقیقت کا علم حاصل کرکے، دنیا کی حقیقت کو سمجھ کر، آخرت کا یقین حاصل کرکے نیت اور ارادے کے ساتھ، رب سے دُعائیں کرکے ایسے لوگوں کے ساتھ جڑ کر جو بوجھوں سے آزاد ہونے کی کوشش کررہے ہیں خود بھی آزاد ہوسکتا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگ دوڑ میں کون کون سی چیزیں رکاوٹ ہیں؟

جواب:(1)سورۃ التوبہ کی آیت24 میں رب العزت نے اس کی وضاحت کی ہے۔''آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

(2)اللہ کی طرف بھاگنے سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی سے بچ کر اس کی طرف بھاگ رہا ہے، تو انسان کے پیچھے کون ہے؟ جب رحمن کی طرف بھاگتا ہے تو پیچھے شیطان ہے، جب ایمان کی طرف بھاگتا ہے تو پیچھے کفر ہے، شرک ہے، فسق ہے، نافرمانیاں ہیں۔جب ایک انسان اللہ کی طرف بھاگنا چاہتا ہے، اللہ کو یاد کرنا چاہتا ہے تو اللہ کی یاد کے مقابلے میں اپنی یادیں اور کچھ اور یادیں ہیں جو اس کی جگہ لینا چاہتی ہیں۔انسان کی زندگی میں ہر دم فیصلے تو ہو رہے ہیں۔اسی طرح جب ایک انسان اللہ کی طرف بھاگ دوڑ کرنا چاہتا ہے اور اللہ کے کام کرنا چاہتا ہے تو عین اس وقت موقع پر اس کے ذاتی کام اس کے سامنے آ جاتے ہیں تو انسان کو بیلنس قائم رکھنا مشکل ہوجاتا ہے۔بیلنس قائم کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ایک انسان کچھ کچھ اللہ کو راضی کرلے اور کچھ کچھ باقی دنیا کو راضی کرلے۔بیلنس قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس طرح بھاگے کہ وہ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا کرلے اور اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر بھاگے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ''(التحریم:6)

(3)جب تک رب کی ذات کے ساتھ ذاتی تعلق انسان کا اچھا نہیں ہوتا اس وقت تک نہ اس کے لیے بھاگ دوڑ کرنا ممکن ہوتا ہے نہ اس کے لیے دوسروں کو ساتھ لے کر چلنا ممکن ہوتا ہے مثال کے طور پر ایک انسان اللہ سے دعائیں کرنے میں بخیل ہے یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک انسان اللہ کو یاد کرنے میں بخیل ہے تو اس بخل کے ساتھ وہ بوجھل ہو جاتا ہے۔ اللہ کے راستے میں بھاگ دوڑ کرنے کے لیے اللہ کی مدد کی بے انتہا ضرورت ہے۔ اللہ کی غلامی کے لیے اللہ کی مدد ضروری ہے۔ جو انسان اللہ تعالیٰ کی غلامی قبول کر لیتا ہے، جو انسان اللہ کے آگے ہر دم بچھا رہتا ہے، اللہ کو اپنا مالک سمجھ کر اسکے ہر حکم کو قبول کرتا ہے اور اس کو پورا کرنے کے لیے اپنی طرف نہیں دیکھتا، اپنے اسباب، وسائل اور ذرائع کی طرف بھی نہیں دیکھتا بلکہ رب کی طرف دیکھتا ہے تو رب مدد کرتا ہے لہٰذا قرب الٰہی کے جو طریقے رب العزت نے خود سکھائے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیے ان کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

سوال 5: ﴿اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾ ''بلاشبہ میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں'' رسول اللہ ﷺ کی زبان سے کہلوایا گیا تاکہ ہر ایک جان لے کہ رسول اللہ ﷺ اُس کے مُحسن ہیں۔ انتہائی خیر خواہی سے بُرے انجام سے بچانا چاہتے ہیں۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، پھر جب اس کے گرد روشنی ہوئی تو کیڑے اور یہ جانور جو آگ میں ہیں، اس میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا، لیکن وہ نہ رکے اور اس میں گرنے لگے۔ یہ مثال ہے میری اور تمہاری، میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر جہنم سے روکنے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم نہیں مانتے، اسی میں گھسے جاتے ہو۔'' (مسلم: 5957)

﴿وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ۔ یقیناً میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں'' (51)

سوال: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تَجْعَلُوْا ... مُّبِیْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ'' اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(2) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف فرار میں شمار ہوتا ہے، بلکہ یہی اس کی طرف حقیقی فرار ہے کہ بندہ غیر اللہ کو معبود بنانے کو، یعنی بتوں، اللہ تعالیٰ کے خود ساختہ ہمسروں اور قبروں وغیرہ کو جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، چھوڑ کر اپنے رب کے لیے اپنی عبادت، اپنے خوف و رجا، دعا اور انابت کو خالص کرے۔ (تفسیر سعدی: 2624/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ ''آپ فرمادیں کہ میں تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، چنانچہ جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو لازم ہے کہ وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی ایک کو شریک نہ کرے۔'' (الکہف:110)

(4) اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کا اختیار اپنی ہستی پر نہیں سمجھنا، اللہ کے سوا مجھے کسی دوسرے کا خوف نہیں کھانا، کسی دوسرے پر اعتماد نہیں کرنا، کسی دوسرے کو بھروسے کے لائق نہیں سمجھنا، کسی دوسرے کو راضی کرنے کی فکر نہیں کرنی۔ جو زندگی میں یہ بات سیکھ جاتا ہے تو جنت کا سودا کر لیتا ہے اور اگر یہ بات نہیں سمجھی تو کسی کے دل میں خواہ کچھ بھی ہو، بھلے سے نمازیں پڑھے، صدقہ وخیرات کرے، اپنی جانب سے نیکی کے کوئی بھی کام کرے کبھی جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔ آگ کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں ایسے فرد کے لیے جو اپنی ذات پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا اختیار سمجھتا ہے۔ انسان کسی کا غلام نہیں فقط اپنے رب کا غلام ہے۔

(5) ﴿اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''یقیناً میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس فریضے پر مامور ہوں کہ تمہیں ہر بات کھول کھول کر سمجھا دوں سو میں نے تمہیں تنبیہ کر دی ہے۔

(6) میں تمہیں کھول کھول کر ڈرا رہا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو ورنہ جنت کی نعمتوں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاؤ گے۔

(7) میں تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں اور تمہیں بُرے انجام سے بچانے کے لئے کوششیں کر رہا ہوں۔

﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾

''اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا: ''یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے'' (52)

سوال: رسول اللہ ﷺ کو جو تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿كَذٰلِكَ ... اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ﴾ ''اسی طرح ان لوگوں کے پاس جو ان سے پہلے تھے، کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا: ''یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ مشرک آپ ﷺ کو جادوگر اور دیوانہ کہہ رہے ہیں یہ تو پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ہوا۔ جھٹلانے والوں نے ہر رسول کو جادوگر اور دیوانہ قرار دیا۔

﴿اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ﴾

''کیا انہوں نے اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کی ہے؟ بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں'' (53)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ﴿اَتَوَاصَوْا ... طَاغُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَتَوَاصَوْا بِهٖ﴾ ''کیا انہوں نے اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کی ہے؟'' یعنی کیا اگلے لوگوں نے بعد میں آنے والوں کو وصیت کی ہے کہ اپنے رسولوں کو جادوگر اور دیوانہ قرار دینا؟ تو ایسا نہیں۔

(2) ﴿بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں'' اصل بات یہ ہے کہ ان کا سرکشی پر اتحاد ہے جو کہ کفر میں حد سے گزر جانا ہے۔ (اضواء البیان: 442/7)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ ''اور جو لوگ علم نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خود ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ اسی طرح ان کی بات کی طرح ان لوگوں نے کہا جو ان سے پہلے تھے، ان سب کے دل ایک جیسے ہو گئے۔ یقیناً ہم نے آیتیں صاف صاف بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں۔'' (البقرہ: 118)

(4) پہلے اور بعد میں آنے والے لوگوں کے دل ایک ہیں اس لیے ان کے معاملات بھی ایک جیسے ہیں۔ اے نبی ﷺ! آپ ان کی پرواہ نہ کریں، انہیں نصیحت کرتے رہیں۔

﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ﴾

''آپ ان سے منہ موڑیں کہ آپ ہرگز ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں'' (54)

سوال: نبی ﷺ کو جھٹلانے والوں کے بارے میں کیا حکم دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿فَتَوَلَّ ... بِمَلُوْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والوں کے بارے میں حکم دیا ہے: ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ﴾ ''آپ ان سے منہ موڑیں'' آپ ﷺ ان کی پرواہ نہ کریں، ان سے منہ موڑ لیں یعنی اپنے معاملات کی طرف توجہ دیں۔

(2) ﴿فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ﴾ ''کہ آپ ہرگز ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں'' یعنی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قابل ملامت نہیں۔ آپ ﷺ کا کام تو پیغام پہنچا دینا ہے۔

(3) نبی ﷺ کو لوگوں کی سرکشی کے مقابلے میں حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ ان سے منہ پھیر لیں، آپ ﷺ پر کچھ ملامت نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب رسول ﷺ پر یہ آیت ﴿فَتَوَلَّ﴾ ''آپ ان سے منہ موڑیں'' بہت گراں گزری۔انہوں نے سمجھا کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''اور نصیحت کریں، یقیناً نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔'' (الذاریات:55)(جامع البیان)

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾

''اور نصیحت کریں، یقیناً نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے'' (55)

سوال: نصیحت مومنوں کے دلوں کو فائدہ دیتی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَذَكِّرْ ... الْمُؤْمِنِينَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَذَكِّرْ﴾ ''اور نصیحت کریں'' نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قرآن مجید سے نصیحت کرو۔ (الاساس فی التفسیر:5523/10)

(2)﴿فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ''یقیناً نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے'' یعنی آپ ﷺ کا کام نصیحت کرنا ہے اور نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔جس میں نصیحت قبول کرنے کی استطاعت نہ ہو اس کو نصیحت فائدہ نہیں دیتی۔ایسے لوگوں کے پاس اگر ساری نشانیاں بھی آجائیں تو بھی وہ ایمان نہیں لاتے۔

(3)نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ ان کے عمل میں اضافہ کرتی ہے۔ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ مومنوں کے دلوں کو فائدہ دیتی ہے۔ (الاساس فی التفسیر:5523/10)

(4)تذکیر کی دو اقسام ہیں: (i)ایسے امور کے ذریعے سے تذکیر جن کی تفصیل کی معرفت حاصل نہیں، البتہ وہ فطرت اور عقل کے ذریعے سے مجمل طور پر معروف ہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عقل میں خیر سے محبت اور خیر کو ترجیح دینا، شر کو ناپسند کرنا اور اس سے دور بھاگنا ودیعت کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت اس کے موافق ہے۔پس شریعت کا ہر امر و نہی، تذکیر ہے۔تذکیر کامل یہ ہے کہ مامورات شریعت میں جو بھلائی، حسن اور انسانی مصالح پوشیدہ ہیں ان کا ذکر کیا جائے اور منہیات میں جو نقصانات پنہاں ہیں ان کا ذکر کیا جائے۔

(ii) تذکیر کی دوسری قسم ان امور کے ذریعے سے تذکیر ہے جو اہل ایمان کو معلوم ہیں مگر غفلت اور مدہوشی نے انھیں ڈھانپ رکھا ہے، ان کو ان امور کی یاددہانی کرائی جاتی ہے، ان کے سامنے ان باتوں کو مکرر بیان کیا جاتا ہے تاکہ یہ باتیں ان کے ذہن میں راسخ ہو جائیں، ان کو تنبیہ ہوتی رہے اور جن باتوں کی انھیں یاددہانی ہوئی ہے ان پر عمل پیرا ہوں، نیز یہ کہ ان میں نشاط

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ہمت پیدا ہو جوان کے لیے فائدے اور بلندی کی موجب ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ نصیحت اور تذکیر مومنوں کو فائدہ دیتی ہے کیونکہ ان کے پاس جو سرمایہ ایمان، خشیت الٰہی، انابت الی اللہ اور اتباع رسول ہے، یہ تمام اوصاف اس بات کے موجب ہیں کہ تذکیر ان کو فائدہ دے اور نصیحت ان کے دل میں اتر جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (٩) سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى (١٠) وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى (١١)﴾ ”چنانچہ آپ نصیحت کرو بلاشبہ نصیحت فائدہ دیتی ہے۔وہ شخص جلد ہی نصیحت قبول کرے گا جو ڈرتا ہے۔اور بدبخت اس سے گریز کرے گا“ (الاعلیٰ:9-11) جس میں ایمان کی رمق ہے نہ نصیحت قبول کرنے کی استعداد، اس کو تذکیر اور نصیحت کوئی فائدہ نہیں دیتی، وہ اس شورزدہ زمین کے مانند ہے جس کو بارش سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اس قسم کے لوگوں کے پاس اگر تمام نشانیاں بھی آجائیں تو وہ پھر بھی اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ وہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔(تفسیر سعدی:2625/3، 2626)

(5) ایمان عین اپنی فطرت کے نتیجے میں انسان کو بہت حساس بنا دیتا ہے۔وہ ہر معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔لوگوں کی برائیوں کی تہہ میں جانا اس کا کام نہیں ہے لیکن معاملات کی تہہ میں جانا اس کا کام ہے۔تو اپنی صلاحیتوں کو مثبت رخ میں لگائیں کہ اگر کوئی باریک بین ہے، چن سکتا ہے، دیکھ سکتا ہے تو معاملات کی تہہ تک پہنچے۔اس کا مزاج یہ بن جاتا ہے کہ وہ سطحی پہلو سے گزر کر گہرائیوں میں اترتا ہے اور جن چیزوں کو سطحی طور پر دیکھ کر لوگ سطح کے ساتھ ہی رخصت ہو جاتے ہیں ان میں وہ حکمت کے خزانے دریافت کر لیتا ہے (الحمدللہ) اور بصارت سے گزر کر بصیرت کی نعمت کو پا لیتا ہے۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں“ (56)

سوال 1: جنوں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... لِيَعْبُدُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اپنی کسی ضرورت کے لیے پیدا نہیں کیا۔ان کی زندگی کا مقصد عبادت ہے۔اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث کیا۔

(2) رسول ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف ہی دعوت دیتے رہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر ایک بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں، جیسے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

چار پاؤں والا جانور ہمیشہ سالم جانور جنتا ہے، کیا تمہیں ان میں کوئی کان کٹا ہوا جانور ملتا ہے؟" (مسلم:2658)

(3) عبادت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی معرفت، محبت اور انابت سے ہے۔

(4) عبادت میں کمال اسی کو نصیب ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے۔

(5) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت کی تعریف یوں کرتے ہیں: عبادت ان تمام کاموں کے لیے جامع اسم ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے۔ خواہ وہ اقوال ہوں یا ظاہری یا باطنی اعمال ہوں۔ (رسالۃ العبودیۃ:149/10)

(6) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرا دل غنا سے بھر دوں گا اور تیرا افلاس مٹا دوں گا اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرا دل پریشانیوں سے بھر دوں گا اور تیری ضرورت رفع نہ کروں گا۔ (ترمذی:2466، ابن ماجہ:4107)

(7) اللہ تعالیٰ کی بندگی سے مراد شعوری اقرار ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ میرا خالق اور مالک ہے اور میں اُس کے حکم کا پابند ہوں۔ اس سے مراد دل، جسم اور زندگی کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دینا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کی بڑائی کو اپنے دل سے نکال دینا، ایک اللہ تعالیٰ کی خاطر جینا اور اُسی کی خاطر مرنے کے لئے کوششیں کرنا بندگی ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے جو طریقے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے اُن کی پیروی کر کے ہی اللہ تعالیٰ کی بندگی کی جا سکتی ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے سے انسان کے شعور میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: انسان اپنے ہر کام میں نیت اور ارادے کو دیکھتا ہے لیکن نتائج سے بے پرواہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا کام بندگی ہے اور انجام تک پہنچانا رب کا کام ہے۔ نتائج سے بے پرواہ ہونا انسان کے لیے انتہائی مشکل ہے لیکن جو انسان ہر کام میں رب کی رضا کو دیکھتا ہے اس کے لیے نتائج سے بے پرواہ ہو کر کام کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾

"نہیں میں ارادہ رکھتا ان سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں" (57)

سوال: اللہ تعالیٰ نے عبادت کے مطالبے کے بعد انسانوں کی کس غلط فہمی کو دور فرمایا ہے، اس کی وضاحت ﴿مَآ اُرِيْدُ ... يُّطْعِمُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) دنیا میں جتنے معبود پوجے جاتے ہیں اُن کی پوجا کا مقصد ہی رزق کا حصول ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ یہ مجھے کما کر کھلائیں۔ عبادت سے فائدہ اُن کو ہی ہوگا، اُن کی اپنی آخرت سنورے گی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رب کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(2)﴿مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾ ''نہیں میں ارادہ رکھتا ان سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں'' یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کا محتاج نہیں۔ وہ بے نیاز ہے۔ بندے اپنی ضروریات کے لیے اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور اسی کے در کے فقیر ہیں۔

(3) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر ابن آدم اپنے رزق سے اس طرح بھاگے جیسے موت سے بھاگتا ہے تو اس کا رزق اسے اسی طرح پالے گا جیسے موت اسے پالیتی ہے۔'' (صحیح الجامع:5240)

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے'' (58)

سوال: اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے کن صفات کا شعور دلایا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ... الْمَتِيْنُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت الرزاق کا شعور دلایا ہے۔ الرزاق وہ ہے جو اپنے رزق میں کامل ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ ''اور وہی بہترین رزق دینے والا ہے۔'' (سبا:39) (2) وہ ایسے خزانوں سے رزق دیتا ہے جو ختم نہیں ہوتے۔

(3) اللہ تعالیٰ کا رزق کثیر ہے اور یہ رزق پانے والوں کے اعتبار سے ہے۔ وہ کثیر بھی ہیں اور مختلف ضروریات رکھتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی۔ سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ہود:6)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ ہی انہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (العنکبوت:60)

(5) اللہ تعالیٰ رازق ہے۔ ہر ایک چیز کے خزانے اُس کے پاس ہیں، وہ دیتا ہے لیتا نہیں۔ سب اُس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ لہٰذا ہر ایک اپنی احتیاج کے لئے اُسی کو پکارے، اُسی سے مدد مانگے، اُسی سے اُمیدیں باندھے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُسی کے آگے جھک جائے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ذوالقوۃ اور المتین کا شعور دلایا ہے: ﴿ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ ''طاقت والا، نہایت مضبوط ہے'' وہ تمام قوت اور قدرت کا مالک ہے۔ جس نے اس قدرت کے ذریعے سے عالم علوی اور عالم سفلی کے بڑے بڑے اجسام کو وجود بخشا، اس قدرت کے ذریعے سے وہ ظاہر و باطن میں تصرف کرتا ہے اور اس کی مشیت تمام مخلوق پر نافذ ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، کوئی بھاگنے والا اسے بے بس کر سکتا ہے نہ کوئی اس کے تسلط سے باہر نکل سکتا ہے۔ یہ اس کی قوت کا کرشمہ ہے کہ اس نے تمام کائنات کو رزق بہم پہنچایا۔ یہ اس کی قدرت وقوت ہے کہ وہ مردوں کو دوبارہ زندگی بخشے گا جب کہ بوسیدگی نے ان کو ریزہ ریزہ کر دیا ہوگا، ہوائیں ان (کے ذرات) کو اڑا کر بکھیر چکی ہوں گی، پرندے اور درندے انھیں نگل چکے ہوں گے اور وہ چٹیل بیابانوں اور سمندر میں بکھر چکے ہوں گے۔ ان میں کوئی ایک بھی اس سے بچ نہیں سکے گا۔ ان کے اجساد کو جو زمین کم کر رہی ہے، وہ اسے خوب جانتا ہے، پاک ہے وہ ذات جو قوت والی اور طاقت ور ہے۔ (تفسیر سعدی: 2627,2626/3)

(7) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ذوالقوۃ کا شعور دلا کر عبادت کا مطالبہ کیا ہے۔ قوت والا اختیار رکھتا ہے اور بااختیار کی طرف لوگ رجوع کرتے ہیں۔ کمزور سے لوگ مدد نہیں مانگتے، طاقت ور سے طلب کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت کا شعور دلا کر مطالبہ کیا ہے کہ وہی عبادت کے لائق ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت المتین کا شعور دلا کر عبادت کا مطالبہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ زور آور ہے، اس کا زور دوسروں پر چلتا ہے اور اس پر کسی کا زور نہیں چلتا۔ مدد کے لئے اُسی کو پکارا جا سکتا ہے، جھکا اُسی کے آگے جا سکتا ہے جو خود زور رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے زور آور ہونے سے اپنی عبادت کا مطالبہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہی عبادت کے لائق ہے۔

﴿فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِّثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ﴾

''چنانچہ یقیناً ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا بلاشبہ ان کے دوستوں کے حصے جیسا حصہ ہے چنانچہ وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں'' (59)

سوال: ہر جھٹلانے والے کے لیے عذاب ہے لہٰذا اس کو جلدی نہ طلب کیا جائے، اس کی وضاحت ﴿فَإِنَّ ... يَسْتَعْجِلُونِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا﴾ ''چنانچہ یقیناً ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا'' جن لوگوں نے نبی ﷺ کو جھٹلا کر ظلم کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿ذَنُوْبًا﴾ ''حصہ ہے''عذاب کا حصہ ہےیعنی اس عذاب کے لیے جلدی نہ مچائیں۔ان کے حصے کا عذاب انہیں مل کر رہے گا۔

(3)﴿مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ﴾ ''ان کے دوستوں کے حصے جیسا''یعنی پہلی قوموں کو جو عذاب ملا جیسے قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ۔

(4)﴿فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ﴾ ''چنانچہ وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں''یعنی عذاب کے لیے جلدی نہ مچائیں، ہر جھٹلانے والے کے لیے عذاب ہے جو توبہ نہیں کرتا اور اپنے کفر، شرک اور تکذیب پر اصرار کرتا ہے۔ایسے تمام لوگوں پر عذاب ضرور واقع ہوگا۔عذاب تو چار و ناچار انہیں ملنے ہی والا ہے۔

ع 3 14 2

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾

''پھر بلاشبہ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا تباہی ہے، ان کے اس دن سے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں''(60)

سوال: کافروں کا انجام ہلاکت ہے، اس کی وضاحت ﴿فَوَيْلٌ ... يُوْعَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''پھر بلاشبہ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا تباہی ہے''یعنی قیامت کے دن کافروں کے لیے بڑی ہلاکت ہے، بربادی ہے، تباہی ہے۔

(2) ویل جہنم کی وادی ہے جہاں اہل دوزخ کا پسینہ، کچ لہو اور زخموں کا دھوون بہتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔
(ایسر التفاسیر:1530)

(3)﴿مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾ ''ان کے اس دن سے جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' وہ دن جس کا وعدہ دیا گیا قیامت کا دن ہے۔یہ وہ دن ہے جس کے عذابوں کی وعیدیں سنائی گئیں اور جس دن کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا نہیں ہوگا۔

اٰيَاتُهَا 49	52 - سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ - 76	رُكُوْعَاتُهَا 2

سوال 1: سورہ الطور کب اور کہاں نازل ہوئی؟

جواب: سورہ الطور مکہ میں اور سورہ السجدہ کے بعد نازل ہوئی۔

سوال 2: اس سورت میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورت میں دو رکوع اور 49 آیات ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 3: نزولی ترتیب اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ 76 ویں نمبر پر ہے اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے 52 ویں سورت ہے۔

سوال 4: اس سورت کا نام الطور کیوں ہے؟

جواب: سورہ الطور کا آغاز اللہ تعالیٰ کی جبل طور کی قسم سے ہوا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ یہ اس پہاڑ کا عظیم شرف ہے۔ (تفسیر منیر: 55/14)

سوال 5: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیماری کی شکایت کی۔ فرمایا: ''لوگوں کے پیچھے پیچھے سوار ہو کر طواف کر لو۔'' چنانچہ میں نے طواف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی ایک طرف نماز پڑھ رہے تھے اور سورہ الطور کی تلاوت کر رہے تھے۔ (بخاری)

(2) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب میں سورہ الطور پڑھتے ہوئے سنا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سے زیادہ پیاری کسی کی آواز یا قرأت نہیں سنی۔ (بخاری و مسلم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿وَالطُّوْرِ﴾

''قسم ہے طور کی!'' (1)

سوال: ﴿وَالطُّوْرِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالطُّوْرِ﴾ ''قسم ہے طور کی!'' طور کے معنی عبرانی زبان میں پہاڑ کے ہیں جس پر درخت اگتے ہوں۔ (قرطبی)

(2) طور وہ پہاڑ ہے جہاں اللہ تعالیٰ سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ہم کلام ہوا اور اس نے ان کی طرف وحی بھیجی اور ان پر احکام شریعت نازل فرمائے۔ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی امت پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیاں اور اس کی نعمتیں ہیں، بندے جن کو شمار کر سکتے ہیں نہ ان کی قیمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2628/3)

(3) اللہ رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا پر کوہ طور کی قسم اٹھائی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ﴾

''اور لکھی ہوئی ایک کتاب کی!''(2)

سوال: ﴿وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ لکھی ہوئی کتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)﴿وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ﴾ ''اور لکھی ہوئی ایک کتاب کی!'' لکھی ہوئی کتاب سے مراد لوح محفوظ اور ساری الہامی کتابیں ہیں۔

(2) لکھی ہوئی کتاب سے مراد قرآن کریم ہے جو سب سے فضیلت والی کتاب ہے اور جو پہلے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کی خبر دیتا ہے۔

﴿فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ﴾

''ایسے کاغذ میں جو کھلا ہوا ہے''(3)

سوال: ﴿فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِيْ رَقٍّ﴾ ''ایسے کاغذ میں'' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: رق سے مراد صحیفہ ہے۔(جامع البیان:18/27)

(2) نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یا جلد جس پر لکھا جاتا ہے۔

(3)﴿مَّنْشُوْرٍ﴾ ''جو کھلا ہوا ہے'' اس سے مراد کھلی ہوئی ہے کہ جس پر کوئی مہر نہیں یا واضح جس میں کچھ بھی چھپا نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کچھ باطل نہیں کہ اس میں سے باطل ظاہر نہ ہو جائے یہاں تک کہ اسے چھپا لیا جائے اور اسے ظاہر نہ کیا جائے۔(الاساس فی التفسیر:5541/10)

﴿وَّ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ﴾

''اور آباد گھر کی!''(4)

سوال: ﴿وَّ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ﴾ بیت المعمور سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)﴿وَّ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ﴾ ''اور آباد گھر کی!'' ''بیت المعمور'' سے مراد بیت اللہ ہے جو ہر وقت طواف کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں، ذکر کرنے والوں اور حج وعمرہ کے لیے آنے والوں سے آباد رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں قسم کھائی ہے: ﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ﴾ ''اور اس پر امن شہر کی قسم!''(التین:3) بیت المعمور وہ گھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو روئے زمین کے تمام گھروں سے افضل ہے، لوگ حج اور عمرہ کے لیے اس کا قصد کرتے ہیں، جو اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن اور اس کی ان عظیم بنیادوں میں سے ہے جن کے بغیر اسلام مکمل نہیں ہوتا، یہ وہ گھر ہے جس کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا، جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے جمع ہونے اور امن کی جگہ مقرر فرمایا، یہ اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قسم کھائے اور اس کی عظمت کو بیان فرمائے جو اس گھر کے اور اس کی حرمت کے لائق ہے۔ (تفسیر سعدی: 2628/3)

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''پھر سیدنا جبریل علیہ السلام ہمارے ساتھ ساتویں آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ فرشتوں نے پوچھا، کون ہے؟ جواب دیا: جبریل۔ پوچھا، تمھارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتوں نے کہا، کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ انھوں نے کہا، ہاں! انھیں بلایا گیا ہے۔ پھر (جب) ہمارے لیے دروازہ کھلا تو میں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، وہ بیت المعمور سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ بیت المعمور وہ مکان ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں (جب وہ اس میں سے نکل آتے ہیں تو) پھر دوبارہ اس میں داخل نہیں ہوتے۔'' (مسلم: 411)

﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾

''اور اونچی اٹھائی ہوئی چھت کی!'' (5)

سوال: ﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾ اونچی اٹھائی ہوئی چھت سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ﴾ ''اور اونچی اٹھائی ہوئی چھت کی!'' اونچی اٹھائی ہوئی چھت سے مراد آسمان ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔'' (الانبیاء: 32)

(2) آسمان کو رب العزت نے زمین کے رہنے والوں کے لیے چھت اور زمین کی آبادی کے لئے بنیاد بنایا۔ زمین کی کتنی ہی سرگرمیاں آسمان سے متعلق ہیں۔ آسمان سے بارش برستی ہے۔ آسمان کے سورج سے روشنی اور حرارت آتی ہے۔

﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾

''اور لبالب بھرے ہوئے سمندر کی!'' (6)

سوال: ﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾ لبالب بھرے ہوئے سمندر سے کیا مراد ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ﴾''اورلبالب بھرے ہوئے سمندر کی''لبالب بھرے ہوئے سمندر سے مراد پانی سے لبریز سمندر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے زمین پر پھیل جانے کی اجازت نہیں دی تا کہ مخلوقات زندہ رہ سکیں۔

(2) مسجور سے مراد بھڑکتے ہوئے سمندر بھی ہیں جیسے قرآن حکیم میں ہے:﴿وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ﴾''اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔''(التکویر:6)

(3) یعنی وہ سمندر جس میں قیامت کے دن آگ بھڑکائی جائے گی اور اس میں شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾

''بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے''(7)

سوال:﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾رب کے عذاب کے یقینی طور پر واقع ہونے پر اللہ تعالیٰ نے کیا دلائل دیئے ہیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے طور، آسمان، بیت معمور، بحر مسجور اور کتاب کی جو قسمیں کھائی ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حیات بعد الموت کے دلائل ہیں۔اسی لیے فرمایا:﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾''بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب لازماً واقع ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی بات اور اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

﴿مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾

''اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے''(8)

سوال:﴿مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾''اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے''یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹانے والا کوئی نہ ہوگا۔ کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ سے بھاگ سکے یا اس کی قدرت کا مقابلہ کر سکے۔

(2) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک روز سورہ الطور پڑھی۔ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا رب کعبہ کی قسم سچی ہے۔سواری سے اترے اور ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے رہے جب اس آیت پر پہنچے تو ایک سرد آہ بھری جس کے بعد بیس روز تک بیمار رہے،لوگ عیادت کو آتے مگر یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ بیماری کیا ہے۔(ابن کثیر)

(3) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مدینہ طیبہ اس لئے آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بدر کے قیدیوں کے متعلق گفتگو کروں، میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز میں سورہ الطور پڑھ رہے تھے اور آواز مسجد سے باہر تک پہنچ رہی تھی، جب یہ آیت پڑھی ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ﴾ اچانک میری یہ حالت ہوئی کہ گویا میرا دل خوف سے پھٹ جائے گا، میں نے فوراً اسلام قبول کیا۔ مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں اس جگہ سے ہٹ نہیں سکوں گا کہ مجھ پر عذاب آجائے گا۔ (قرطبی)

﴿يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا﴾

''جس دن آسمان لرزے گا، سخت لرزنا'' (9)

سوال: قیامت کے دن آسمان کانپے گا، اس کی وضاحت ﴿يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا﴾ ''جس دن آسمان لرزے گا، سخت لرزنا'' قیامت کا روز مراد ہے۔ اس کا تھر تھر کانپنا معنی متبادر کے اعتبار سے ہے یا اس کا پھٹنا مراد ہے جیسا کہ ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ میں فرمایا گیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان دونوں تفسیروں میں کوئی تعارض نہیں ہے بطور تعاقب دونوں کا تحقق ہو سکتا ہے۔ (تفسیر کمالین شرح تفسیر جلالین: 6/810) (2) یعنی جس دن آسمان زور زور سے کانپے اور گھومے گا اور مسلسل حرکت میں رہے گا حتیٰ کہ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا یا گھومے گا۔

﴿وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا﴾

''اور پہاڑ چلیں گے، بہت چلنا'' (10)

سوال: قیامت کے دن پہاڑوں کی کیا صورت ہو جائے گی، اس کی وضاحت ﴿وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا﴾ ''اور پہاڑ چلیں گے، بہت چلنا'' یعنی پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے یعنی بکھری ہوئی ریت اور اڑتے ذروں کی طرح ہو جائیں گے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔'' (الکہف: 47) (3) پہاڑ بادلوں کی طرح چلنے لگیں گے اور دھنکی ہوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اون کی طرح غبار بن جائیں گے۔(4) پہاڑوں کی یہ حالت قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے ہوگی۔ استغفر اللہ۔

﴿فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾

''چنانچہ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے''(11)

سوال: قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی خرابی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَوَيْلٌ ... لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾ ''چنانچہ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے'' قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی و بربادی ہے۔(2) الویل ہر قسم کی عقوبت، حزن وغم، عذاب اور خوف کے لیے ایک جامع کلمہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان جھٹلانے والوں کا وصف بیان فرمایا جو اس ویل کے مستحق ہیں۔(تفسیر سعدی:3/2629)

﴿الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ﴾

''جو فضول بحث میں اچھل کود رہے ہیں''(12)

سوال: ﴿الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ﴾ ''جو فضول بحث میں اچھل کود رہے ہیں'' یعنی جو لوگ اپنے کفر میں مشغول ہیں اور باطل میں کھیل رہے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1530)

(2) یعنی وہ باطل میں گھس کر اس سے کھیل رہے ہیں، پس ان کے تمام علوم اور ان کی تمام ضرر رساں علمی تحقیقات تکذیب حق اور تصدیق باطل کو متضمن ہیں، ان کے تمام اعمال، جہلاء، سفہاء اور لہو ولعب میں مشغول لوگوں کے اعمال ہیں، بخلاف ان اعمال کے جن پر اہل تصدیق اور اہل ایمان کاربند ہیں، یعنی علوم نافعہ اور اعمال صالحہ۔(تفسیر سعدی:3/2629,2630)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ﴾ ''چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دو، وہ فضول بحث کریں اور کھیلتے رہیں یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے جا ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔''(الزخرف:83)

﴿يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا﴾

''جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا''(13)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: قیامت کے دن مجرموں کو ان کے انجام تک کیسے پہنچایا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿يَوْمَ ... دَعًّا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا﴾ ''جس دن انہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا'' یعنی جس دن انہیں دھکے دے کر جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ انہیں چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا اور نہایت سختی سے آگ کی طرف ہانکا جائے گا۔ (2) ''دع'' بمعنی دھکے مار کر نکال دینا۔ سختی سے رفع کرنا۔ (فقہ اللغۃ)

(3) یعنی کافر جہنم کی طرف جانے کو تیار نہ ہوں گے تو انہیں دھکے مار کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ (تیسیر القرآن: 307/7)

﴿هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾

''یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے'' (14)

سوال: ﴿هٰذِهِ ... تُكَذِّبُوْنَ﴾ قیامت کے دن مجرموں کو جہنم کے سامنے لے جا کر کیا کہا جائے گا؟

جواب: ﴿هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے'' قیامت کے دن اہل جہنم کو ملامت کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی تمہیں اس آگ سے ڈراتے تھے۔ یہ وہ جہنم ہے جس کو تم نہیں مانتے تھے۔ یہ وہ آگ ہے جس کا عذاب دائمی ہے۔

﴿اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ﴾

''تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟'' (15)

سوال: قیامت کے دن مجرموں کو حسرت میں مبتلا کرنے کے لیے کیا کہا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿اَفَسِحْرٌ ... تُبْصِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مجرموں سے کہا جائے گا: ﴿اَفَسِحْرٌ هٰذَآ﴾ ''تو کیا یہ جادو ہے'' یعنی یہ عذاب جس کو تم دیکھتے ہو جس کے بارے میں تمہیں قرآن میں بتایا گیا، یہ بتاؤ کیا یہ جادو ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں؟

(2) ﴿اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''یا تم دیکھتے ہی نہیں؟'' یعنی اب تم نے آگ کو دیکھ لیا ہے یہ بتاؤ کیا دنیا میں اس کا علم نہیں رکھتے تھے یا تمہارے اندر کوئی بصیرت نہیں تھی؟ کیا انبیاء نے تمہیں اس کے بارے میں علم نہیں دیا؟ کیا دلائل سے اس کا حق ہونا ثابت نہیں کیا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) یہ بات انہیں ڈانٹنے اور حسرت میں مبتلا کرنے کے لیے کہی جائے گی ورنہ آنکھوں سے تو وہ دیکھ رہے ہوں گے اور حقیقت کو پہچان رہے ہوں گے۔

(4) اس سے یہ احساس دلایا گیا ہے کہ دنیا میں تو تمہیں حق نظر نہیں آتا تھا کیا اب عذاب دیکھنے سے بھی اندھے ہو گئے ہو؟ تم اس آگ کو اُسی طرح نہیں دیکھ رہے ہو جیسے تم قرآن کو نہیں دیکھتے تھے۔ کیا یہ آگ بھی محض جادو ہے جیسے تم قرآن کو جادو کہا کرتے تھے؟

﴿اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اس جہنم میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے۔ تمہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے'' (16)

سوال: جہنم میں داخل ہوتے وقت اہل جہنم سے کیا کہا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿اِصْلَوْهَا ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِصْلَوْهَا﴾ ''اس جہنم میں داخل ہو جاؤ'' یعنی جہنم میں داخل ہو جاؤ تا کہ اس کی آگ تمہیں گھیرے میں لے حتیٰ کہ دلوں تک پہنچ جائے اور تم اس میں جھلستے رہو۔

(2) ﴿فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ﴾ ''پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے'' اب جہنم میں تمہیں صبر فائدہ نہیں دے گا، نہ تم اس آگ سے نجات پا سکو گے، نہ تمہارے عذاب میں کمی کی جائے گی۔

(3) صبر کرو یا نہ کرو عذاب کی شدت برقرار رہے گی اور مشقت کم نہیں ہو گی۔

(4) جہنمیوں کو احساس دلایا جائے گا: (i) دنیا میں جیسے تمہارے لیے نصیحت کرنا یا نہ کرنا برابر تھا، ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر تھا ایسے ہی آج صبر کرو گے تو وہی آگ ہے اور نہ کرو گے تو وہی آگ ہے یعنی برابر ہے۔ (ii) انہیں احساس دلایا جائے گا کہ چیخو یا چپ رہو جہنم میں رہنا مقدر ہے۔ (iii) دنیا میں تو صبر کرنے پر ثواب ہے، آخرت میں کوئی جزا نہیں ہو گی حتیٰ کہ صبر کی وجہ سے انسان کے عذاب میں بھی کوئی تخفیف نہیں ہو گی۔

(5) ﴿اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''تمہیں ان ہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے'' یعنی آج تم جس آگ کے حقدار ہو وہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر ظلم نہیں کیا۔

(6) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (۷۱) قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۷۲)﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، حتیٰ کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: ''کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے کچھ رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں! لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔'' کہا جائے گا: ''داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں، اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہو۔'' چنانچہ بُرا ہے تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ۔'' (الزمر:72,71)

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ﴾

''متقی لوگ بلاشبہ باغوں اور بڑی نعمتوں میں ہوں گے'' (17)

سوال: سعادت مندوں کے انجام کی وضاحت ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ سعادت مندوں کا انجام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''متقی لوگ بلاشبہ'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کے کام کیے اور وہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی کے کام چھوڑ دیے۔

(2) اہل تقویٰ وہ ہیں جنہوں نے ایک رب کی عبادت کی، فرائض ادا کیے اور نواہی سے اجتناب کیا۔ (ایسر التفاسیر:1532)

(3) جنہوں نے تقویٰ کو اپنا شعار بنا لیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کرتے رہے اور اس کی ناراضی سے بچنے کے لیے ان کاموں سے رکتے رہے جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔

(4) ﴿فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ﴾ ''باغوں اور بڑی نعمتوں میں ہوں گے'' وہ باغات میں ہوں گے، ان باغات کی روشوں کو گھنے درختوں نے ڈھانپ رکھا ہوگا، ان میں اچھلتی کودتی ندیاں ہوں گی، چار دیواری سے گھرے ہوئے محل اور آراستہ کیے ہوئے گھر ہوں گے ﴿وَّنَعِيْمٍ﴾ یہ قلب کی نعمت اور روح و بدن کی نعمت کو شامل ہے۔ (تفسیر سعدی:2631/3)

(5) جنت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے بہت بڑھ کر ہوں گی جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ دل نے ان کا اندازہ لگایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾

"وہ ان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے ہوں گے اس سے جو ان کے رب نے انہیں دیا اور ان کے رب نے انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچالیا ہے"(18)

سوال 1: اہل جنت کی کیا مصروفیات ہوں گی، اس کی وضاحت ﴿فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اہل جنت ان چیزوں سے لطف لے رہے ہوں گے جو ان کے رب نے انہیں دی ہوں گی۔

(2) ﴿فٰكِهِيْنَ﴾ "وہ ان نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے ہوں گے" اس میں اشارہ ہے کہ وہ ان کا نہ مشغلہ ہوگا نہ مشقت بلکہ وہ اس میں لذت لیں گے، خوشی اور فرحت حاصل کریں گے۔ (تفسیر مراغی: 1308/9)

(3) ﴿بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ﴾ "اس سے جو ان کے رب نے انہیں دیا" یعنی جو نعمتیں انہیں ان کا رب دے گا جن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے اس کے بدلے میں جو انہوں نے اپنے رب کی پسند کے کام کیے اور اس کی ناراضگی کے کاموں کو چھوڑ دیا۔

سوال 2: اہل جنت کی سب سے بڑی کامیابی کیا ہوگی، اس کی وضاحت ﴿وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ "اور ان کے رب نے انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچالیا ہے" رب العزت اہل جنت کو آگ کے عذاب سے بچالے گا جو کہ بہت بڑی نعمت ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ "چنانچہ جو آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا۔" (آل عمران: 185) (2) اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جہنم سے بچالے گا یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

"خوب مزے سے کھاؤ اور پیو اس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے" (19)

سوال: اہل جنت کی تواضع کرتے وقت ان سے کیا کہا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿كُلُوْا ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ "کھاؤ اور پیو" یعنی اہل جنت سے کہا جائے گا کہ طرح طرح کے نفیس اور لذیذ کھانے کھاؤ اور جو تمہارا دل چاہے پیو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿هَنِيْٓـًٔا﴾ ''خوب مزے سے'' مزے سے، خوشی اور سرور سے۔

(3)﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے'' یعنی یہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ ''مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے۔'' (الحاقۃ:24) اس سے پتہ چلتا ہے کہ جنت جانے کے لیے ایمان کے ساتھ صالح اعمال ضروری ہیں۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ ﷺ کے اعمال بھی نہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے اعمال بھی مجھ کو جنت میں نہیں لے جائیں گے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی مجھے ڈھانپ لے۔'' (بخاری، 5673)

﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰي سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾

''وہ صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے'' (20)

سوال 1: اہل جنت کی مجلسوں میں نشستیں کیسی ہوں گی، اس کی وضاحت ﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰي سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اہل جنت ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ایک صف کی طرح تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔

(2)﴿مُتَّكِـِٕيْنَ﴾ ''وہ تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے'' الاتکاء سے مراد ہے آرام اور سکون کے ساتھ جم کر بیٹھنا۔

(3)﴿عَلٰي سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ﴾ ''صف بہ صف تختوں پر'' ﴿سُرُرٍ﴾ سے مراد وہ تخت ہیں جو خوب صورت بچھونوں سے سجائے گئے ہوں گے۔ ﴿مَّصْفُوْفَةٍ﴾ ''صف بہ صف'' یعنی جڑاؤ تختوں پر بے فکری اور آرام سے بیٹھے ہوں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (11) وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا (12) مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (13)﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کی مصیبت سے انہیں بچایا اور انہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے۔ اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا بدلے میں انہیں جنت اور ریشم دیا۔ وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی۔'' (الدہر:11-13)

سوال 2: اللہ تعالیٰ جنت میں کیسے جوڑے عطا کریں گے، اس کی وضاحت ﴿وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ﴾ ''اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے'' رب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

العزت کی جانب سے بدن اور روح کی ساری نعمتیں اکٹھی ہو جائیں گی تو خوب صورت اور خوب سیرت گوری اور بڑی آنکھوں والی حوریں انہیں دے دی جائیں گی جوان کا دل لبھائیں گی اور ہر وقت ان کی خاطر مدارت کریں گی۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ

''اور جولوگ ایمان لائے اوران کی اولاد جوایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کوان کے ساتھ ملادیں گے اور

عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾

ان کے عمل میں سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے۔ ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے''(21)

سوال1: کم مرتبہ اولاد مومن ماں باپ کے مرتبہ تک پہنچ جائے گی، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ...شَيْءٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور جولوگ ایمان لائے'' یعنی جن لوگوں نے ایمان لانے کا حق ادا کیا جو کہ دل کا یقین، زبان کا قول اور ارکان پر عمل ہے۔

(2)﴿وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ﴾ ''اوران کی اولاد جوایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی'' یعنی جن لوگوں کی اولاد نے ایمان لانے میں ان کی اتباع کی۔

(3)﴿اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ ''ہم ان کی اولاد کوان کے ساتھ ملادیں گے'' اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اولاد کو بھی ماں باپ کے مرتبے تک پہنچادیں گے اگرچہ اولاد کے اعمال ان جیسے نہ ہوں۔ انہیں دیکھ کر ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ اہل جنت کی نعمتوں کی تکمیل ہے۔ اس طرح ایمان والوں پر دوگنا احسان ہوگا ایک تو ان کی اولاد ان سے ملادی جائے گی اور دوسرا ان کی اولاد کے درجات بلند کردیئے جائیں گے۔

(4)﴿وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾ ''اوران کے عمل میں سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے'' یعنی اولاد کے درجات کی بلندی کی وجہ سے ان کے ماں باپ کے اعمال اور مرتبوں میں کمی نہیں کی جائے گی۔

(5)عرش کو اٹھانے والے فرشتے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اہل ایمان کے لئے یہ دعا کرتے ہیں:﴿رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۨالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اے ہمارے رب! اورانہیں ہمیشہ کی جنتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اوران کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیک ہیں۔ یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''(المؤمن:8)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''آدمی جب جنت میں داخل ہوگا تو اپنے والدین، بیوی اور اولاد کے بارے میں دریافت کرے گا۔ اس سے کہا جائے گا کہ وہ تیرے درجہ اور اور عمل کو نہیں پہنچے۔ وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ! میں نے اپنے لئے اور ان کے لیے عمل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ انہیں بلند درجہ دے کر ان کے ساتھ ملا دیا جائے۔'' اس کے بعد سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندے کا درجہ بلند فرمائے گا۔ وہ عرض کرے گا ''یہ بلند درجہ مجھے کیسے مل گیا؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''تیرے لڑکے کے تیرے لئے استغفار کی وجہ سے۔'' (شوکانی، اشرف الحواشی: 625/1)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ باقی تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں: صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔'' (مسلم: 4223)

سوال 2: گناہ گاروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ عدل فرمائیں گے، اس کی وضاحت ﴿كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ ''ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے'' یعنی ہر شخص اپنے عمل ہی کا رہن ہے۔ کسی کے عمل کی وجہ سے کسی دوسرے سے مؤاخذہ نہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل کی خبر دی ہے۔ اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے مقام فضل کی خبر دی تھی کہ ایمان والی اولاد کو ماں باپ کے بلند درجے تک پہنچائے گا۔ اس رتبے کی بلندی کا سبب ان کے اعمال نہیں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوگا۔

(2) رب العزت نے خبر دی ہے کہ کوئی کسی دوسرے کے گناہ میں نہیں پکڑا جائے گا۔ ہر شخص اپنے اعمال میں گرفتار ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾ ''ہر شخص اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا۔'' (المدثر: 38)

﴿وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾

''اور جو پھل اور گوشت وہ چاہیں گے ہم انہیں زیادہ دیتے رہیں گے'' (22)

سوال: جنت کی نعمتوں کی وضاحت ﴿وَاَمْدَدْنٰهُمْ ... يَشْتَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَمْدَدْنٰهُمْ﴾ ''اور ہم انہیں زیادہ دیتے رہیں گے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جنت والوں کو اور نعمتیں عطا فرمائیں گے۔ (2) آباء اور ابناء جنت کے رہائشی بن جائیں گے۔ (ایسر التفاسیر)

(3) ﴿بِفَاكِهَةٍ﴾ ''پھل'' یعنی قسم قسم کے مرغوب اور لذیذ پھل۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''اور جو گوشت وہ چاہیں گے'' پرندوں اور مختلف طرح کا گوشت وہ خود طلب کریں گے۔

(5)رب العزت کا فرمان ہے:﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ (41) فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ (42) فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (43) عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (44) يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (45) بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (46) لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (47) وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ (48) كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ (49)﴾ ''ان ہی کے لیے معلوم رزق ہے۔لذیذ پھل ہیں اور وہ عزت سے رکھے جائیں گے۔نعمت بھری جنتوں میں۔تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ان پر صاف بہتی ہوئی شراب کے ساغر پھرائے جائیں گے۔سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔نہ اس میں دردِ سر ہوگا اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے۔اور ان کے پاس نگاہیں بچانے والی موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی۔گویا وہ چھپا کر رکھے گئے انڈے ہیں۔'' (الصافات:41-49)

﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ﴾

''وہ ایک دوسرے سے جام شراب چھینیں جھپٹیں گے جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا'' (23)

سوال:اہل جنت خاص شراب سے لطف اندوز ہوں گے،اس کی وضاحت﴿يَتَنَازَعُوْنَ...تَاْثِيْمٌ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا﴾ ''وہ ایک دوسرے سے جام شراب چھینیں جھپٹیں گے'' جنت میں شراب کے جاموں کا دور چلے گا اور اہل جنت ایک دوسرے سے لپک لپک کر جام لے رہے ہوں گے۔ان کے خدمت گاران کے لیے شراب کے جام لیے گھوم رہے ہوں گے۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اہل جنت میں گہری محبت ہوگی۔

(2)﴿لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ﴾ ''جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ میں ڈالنا'' اہل جنت شراب پی کر لغو باتیں یعنی بے فائدہ باتیں نہیں کریں گے اور نہ گناہ کریں گے۔

(3)رب العزت نے جنت کی شراب کے بارے میں فرمایا:﴿لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ﴾ ''اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے۔'' (الواقعہ:19)

(4)جنت کی شراب میں دنیا کی شراب کی طرح بہکنے اور گناہ کے کام کرنے کی تاثیر نہ ہوگی۔جنت کی شراب پی کر نہ کوئی بہکے گا نہ فضول گفتگو کرے گا نہ اتنا مست ہوگا کہ گناہ کا ارتکاب کرے کیونکہ انسان غفلت میں گناہ کرتا ہے۔جنت کی شراب کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ﴾

''اوران کے لیے نوعمر غلام پھر رہے ہوں گے گویا وہ چھپا کر رکھے موتی ہوں''(24)

سوال: جنتیوں کے خدمت گار کیسے ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَيَطُوْفُ ... مَّكْنُوْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ﴾ ''اور ان کے لیے نوعمر غلام پھر رہے ہوں گے'' اہل جنت کے خدمت گاروں کی خبر دی گئی ہے کہ وہ اطاعت شعار ہوں گے۔

(2)﴿كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ ''گویا وہ چھپا کر رکھے موتی ہوں'' یعنی یہ خدمت گار حسن و جمال میں سیپ سے نکلے ہوئے موتی کی طرح ہوں گے۔

(3) خدمت گزاروں کا حسن، زینت، صفائی ستھرائی، رونق اور لباسوں کی خوب صورتی دیکھنے کے قابل ہوگی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا﴾ ''اوران کے آس پاس کم سن لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ہوں گے، جب آپ انہیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔'' (الدھر:19)

﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾

''اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے، وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے''(25)

سوال: اہل جنت دنیا میں گزرے ہوئے واقعات کو یاد کریں گے، اس کی وضاحت ﴿وَاَقْبَلَ ... يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے، وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے'' اہل جنت ایک دوسرے سے دنیا کے حالات اور معاملات کے بارے میں بات چیت کریں گے یعنی شراب کے جام پی کر گزشتہ واقعات یاد کریں گے کہ کیسے دنیا میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔

(2) اہل جنت ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ انہوں نے کن حالات میں زندگی گزاری ہے؟ ایمان اور عمل کے تقاضے کیسے پورے کیے ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ﴾

''وہ کہیں گے: ''اس سے پہلے ہم اپنے اہل وعیال میں ڈرنے والے تھے''(26)

سوال: اہل جنت اپنے ساتھیوں کو دنیا کے حالات کے بارے میں کیا بتائیں گے، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْٓا ... مُشْفِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اہل جنت بتائیں گے کہ وہ اپنے گھر والوں کے درمیان رہتے ہوئے اللہ کے عذاب سے ڈرتے تھے۔

(2) ﴿قَالُوْٓا﴾ ''وہ کہیں گے'' یعنی وہ ان یادوں کو دہرائیں گے یعنی وہ کام جنہوں نے ابدی خوشی کے مقام تک پہنچا دیا۔

(3) ﴿اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ﴾ ''اس سے پہلے ہم اپنے اہل وعیال میں ڈرنے والے تھے'' یعنی ہم دنیا میں اپنے گھر والوں کے درمیان اور اپنی اولاد کے ساتھ رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہتے تھے۔(ایسر التفاسیر:1533)

(4) اہل جنت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو ہے ہی ڈرنے کے لائق۔

(5) اہل جنت اپنے اس خوف کی وجہ سے دنیا میں عذاب سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات مل جائے۔

﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ﴾

''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچا لیا''(27)

سوال: اہل جنت اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اعتراف کیسے کریں گے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنَّ اللّٰهُ ... السَّمُوْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا'' یعنی اہل جنت کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مغفرت کر کے ہم پر احسان کیا ہے۔

(2) ﴿وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ﴾ ''اور ہمیں زہریلی لو کے عذاب سے بچا لیا'' یعنی دوزخ کے عذاب سے ہمیں نجات دلائی ہے جس کی حرارت جسم کے مساموں میں گھس جاتی ہے۔(ایسر التفاسیر:1533)

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر سموم کے عذاب میں سے اللہ تعالیٰ ایک پور برابر دنیا والوں پر ڈال دے تو زمین سمیت سب جل کر راکھ ہو جائیں۔(شوکانی، اشرف الحواشی:626/1)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ (۴۱) فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ (۴۲) وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ (۴۳)﴾ ''اور بائیں ہاتھ والے، کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے! وہ انتہائی گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے۔'' (الواقعۃ:41-43)

ع 1 28 3

﴿اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ﴾

''بلاشبہ ہم پہلے ہی اس سے دعائیں کیا کرتے تھے۔ یقیناوہ بہت احسان کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (28)

سوال: اہل جنت دنیا میں کیا دعائیں کرتے تھے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّا ... هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ﴾ ''بلاشبہ ہم پہلے ہی اس سے دعائیں کیا کرتے تھے'' یعنی دنیا میں گڑگڑاتے اور دعائیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب سموم سے بچائے اور نعمت بھری جنتوں میں داخل کردے۔ یہ جملہ دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ دونوں کو شامل ہے۔ (تفسیر سعدی:2634/3)

(2) اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں پوری کردیں اور ہمیں کامیاب کردیا۔

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین کی سیر کرتے ہیں۔ ان کی سیاحت بے مقصد نہیں ہوتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مجلسوں کو تلاش کرنے کے لیے زمین کا کونہ کونہ چھانتے پھرتے ہیں۔ جب وہ اللہ کے یاد کرنے والوں کو دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں آجاؤ۔ تمہارا مقصد پورا ہوگیا۔ وہ سب فرشتے آتے ہیں۔ اللہ کا ذکر کرنے والوں کو اپنے نورانی پروں سے آسمانِ دنیا تک ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہاں سے فارغ ہوکر جب وہ آسمان پر پہنچ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے (حالانکہ وہ اپنے بندوں کو ان سے زیادہ جانتا ہے) تم کہاں سے آئے ہو؟ اور تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ہم زمین سے آرہے ہیں۔ ہم نے آپ کے بندوں کو دیکھا ہے وہ تیری تعریف کررہے تھے، تیری بزرگی اور عظمت کا اعتراف کررہے تھے اور تیری یاد میں مشغول تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: جی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرتا ہے: میرے فرشتو! بتاؤ اگر میرے ان بندوں نے مجھے دیکھا ہوتا تو پھر کیا ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: پھر تو بہت زیادہ آپ کی عظمت کا اعتراف کرتے اور آپ کی تعریف کرنے میں ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے اور آپ کے ذکر میں جدوجہد کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے: وہ کس چیز کی درخواست کرتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ بہشت طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے اس کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: جی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کا رویہ کیا ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کی طلب اور بھی شدید ہو جائے اور اس کے حصول کی تمنا اور بھی بڑھ جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے: یہ بتاؤ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: دوزخ کی آگ سے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے: کیا انہوں نے دوزخ کا مشاہدہ کیا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: جی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے: اگر انہوں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا تو ان پر کیا گزرتی؟ اس وقت جواب میں فرشتے کہتے ہیں: اگر انہوں نے آگ کا مشاہدہ کیا ہوتا تو اس سے بہت زیادہ ڈرتے اور اس سے بھاگنے کی کوشش کرتے۔ اس ساری روداد کے علاوہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتا ہے: تم گواہ رہو کہ میں نے ان بندوں کو معاف کر دیا ہے (انہیں جنت عطا کی ہے اور دوزخ سے بھی پناہ دے دی ہے۔) فرشتے عرض کرتے ہیں: پروردگار! ان میں سے فلاں شخص جو کہ بڑا ہی سخت گنہگار بھی ہے وہ ذکر کی مجلس میں شرکت کی غرض سے شامل نہیں ہوا بلکہ وہ تو اپنے ذاتی کام کے ارادے سے اس مجلس میں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ ایسا گروہ ہے جن کا ہم نشین بدنصیب نہیں ہوتا۔ محض ان کی ہم نشینی کی وجہ سے اسے بھی نواز اجاتا ہے۔" (بخاری:6408)

(4) ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ﴾ "یقیناوہ بہت احسان کرنے والا، نہایت رحم والا ہے" یعنی وہ محسن الصادق ہے۔ ہم پر اس کا احسان اور رحمت ہے کہ اس نے ہمیں اپنی رضا اور جنت سے بہرہ ور کیا اور اپنی ناراضی اور جہنم کے عذاب سے بچایا۔ (تفسیر سعدی:2634/3)

(5) اہل جنت اپنے رب کو اَلْبَرُّ یعنی محسن سمجھتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احسان سے دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کرتا ہے اور راضی ہو جاتا ہے۔

(6) اہل جنت اللہ تعالیٰ کو الرحیم سمجھتے ہیں۔ وہ اس کی رحمتوں کا گہرا شعور رکھنے کی وجہ سے ہی دنیا میں اس کے ساتھ جڑے رہتے ہیں اور امید کا رشتہ باندھتے ہیں۔ غم، خوف اور مصیبت میں بھی اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور جنت میں داخلے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سمجھتے ہیں۔

﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾

"پس آپ نصیحت کریں کہ اپنے رب کے فضل سے آپ ہرگز نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں" (29)

سوال: کہانت اور جھوٹ کا الزام بالکل جھوٹا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَذَكِّرْ ... مَجْنُوْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَذَكِّرْ﴾ "پس آپ نصیحت کریں" اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ تمام لوگوں کو،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں اور کافروں کو نصیحت کرتے رہیں۔قرآن سنا سنا کر انہیں سمجھاتے رہیں تا کہ لوگ آپ ﷺ کی نصیحت سے سیدھا راستہ پالیں اور ظالموں پر حجت قائم ہو جائے۔

(2)﴿فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ﴾''کہ اپنے رب کے فضل سے آپ ہرگز نہ کاہن ہیں''مشرک جو آپ ﷺ پر دیوانگی اور کہانت کا الزام لگا رہے ہیں سراسر جھوٹ ہے۔آپ ﷺ ان جھٹلانے والوں کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ان باتوں سے وہ لوگوں کو آپ ﷺ کی بات ماننے سے روکتے ہیں۔آپ ﷺ اپنے رب کے فضل سے دیوانے اور کاہن نہیں ہیں۔

(3) کاہن تو وہ ہوتا ہے جس کے پاس شیطان یا جنوں کا سردار آتا ہو اور اسے کوئی آسمانی خبر سناتا ہو اور وہ اس میں سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہو۔آپ ﷺ تو صادق ہیں اور آپ ﷺ پر شیاطین نہیں اترتے۔آپ ﷺ تو شیاطین سے سب سے زیادہ دور ہیں۔

(4)﴿وَّلَا مَجْنُوْنٍ﴾''اور نہ ہی دیوانے ہیں''اور نہ آپ ﷺ دیوانے،فاتر العقل ہیں۔آپ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ عقل اور حکمت والے ہیں۔آپ ﷺ سے بڑھ کر کون ہے جو صداقت اور امانت میں کامل ہو!

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ﴾

''کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے جس پر ہم گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں''(30)

سوال:اہل مکہ رسول اللہ ﷺ پر شاعری کا جو الزام لگاتے تھے،اس کی وضاحت ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ... الْمَنُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ﴾''کیا وہ کہتے ہیں''کیا جاہل لوگ آپ ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں۔

(2)﴿شَاعِرٌ﴾''کہ یہ ایک شاعر ہے''کہ آپ ﷺ شعر کہتے ہیں یعنی آپ ﷺ کے پاس جو کلام آتا ہے وہ شاعری ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾''اور ہم نے اس کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ اس کے لائق ہے۔یہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت اور واضح کلام''(یٰس:69)

(3)﴿نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ﴾''جس پر ہم گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں''یعنی جس کے بارے میں تم انتظار کر رہے ہو کہ اسے موت آجائے اور معاملہ ختم ہو جائے۔

(4)﴿الْمَنُوْنِ﴾موت کے ناموں میں سے ہے اور یہی ابن عباس نے اس کی تفسیر کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)المنون زمانے کے ناموں میں سے ہے۔مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔(المحرر الوجیز:191/5)

(6)ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں دار الندوہ میں مشورہ کے لیے جمع ہوئے تو ان میں سے کسی نے کہا کہ ان کو نعوذ باللہ مضبوط زنجیروں میں باندھ دو پھر ان کی موت کا انتظار کرو تا کہ یہ بھی اسی طرح ہلاک ہو جائیں جیسا کہ پہلے شعراء میں سے زہیر اور نابغہ ہلاک ہو گئے کیوں کہ یہ بھی ان ہی کی طرح ہیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(تفسیر منیر:80,79/14)(تفسیر ابن عباس:297/3)

﴿قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ تم بھی انتظار کرو، پس بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''(31)

سوال:اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کو کیا جواب دینا سکھایا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ... مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا:﴿قُلْ﴾''آپ کہہ دیں''آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے الزامات کے جواب میں کہہ دیں۔(2)﴿تَرَبَّصُوْا﴾''تم بھی انتظار کرو''یعنی آپ لوگ میری موت کا یا گردش دوراں کا انتظار کرو۔یہ وعید ہے۔

(3)﴿فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِیْنَ﴾''پس بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''ہم بھی تمہارے بارے میں انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیتا ہے یا ہمارے ہاتھوں تمہیں عذاب دیتا ہے۔

﴿اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ﴾

''یا ان کی عقل انہیں یہی حکم دیتی ہے یا وہ لوگ ہی حد سے گزرنے والے ہیں؟''(32)

سوال:اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والوں کے کردار کو کیسے واضح کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ تَاْمُرُهُمْ... طَاغُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے دو سوال کیے ہیں:(i)﴿اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ﴾''یا ان کی عقل انہیں یہی حکم دیتی ہے''یعنی اتنی بے بنیاد باتیں کیا ان کی عقلیں انہیں سکھاتی ہیں؟ یہ تو وہ باتیں ہیں جن کو وہ خود بھی غلط سمجھ رہے ہیں۔

(ii)﴿اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ﴾''یا وہ لوگ ہی حد سے گزرنے والے ہیں؟''یا انہیں سرکشی اور گمراہی جھوٹے پروپیگنڈے پر آمادہ کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)یعنی یہ ان کی سرکشی ہے جو انہیں حکم دیتی ہے اور وہ باطل، شر اور فساد کہتے اور کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1535)

(3)اس طرح ان کے کردار کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ بے عقل ہیں، سرکش ہیں اور گمراہ ہیں۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾

''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی اسے گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے''(33)

سوال: مشرکین نے رسول اللہ ﷺ پر قرآن گھڑ لانے کا الزام لگایا، اس کی وضاحت ﴿اَمْ ... يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی اسے گھڑ لیا ہے؟'' یعنی کیا ان نادانوں کا یہ خیال ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن خود بنا لیا ہے۔ دراصل ان کے سینوں میں ایمان نہیں اور کفر کی وجہ سے اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1945/2)

(2)﴿بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے'' یعنی اگر وہ ایمان لاتے تو ایسی باتیں نہ کرتے۔

(3)رب العزت نے ان کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ دراصل یہ نہ ایمان لاتے ہیں نہ لانا چاہتے ہیں۔ان کا کفر انہیں اس الزام تراشی پر آمادہ کرتا ہے۔

﴿فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾

''چنانچہ اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات ہی بنا کر لے آئیں''(34)

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن گھڑنے کا الزام لگانے والوں کو کیسے بے بس کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلْيَاْتُوْا ... صٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)''چنانچہ اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات ہی بنا کر لے آئیں'' اللہ تعالیٰ نے قرآن گھڑنے کا الزام لگانے والوں کو ابھارا ہے کہ سچے ہو تو ایسا کلام لا کر دکھاؤ، جس کے مضامین انسانی زندگی کی اصلاح کرنے والے ہوں؟ جس کے بیان کی بلاغت بے مثال ہو، جس کا اسلوب نادر ہو، جس میں کائناتی حقائق اور زندگی کے مسائل کا حل ہو۔

(2)﴿فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ﴾ ''تو اس جیسی ایک بات ہی بنا کر لے آئیں'' یعنی اس قرآن کی مانند کلام لے آئیں۔

(3)﴿اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر وہ سچے ہیں'' یعنی اگر وہ اپنی بات میں سچے ہیں کہ محمد ﷺ نے (نعوذ باللہ) خود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن گھڑ لیا ہے تو قرآن جیسا کلام لے آئیں۔

(4) قرآن کی مثل یعنی اس کے نظم اور بلاغت کے اوصاف اور معانی اور پچھلی قوموں کے حالات اور غیبی معاملات کی خبروں کی صحت کی مثل کلام لے آئیں۔ (البحر المحیط:574/9)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۱۳) فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۱۴)﴾ ”یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود یہ (قرآن) گھڑ رکھا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ تم بھی اس جیسی دس گھڑی ہوئی سورتیں لے آؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ جسے بھی تم بلا سکتے ہو بلا لاؤ اگر واقعی تم سچے ہو؟ چنانچہ اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کیا تم فرماں بردار ہو؟“ (14,13:ہود)

﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ﴾

”کیا وہ کسی (خالق) کے بغیر ہی پیدا کیے گئے ہیں یا وہ خود ہی پیدا کرنے والے ہیں؟“ (35)

سوال: توحید باری تعالیٰ کے اثبات کے لیے جو سوال کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ خُلِقُوْا ... الْخَالِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) قرآن مجید کا یہ مقام توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کے اثبات کے بارے میں ہے۔ رب العزت نے سوال کیا ہے:

(2) ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ﴾ ”کیا وہ کسی (خالق) کے بغیر ہی پیدا کیے گئے ہیں“ یعنی کیا یہ خالق کے بغیر خود ہی تخلیق ہو گئے ہیں؟ کیا یہ موجد کے بغیر خود ہی موجود ہو گئے ہیں؟

(3) ﴿اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ﴾ ”یا وہ خود ہی پیدا کرنے والے ہیں؟“ یعنی کیا انہوں نے خود اپنے آپ کو ایجاد کیا۔ کیا انہوں نے خود اپنے آپ کو تخلیق کیا ہے؟

(4) حقیقت یہ ہے کہ نہ وہ خود بخود وجود میں آئے نہ اپنے آپ کے موجد ہیں، نہ اپنے خالق ہیں بلکہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ ان کا تو کوئی وجود نہیں تھا، اللہ تعالیٰ انہیں عدم سے وجود میں لے کر آیا ہے۔

(5) وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء و رسل کو جھٹلاتے ہیں اور یہ اس حقیقت کے انکار کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے۔ شریعت کے ساتھ ساتھ عقل میں بھی یہ چیز متحقق ہے کہ ان کی تخلیق تین امور میں سے کسی ایک سے خالی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

نہیں: (i) ان کو کسی چیز کے بغیر پیدا کیا گیا ہے، یعنی ان کا کوئی خالق نہیں جس نے ان کو تخلیق کیا ہو بلکہ وہ کسی ایجاد اور موجد کے بغیر وجود میں آئے ہیں اور یہ عین محال ہے۔ (ii) انھوں نے خود اپنے آپ کو تخلیق کیا ہے اور یہ بھی محال ہے کیونکہ اس بات کا تصور نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی اپنے آپ کو بذات خود وجود بخشے۔ (iii) جب مذکورہ بالا دونوں امور باطل ہو گئے اور ان کا محال ہونا ثابت ہو گیا تو تیسری بات متعین ہو گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان کو تخلیق کیا۔ جب یہ بات متعین ہو گئی تو معلوم ہوا کہ اکیلا اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے جس کے سوا کسی اور ہستی کی عبادت مناسب ہے نہ درست۔ (تفسیر سعدی: 2636/3)

(6) یہ سوال اس لیے کیا گیا کہ خالق کی ہدایت کے مطابق تو چلنا پڑتا ہے اب جب یہ اپنے خالق کی ہدایت پر نہیں چل پاتے تو یہ بتائیں کہ کسی خالق کے بغیر پیدا ہو گئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر کسی کا بھی حق نہیں کہ انہیں کسی چیز کا حکم دے یا کسی چیز سے روکے لیکن اگر انہیں ایک خالق نے پیدا کیا ہے تو ان کے پیدا کرنے کا ایک مقصد ہے۔ خالق پیدا کر کے یونہی کیسے چھوڑ سکتا ہے؟

(7) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورۃ الطور پڑھ رہے تھے۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے: ''کیا یہ لوگ بغیر کسی کے پیدا کئے پیدا ہو گئے یا یہ خود (اپنے) خالق ہیں؟ یا انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کر لیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان میں یقین ہی نہیں۔ کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ لوگ حاکم ہیں۔'' تو میرا دل اڑنے لگا۔ (بخاری: 4854)

﴿اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ﴾

''یا آسمانوں اور زمین کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین ہی نہیں رکھتے'' (36)

سوال: توحید باری تعالیٰ کے اثبات کے لیے جو دوسرا سوال کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ ... لَّا يُوْقِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) توحید باری تعالیٰ کے اثبات کے لیے دوسرا سوال کیا گیا ہے: ﴿اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''یا آسمانوں اور زمین کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟'' اور اس کا جواب ''نہیں'' ہے۔ جب وہ ایک مکھی پیدا کرنے سے بھی عاجز ہیں تو آسمان اور زمین کو پیدا کرنے سے اس سے کہیں زیادہ عاجز ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1536)

(2) یعنی انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا نہیں کیا اور جب وہ پیدا کرنے والے نہیں تو کیسے اللہ تعالیٰ کے شریک بن گئے؟

(3) ﴿بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ﴾ ''بلکہ وہ یقین ہی نہیں رکھتے'' یعنی یہ حق کو جھٹلانے والے، حقیقی علم سے محروم لوگ ہیں جس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے انہیں عقلی اور شرعی دلیلوں کو سمجھنا نصیب نہیں ہوتا۔

(4) یعنی جب آسمان اور زمین اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں تو پھر اس کے ساتھ کیوں شریک کرتے ہو؟ تمہارے یقین نہ لانے نے تمہیں شرک پر مجبور کر رکھا ہے۔ (5) حق یہی ہے کہ صرف آسمان اور زمین کا خالق ہی عبادت کا حق رکھتا ہے۔

﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ﴾

''یا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا وہی حکم چلانے والے ہیں؟'' (37)

سوال: توحید باری تعالیٰ کے اثبات کے لیے جو تیسرا سوال کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ عِنْدَهُمْ ... الْمُصَيْطِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) توحید باری تعالیٰ کے اثبات کے لیے تیسرا سوال کیا گیا ہے: ﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ﴾ ''یا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں'' یعنی کیا دنیا میں رب کی رحمت کے اختیارات ان کے پاس ہیں یعنی رزق، بھلائیاں، فضیلتیں ان کے اختیار میں ہیں جس کو چاہے دے دیں اور جسے چاہے محروم کر دیں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک دوسرے پر ان کے درجے بلند کیے تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنا لے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (الزخرف:32)

(2) ﴿اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ﴾ ''یا وہی حکم چلانے والے ہیں؟'' یعنی کیا وہ غالب اور زور آور ہیں اس لیے جیسے چاہیں ملک میں تصرف کر لیں؟ کیا ان کے پاس غیب کے خزانوں کی چابیاں ہیں جس کی وجہ سے یہ مخلوق کا حساب کرنے والے ہیں تو اس کا جواب نہیں ہے۔ تو پھر ان کا یہ فیصلہ غلط ہے۔

(3) یعنی وہ غالب ارباب ہیں حتیٰ کہ وہ ربوبیت کے امور کی تدبیر کرتے ہیں اور امور ان کے ارادے پر مبنی ہیں؟

(4) ابن عطیہ نے کہا: کیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے سارے امور کی دولت ہے، کیونکہ مال، صحت، قوت وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔ (البحر المحیط: 9/575)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

''یاان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر) وہ غور سے سنتے ہیں؟ تو ان کے سننے والے کو چاہیے کہ واضح دلیل لائے'' (38)

سوال: ﴿اَمْ لَهُمْ ... مُّبِيْنٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ﴾ ''یاان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر (چڑھ کر) وہ غور سے سنتے ہیں؟'' یعنی کیا انہیں غیب کا علم ہے اور وہ ملاء اعلیٰ کی باتیں سنتے ہیں اور ایسے امور کے بارے میں خبریں دیتے ہیں جنہیں ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر سعدی: 2637/3)

(2) ﴿فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ﴾ ''تو ان کے سننے والے کو چاہیے کہ لائے'' یعنی اگر کوئی سیڑھی لگا کر آسمانوں تک جاتا ہے اور فرشتوں کی باتیں سنتا ہے تو اس پر وہ کوئی آسمانی دلیل پیش کرے۔

(3) ﴿بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''واضح دلیل'' اور یہ دلیل کہاں سے آسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی غیب اور موجود کا علم رکھتا ہے، وہ کسی پر غیب کو ظاہر نہیں کرتا سوائے کسی رسول کے جس پر وہ غیب کو ظاہر کرنے پر راضی ہو، وہ اپنے علم میں سے جو چاہتا ہے اس کے بارے میں اس رسول کو آگاہ کرتا ہے۔ جب کہ محمد مصطفیٰ ﷺ رسولوں میں سب سے افضل، سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور ان کے امام ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے وعدے اور وعید کے بارے میں سچی خبریں دینے والے ہیں اور آپ کی تکذیب کرنے والے جہالت، ضلالت، گمراہی اور عناد میں مبتلا ہیں، تب دونوں خبر دینے والوں میں سے کون زیادہ مستحق ہے کہ اس کی خبر قبول کی جائے، خاص طور پر جب کہ رسول اللہ ﷺ نے جن امور کی خبر دی ہے، ان پر دلائل و براہین قائم ہیں جو اس بات کے موجب ہیں کہ یہ عین الیقین، حقیقت اور کامل ترین صداقت ہے۔ ان کا اپنے دعوے (انبیاء کے جھوٹے ہونے) پر دلیل قائم کرنا تو کجا، وہ اس میں کوئی شبہ تک پیدا نہیں کر سکتے۔ (تفسیر سعدی: 2637/3)

﴿اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ﴾

''کیا اس کے لیے بیٹیاں ہیں اور تمہارے لیے بیٹے؟'' (39)

سوال: اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی فکری خرابی کو کیسے واضح فرمایا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ ... الْبَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ﴾ ''کیا اس کے لیے بیٹیاں ہیں'' یعنی کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ﴾ ''اور تمہارے لیے بیٹے؟'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں مشرکین مکہ کے غلط موقف کو سامنے رکھا ہے کہ تم بے زور ہو اور اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کو نہ اولاد کی ضرورت ہے نہ اس کی اولاد ہے پھر بھی اس کے لیے تم خود بیٹھ کر بیٹوں کی بجائے بیٹیاں تصنیف کرتے ہو۔ ذرا غور تو کرو رب کے بارے میں تمہارا تصور کتنا ناقص ہے!

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ (٥٧) وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (٥٨) يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (٥٩)﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں، پاک ہے اس کی ذات! اور ان کے لیے وہی ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی ہے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ کیا ذلت کے باوجود ہی اسے رکھ چھوڑے یا اسے مٹی میں دبا دے؟ سن لو! بہت ہی برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔'' (النحل:57-59)

﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾

''یا آپ ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں؟ کہ وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں'' (40)

سوال: اللہ تعالیٰ نے احساس دلایا ہے کہ رسول بلا معاوضہ تبلیغ کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ ... مُّثْقَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا﴾ ''یا آپ ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں؟'' یعنی کیا آپ ﷺ دعوت و تبلیغ اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے اجر طلب کرتے ہیں؟

(2)﴿فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾ ''کہ وہ تاوان سے بوجھل کیے جانے والے ہیں'' جس کے بوجھ تلے یہ لوگ دبے جا رہے ہیں۔ آپ ﷺ تو بغیر کسی معاوضے کے علم سکھانا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ تو پیغام پہنچانے کے لیے مال لگاتے ہیں اور آپ ﷺ تو زکوٰۃ میں سے بھی ان کافروں کے لیے خرچ کرتے ہیں جن کے دلوں کو نرم کرنا مطلوب ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان راسخ ہو جائے۔

(3) یوں اللہ تعالیٰ نے احساس دلایا ہے کہ رسول بلا معاوضہ تبلیغ کرتے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے تاوان کا سوال اس لیے کیا ہے کہ مالی بوجھ عام طور پر ناقابل برداشت ہو جاتا ہے تو کیا تم رسول کی بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے قبول نہیں کر رہے کہ تاوان پڑ گیا ہے اور اس کی ادائیگی ان کے لیے مشکل ہے؟ اگر ایسی بات نہیں تو غور کرو یہ انکار اور تکذیب آخر کس لیے ہے؟

﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ﴾

''یا ان کے پاس کوئی غیب ہے کہ وہ لکھتے ہیں؟''(41)

سوال: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا، اس کی وضاحت ﴿اَمْ ... يَكْتُبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ﴾ ''یا ان کے پاس کوئی غیب ہے کہ وہ لکھتے ہیں؟'' کیا یہ غیب کا علم رکھتے ہیں؟ تو آسمان اور زمین میں غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔

(2) یعنی کیا انہیں ایسے امور کا علم ہوتا ہے جن کا رسول اللہ کو علم نہیں ہوتا تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے جتنا نبی ﷺ کو غیب سے آگاہ فرمایا اتنا مخلوق میں سے کسی ہستی کو نہیں دیا۔

(3) یہ سوال اس لیے کیا گیا کہ جو غیب کا علم رکھتا ہے تقدیر کے فیصلے وہ کرتا ہے۔ جب تم غیب نہیں جانتے تو تقدیر کے فیصلے نہیں کر سکتے لہٰذا نہ تم محمد ﷺ کے خلاف اب کچھ کر سکتے ہو نہ ان کے مستقبل کے خلاف کوئی سازش کر سکتے ہو۔

﴿اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ﴾

''یا وہ کسی چال کا ارادہ رکھتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں''(42)

سوال: قریش مکہ کی چالوں کے بارے میں رب العزت نے کیا واضح فرمایا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ ... هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا﴾ ''یا وہ کسی چال کا ارادہ رکھتے ہیں؟'' کیا وہ آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے دین اور جو کتاب آپ ﷺ لائے ہیں اس کے ساتھ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں، یعنی یہ کہ وہ آپ ﷺ کو قتل کر دیں یا آپ ﷺ کے دین کو باطل قرار دے دیں۔

(2) ﴿فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ﴾ ''تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ کی چالوں کے بارے میں واضح کیا ہے کہ ان کی چال ان پر الٹ پڑے گی اور نقصان ان ہی کو ہوگا۔

(3) یعنی سازشیں کافروں کے سینوں میں ہی رہیں گی۔ کافروں نے نبی ﷺ کو اور ان کے لائے ہوئے دین کو نقصان پہنچانے کے لیے ہر چال چلی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فتح و نصرت عطا کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾''اورانہوں نے خفیہ تدبیر کی اوراللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی اوراللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سے بہتر ہے۔''(آل عمران:54)

﴿اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

''یاان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہے؟ پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں''(43)

سوال:عبادت میں بتوں کوشریک کرنے کی جوتردید کی گئی ہے،اس کی وضاحت﴿اَمْ ۔۔۔يُشْرِكُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بتوں اورغیراللہ کوشریک کرنے کی تردید کی گئی ہے۔رب العزت نے فرمایا:(2)﴿اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ﴾''یاان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہے؟''یعنی کیا ان کے اللہ تعالیٰ کے سوااورمعبود ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں؟(ایسرالتفاسیر:1537)

(3)﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾''پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں''اللہ رب العزت ان کے شرک سے پاک ہے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں جو نہ سنتے ہیں،نہ دیکھتے ہیں۔

(4)اقتدار میں کوئی اس کا شریک ہے نہ وحدانیت اورعبودیت میں۔یہی وہ مقصد ہے جس کی خاطر یہ کلام لایا گیااوروہ ہے قطعی دلائل کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے سواہرہستی کی عبادت کا بطلان اوراس کے فاسد ہونے کا بیان۔جس موقف پرمشرکین قائم ہیں وہ باطل ہے۔وہ ہستی جس کی عبادت کی جانی چاہیے،جس کے لیے نماز پڑھنی چاہیے،جس کے سامنے سجدہ ریز ہونا چاہیے، دعا،یعنی دعائے عبادت اوردعائے مسئلہ کو اسی کے لیے خالص کرنا چاہیے،وہ اللہ تعالیٰ معبود حقیقی کی ہستی ہے جو اسماء وصفات میں کامل،بے شمار نعوت حسنہ اورافعال جمیلہ کا مالک،صاحب جلال واکرام،قوت وغلبے کا مالک جس کو مغلوب کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا جاسکتا جو اکیلا،یکتا،متفرد،بے نیاز،بہت بڑا،قابل حمد وثنااورمالک مجد وجلال ہے۔(تفسیرسعدی:3/2638,2639)

(5)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس دنیااورجو کچھ اس میں ہے،وہ سب ہوتا تو کیا تو اسے(اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کے لیے)فدیہ میں دے دیتا؟ وہ کہے گا،ہاں!تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ سے اس سے بہت آسان بات چاہی تھی(جس میں کچھ خرچ نہ تھا)جب تو ابھی آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا کہ تم شرک نہ کرنا۔میں تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا مگر تو نہ مانا اورشرک پر بضد رہا۔''(مسلم:7083)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ﴾

''اور اگر وہ آسمان سے ایک ٹکڑا گرتا بھی دیکھیں تو کہیں گے: ''تہ بہ تہ بادل ہیں'' (44)

سوال: مشرکین کی سرکشی کی وضاحت ﴿وَاِنْ يَّرَوْا ... مَّرْكُوْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے ان مشرکوں کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے سرکشی کی، کہ اگر حق کو ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کے دلائل قائم کر دیے جائیں پھر بھی وہ اس کی مخالفت کریں گے۔

(2) ﴿وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا﴾ ''اور اگر وہ آسمان سے ایک ٹکڑا گرتا بھی دیکھیں'' یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے آسمان کا کوئی ٹکڑا اپنے اوپر گرتا ہوا دیکھ لیں۔

(3) ﴿يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ﴾ ''تو کہیں گے: ''تہ بہ تہ بادل ہیں'' تو وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو دیکھ کر سبق حاصل کرنے کی بجائے کہیں گے یہ تو گہرا بادل ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ (۱۴) لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (۱۵)﴾ ''اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پس وہ اس میں چڑھنے والے ہو جائیں۔ تو بھی وہ کہیں گے بلاشبہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ہے۔'' (الحجر: 15,14)

﴿فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ﴾

''چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں حتیٰ کہ اس دن کو جا ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے'' (45)

سوال: نہ ماننے والوں کو چھوڑ دینے کے حکم کی وضاحت ﴿فَذَرْهُمْ ... يُصْعَقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَذَرْهُمْ﴾ ''چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں چھوڑ دیں۔ (2) یعنی وہ بحثیں کریں اور جھوٹی امیدیں انہیں دھوکے میں ڈالے رکھیں۔

(3) ﴿حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ﴾ ''حتیٰ کہ اس دن کو جا ملیں جس میں وہ بے ہوش کیے جائیں گے'' یہاں تک کہ وہ دن آ جائے جس دن ان پر عذاب نازل ہوگا یعنی قیامت کا دن یا موت کا وقت۔

﴿يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾

''جس دن ان کی اپنی تدبیر ہی ان کے کچھ کام نہیں آئے گی اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی'' (46)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: قیامت کے دن کافروں کی کوئی چال ان کے کام نہ آئے گی، اس کی وضاحت ﴿يَوْمَ ... يُنْصَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا﴾ ''جس دن ان کی اپنی تدبیر ہی ان کے کچھ کام نہیں آئے گی'' جس دن ان کی کوئی چال ان کے کام نہیں آئے گی۔ دنیا کی قلیل زندگی میں انہوں نے سازشیں کیں۔ قیامت کے دن ان کی بھاگ دوڑ کام نہیں آئے گی۔

(2)﴿وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی'' یعنی جن کی حمایت کے لیے آج یہ شرک کر رہے ہیں کل وہ ان کے لیے کھڑے نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے منظر میں حاضر کر کے انہیں دکھایا ہے کہ دیکھو آج نہ کوئی چال کام آ رہی ہے اور نہ کوئی اور مدد کرنے والا ہے۔ آج بے یار و مددگار رہ گئے ہو ناں! یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں پلٹ آنے پر آمادہ کیا۔

﴿وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے، بلاشبہ ان کے لیے اس (آخرت) کے علاوہ بھی ایک عذاب ہے لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی'' (47)

سوال: ظالموں پر دنیا میں بھی عذاب آتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاِنَّ ... يَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے، بلاشبہ ان کے لیے اس (آخرت) کے علاوہ بھی ایک عذاب ہے'' اللہ رب العزت نے قیامت کے دن کے عذاب کا ذکر فرمایا تو آگاہ کیا کہ ظالموں کے لیے اس عذاب سے پہلے اور عذاب ہیں۔ مثلاً اپنے گھروں سے نکالے جانے، قتل کیے جانے، قیدی بنائے جانے کا، قبر اور برزخ کا عذاب وغیرہ۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے ہی چھوٹے عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے تاکہ وہ پلٹ آئیں۔'' (السجدہ:21)

(2) آخرت کے عذاب سے پہلے اللہ تعالیٰ دنیا میں اس لیے عذاب دیتے ہیں تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔

(3)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن ان کی اکثریت نہیں جانتی'' یعنی اکثر لوگ ان کاموں سے بے خبر رہتے ہیں جو عذاب کا باعث بنتے ہیں اسی وجہ سے وہ عذاب ہٹ جانے پر پہلے سے بھی زیادہ برے کام کرنے لگتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4) یعنی وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اس کا عذاب واجب ہوجاتا ہے اور اس کی پکڑ آجاتی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1948/2)

(5) مصائب کے باوجود کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے لوگ گناہوں سے توبہ نہیں کرتے بلکہ مزید گناہ کرنے لگ جاتے ہیں۔

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

''اور اپنے رب کا حکم آنے تک آپ صبر کریں، بے شک آپ ہماری نگاہوں میں ہیں، اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ آپ تسبیح

حِينَ تَقُومُ﴾

کیا کریں، جب آپ اٹھیں'' (48)

سوال: رسول اللہ ﷺ کو صبر اور تسبیح کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاصْبِرْ ... تَقُومُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ ''اور اپنے رب کا حکم آنے تک آپ صبر کریں'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان کی ایذاؤں پر صبر کریں، ان مشرکوں کی پرواہ نہ کریں۔

(2) آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین رکھتے ہوئے کہ وہ آپ ﷺ کے لیے کافی ہے، صبر کریں۔

(3) ﴿فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا﴾ ''بے شک آپ ہماری نگاہوں میں ہیں'' آپ ﷺ ہر وقت ہماری حفاظت میں، ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔

(4) ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ﴾ ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ آپ تسبیح کیا کریں، جب آپ اٹھیں'' یعنی آپ ﷺ سبحان اللہ وبحمدہ کہا کریں جب آپ ﷺ نیند سے اٹھیں، اپنی مجلس سے اٹھیں اور رات کو اٹھیں۔ (ایسر التفاسیر: 1538)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب نماز شروع کرتے تو آپ ﷺ کہتے: ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ ''میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ، بہت بابرکت ہے نام تیرا اور بہت بلند ہے شان تیری۔ اور نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا۔'' (ابوداؤد: 776)

(6) سیدنا ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے آخری ایام میں جب کسی مجلس سے اٹھتے تو یہ کلمات پڑھتے تھے: ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔'' ایک آدمی نے آپ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ یہ کلمات کہتے ہیں جو پہلے نہیں کہا کرتے تھے (اس کی کیا وجہ ہے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ دعا اس چیز کے کفارے کے لیے ہے جو مجلس میں ہو جاتی ہے۔'' (ابوداؤد:4859)

(7) آیت کریمہ میں رات کے قیام کا ذکر ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ جب آپ ﷺ نماز پنجگانہ کے لیے کھڑے ہوں اور اس کی دلیل اگلی آیت ہے۔

ع 2 21 4

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ﴾

''اور رات کو بھی اس کی تسبیح کریں اور ستاروں کے جانے کے بعد بھی'' (49)

سوال: رات میں تسبیح کے حکم کی وضاحت ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ﴾ ''اور رات کو بھی اس کی تسبیح کریں'' یعنی رات کے وقت اس کی پاکی بیان کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، قرآن مجید کی تلاوت کرو، اس کا ذکر کرو اور نماز پڑھو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بے دار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کر دے۔'' (بنی اسرائیل:79)

(2) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص رات کو بیدار ہو کر یہ دعا کرے ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کے لیے ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی ہمت'' پھر یہ پڑھے ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ﴾ ''اے اللہ! میری مغفرت فرما'' (یا یہ کہا کہ) کوئی دعا کرے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر اگر اس نے وضو کیا اور نماز پڑھی تو نماز بھی مقبول ہوگی۔'' (بخاری:1154)

(3) ﴿وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ﴾ ''اور ستاروں کے جانے کے بعد بھی'' یعنی رات کے آخری حصے میں اور اس میں فجر کی نماز داخل ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اٰيَاتُهَا 62 | 53 - سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ - 23 | رُكُوْعَاتُهَا 3

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے تین رکوع اور 62 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 53 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 23 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی، سجدہ والی سورت ''سورۃ النجم'' ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی تلاوت کے بعد) سجدہ کیا اور جتنے لوگ آپ کے پیچھے تھے سب ہی نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا، سوائے ایک شخص کے، میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی ہتھیلی میں مٹی اٹھائی اور اسی پر سجدہ کر لیا۔ بعد میں (بدر کی لڑائی میں) میں نے اسے دیکھا کہ کفر کی حالت میں وہ قتل کیا ہوا پڑا ہے۔ وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ (بخاری: 4863)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى﴾

''قسم ہے تارے کی جب وہ گرے!'' (1)

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے پر اللہ تعالیٰ نے جو قسم کھائی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى﴾ ''قسم ہے تارے کی جب وہ گرے!'' رب العزت نے ستارے کے ٹوٹنے کی یعنی اس وقت کی قسم کھائی ہے جب رات کے جانے اور دن کی روشنی پھیلنے کا وقت ہوتا ہے کیونکہ اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔

(2) نجم سے مراد ستاروں کی جنس ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ (۷۵) وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ (۷۶) اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ (۷۷) فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ (۷۸) لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۷۹) تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۸۰)﴾ ''پس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں! میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے گرنے کی جگہوں کی اور یقیناوہ اگر تم جانتے ہو تو واقعتا ایک بہت بڑی قسم ہے۔ یقینا وہ بلاشبہ قرآن ہے، بڑی عزت والا ہے۔ ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے۔'' (الواقعہ:75-80)

(4) رب العزت نے اس وحی کی صحت پر قسم کھائی ہے جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں۔

(5) وحی الٰہی اور ستاروں کے درمیان ایک عجیب مناسبت ہے۔ رب العزت نے ستاروں کو آسمان کی زینت کا سلسلہ بنایا اور وحی اور اس کے اثرات کو زمین کے لیے زینت کا سبب بنایا۔

(6) اگر انبیاء کی جانب وحی نہ آتی تو لوگ جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہوتے اور جہالت کی تاریکی رات کی تاریکی سے زیادہ گہری ہوتی ہے۔

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى﴾

''تمہارا ساتھی نہ ہی بھٹکا ہے اور نہ ہی بہکا ہے'' (2)

سوال: رسول اللہ ﷺ گمراہ ہیں اور نہ بہکے ہوئے، اس کی وضاحت ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ﴾ ''تمہارا ساتھی نہ ہی بھٹکا ہے'' ضلالت حق سے ہٹ جانے کو کہتے ہیں یعنی راستہ گم کر دینا جو جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جس امر پر قسم کھائی گئی ہے، وہ ہے رسول اللہ ﷺ کا اپنے علم میں ضلالت اور اپنے قصد میں گمراہی سے منزہ اور پاک ہونا اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ اپنے علم میں راست رو، راست کی طرف رہنمائی کرنے والے، حسن قصد رکھنے والے اور مخلوق کی خیر خواہی کرنے والے ہیں۔ اس کے برعکس فساد علم اور سوء قصد کا راستہ وہ ہے جس پر گمراہ لوگ گامزن ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2641)

(2) یعنی آپ ﷺ عیسائیوں کی طرح گمراہ نہیں ہیں۔

(3) ﴿صَاحِبُكُمْ﴾ یہ کہہ کر اس تعلق کو یاد دلایا گیا ہے کہ نبوت سے پہلے کے چالیس برس اُس نے تمہارے درمیان گزارے ہیں۔ اپنے ساتھی کے بارے میں تم بخوبی جانتے ہو۔ اُن کے اَخلاق و کردار کے تم خود گواہ ہو۔ تمہارا اُنہیں ''صادق'' اور ''امین'' کہنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ بے داغ کردار کے مالک ہیں۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور امانت کو واضح کیا گیا ہے کہ جس نے سچائی پر مبنی زندگی گزاری ہے اُس سے کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ اب وہ جھوٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بولے گا۔نہ وہ بہکا ہے نہ گمراہ ہوا ہے۔

(4)﴿وَمَا غَوٰى﴾''اور نہ ہی بہکا ہے''یعنی آپ ٹھیک صراط مستقیم پر چل رہے ہیں،نہ راستہ بھولے ہیں اور نہ راستے سے بہکے ہوئے ہیں۔

(5)یعنی آپ ﷺ یہودیوں کی طرح جان بوجھ کر حق کے خلاف چلنے والے نہیں ہیں۔آپ ﷺ کی شریعت معتدل اور سیدھی ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1949)

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾

''اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتا''(3)

سوال:رسول اللہ ﷺ خواہش نفس سے گفتگو نہیں فرماتے،اس کی وضاحت ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾''اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتا''یعنی آپ ﷺ اپنی خواہش نفس سے کلام نہیں کرتے۔

(2)یعنی آپ ﷺ کی بات کسی غرض یا خواہش پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ آپ ﷺ بلا کم وکاست وحی کے مطابق بات کرتے ہیں۔جو فرض آپ کے سپرد ہے۔اس کی تبلیغ فرماتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:2/1949)

(3)جو شخص خواہش نفس سے بات کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے پھر نبی ﷺ کیسے بات کر سکتے تھے؟ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾''اور خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔''(ص:26)

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾

''وہ صرف ایک وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے''(4)

سوال:رسول اللہ ﷺ کے کلام کے بارے میں رب العزت نے کیا گواہی دی ہے،اس کی وضاحت ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے گواہی دی ہے کہ آپ ﷺ وحی کے علاوہ کلام نہیں کرتے۔فرمایا:﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يُّوْحٰى﴾ ''وہ صرف ایک وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے'' یعنی آپ اسی ہدایت اور اپنے اور دیگر لوگوں کے بارے میں تقویٰ کی پیروی کرتے ہیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

(2) یہ آیت دلیل ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ بھی اللہ رب العزت کی جانب سے بھیجی گئی وحی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا۔'' (النساء:113)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کی غرض سے لکھ لیا کرتا تھا تو (بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ) تم جو کچھ بھی سنتے ہو اسے لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی ایک انسان ہیں، وہ غصے اور خوشی (دونوں حالتوں) میں گفتگو کرتے ہیں۔ چنانچہ اس پر میں لکھنے سے رک گیا، پھر بعد ازاں میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''لکھا کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری زبان سے سوائے حق کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔'' (ابوداؤد:3646)

(4) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''ایک شخص کی شفاعت کے ساتھ، جو نبی نہیں ہوگا، ربیعہ ومضر جیسے دو قبیلوں یا ان میں سے ایک قبیلے کے برابر لوگ جنت میں ضرور داخل ہوں گے۔'' ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ربیعہ کا تعلق بھی قبیلۂ مضر ہی سے نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں جو کچھ کہتا ہوں وہ (وحی الٰہی کی روشنی میں) کہتا ہوں۔'' (مسند احمد:22278)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یوں روایت کیا کہ ایک آدمی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! بتایئے اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں اور میں صبر کرنے والا، ثواب کی نیت رکھنے والا، آگے بڑھنے والا، پیٹھ نہ پھیرنے والا ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ میرے سب گناہ معاف کردے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' وہ شخص چلا گیا تو آپ ﷺ نے اسے پھر آواز دے کر بلایا اور فرمایا: ''مگر قرضہ معاف نہ ہوگا۔ جبریل نے ابھی مجھے اس طرح بتایا ہے۔'' (مسلم کتاب الامارۃ)

(6) نیز یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ اور اس کی شریعت کے بارے میں خبر دینے میں معصوم ہیں کیونکہ آپ کا کلام کسی خواہش نفس سے صادر نہیں ہوتا۔ یہ تو وحی الٰہی ہے جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2642/3)

(7) رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے مزاح اور خوش طبعی کے موقعوں پر بھی حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا تھا۔ (ترمذی، ابواب البر)

﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾

''اُس کو نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے تعلیم دی ہے'' (5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: رسول امین ﷺ کے معلم روح الامین ہیں، اس کی وضاحت ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾ ''اُس کو نہایت مضبوط قوتوں والے (فرشتے) نے تعلیم دی ہے'' یعنی جبرائیل جو روح الامین ہیں انہوں نے نبی ﷺ پر وحی نازل کی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (١٩) ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ (٢٠) مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (٢١)﴾ ''بلاشبہ یقیناً یہ ایک معزز پیغام پہنچانے والے کا قول ہے۔ جو قوت والا ہے، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔ وہاں اُس کی بات مانی جاتی ہے، امانت دار ہے۔'' (التکویر: 19-21)

(2) رسول امین ﷺ کے معلم روح الامین ہیں۔

(3) ﴿شَدِيْدُ الْقُوٰى﴾ ''مضبوط قوتوں والے'' یعنی سیدنا جبرائیل علیہ السلام ظاہری اور باطنی قوت والے ہیں۔ وہ اس حکم کو نافذ کرنے میں طاقت ور ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے۔ انہوں نے وحی کو شیاطین کے اچک لینے اور ان کی دخل اندازی سے محفوظ رکھا۔

(4) اللہ رب العزت نے وحی کی حفاظت کے لیے ایسے فرشتے کو بھیجا جو نہایت قوت والا اور امانت دار ہے۔

﴿ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى﴾

''جو بڑی طاقت والا ہے، چنانچہ وہ بلند ہوا'' (6)

سوال: ﴿ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذُوْ مِرَّةٍ﴾ ''جو بڑی طاقت والا ہے'' مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: وہ قوت والے ہیں یعنی جبرائیل علیہ السلام۔

(2) قتادہ نے کہا: وہ خلق حسن والے ہیں۔ (جامع البیان: 45/27) (3) یعنی وہ ظاہری اور باطنی حسن والے ہیں۔

(4) ﴿فَاسْتَوٰى﴾ ''چنانچہ وہ بلند ہوا'' یعنی جبرائیل علیہ السلام اپنی اس صورت میں جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں تخلیق کیا سیدھے کھڑے ہوئے۔

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ محمد ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا، ان کے چھ سو پر تھے۔ (بخاری: 4856)

(6) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ وحی بند رہنے کا تذکرہ کرتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک بار میں نے راستے میں چلتے چلتے آسمان سے ایک آواز سنی۔ نگاہ اٹھائی تو آسمان کی طرف اسی فرشتے کو دیکھا جو حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر (معلق) تھا۔ میں اتنا ڈر گیا کہ ڈر کے مارے زمین پر گر گیا پھر میں اپنے گھر آیا اور گھر والوں سے کہا: ''مجھے کمبل اوڑھا دو، کمبل اوڑھا دو'' چنانچہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے مجھے کمبل اوڑھا دیا۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ سے ﴿فَاهْجُرْ﴾ تک۔اس کے بعد وحی گرم ہوگئی، برابر لگاتار آنے لگی۔''(بخاری: کتاب التفسیر)

﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى﴾

''اس حال میں کہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا''(7)

سوال: ﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى﴾''اس حال میں کہ وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا''افق اعلیٰ سے مراد آسمان کا وہ کنارہ ہے جہاں سے صبح صادق نمودار ہوتی ہے اور سورج نکلتا ہے۔

(2)امام احمد نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل کو ان کی (اصلی) صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں اور ان میں سے ہر پر نے افق کو گھیر رکھا ہے، ان کے پر سے ایسے رنگا رنگ موتی اور یاقوت گرتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔یہ حدیث ایک دوسری سند کے ساتھ حسن ہے۔(مسند احمد:395/1)

﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾

''پھر وہ قریب آیا پس وہ اُتر آیا''(8)

سوال: ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ دَنَا﴾''پھر وہ قریب آیا''یعنی سیدنا جبرائیل علیہ السلام افق اعلیٰ سے آپ ﷺ کے قریب آئے اور وحی پہنچائی۔

(2)﴿فَتَدَلّٰى﴾''پس وہ اُتر آیا''یعنی وہ آپ ﷺ سے قریب ہوئے اور زیادہ قریب ہوئے۔(ایسر التفاسیر:1537)

﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾

''چنانچہ وہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے زیادہ قریب ہوگیا''(9)

سوال: ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَكَانَ﴾''چنانچہ وہ ہوگیا''یعنی سیدنا جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے قریب ہوگئے۔

(2)﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾''دو کمانوں کے برابر قریب ہوگیا''یعنی سیدنا جبرائیل علیہ السلام اور آپ ﷺ کے درمیان دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔(3)﴿اَوْ اَدْنٰى﴾''یا اس سے زیادہ قریب''یا اتنے قریب کہ یہ فاصلہ دو کمانوں سے بھی کم رہ گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ سے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی ایسی ملاقات ہوئی جس میں آپ ﷺ کے اور سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے درمیان کوئی واسطہ نہیں تھا۔

(5) سیدنا زر بن حبیش رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت ﴿فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ ''چنانچہ وہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے زیادہ قریب ہو گیا'' یعنی صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا تھا بلکہ اور بھی کم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل کی جو کچھ بھی نازل کیا کے متعلق بیان کیا کہ ہم سے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھا تھا ان کے چھ سو پر تھے۔ (صحیح بخاری: 4856)

﴿فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى﴾

''سو اُس نے اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف وحی کی جو کچھ بھی اُس نے وحی کی'' (10)

سوال: ﴿فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ﴾ ''سو اُس نے اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف وحی کی'' یعنی رب العزت نے اپنے بندے محمد ﷺ پر سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے توسط سے اور بلا واسطہ جو وحی کی وہ حق ہے۔

(2) ﴿مَاۤ اَوْحٰى﴾ ''جو کچھ بھی اُس نے وحی کی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی طرف جو احکامات بھیجے، پچھلی اقوام کی جو خبریں دیں، مستقبل کے بارے میں جو کچھ بتایا، جو شریعت دی، وہ سب حق ہے۔

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾

''دل نے جھوٹ نہیں بولا جو اُس نے دیکھا'' (11)

سوال: رسول اللہ ﷺ نے کیا دیکھا تھا جس میں دل نے جھوٹ نہیں ملایا، اس کی وضاحت ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾ ''دل نے جھوٹ نہیں بولا جو اُس نے دیکھا'' یعنی آپ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، آپ کے مبارک دل نے حق کو قبول کیا اور اسے ہی بیان کیا۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف جو وحی بھیجی، اس پر آپ کا قلب مبارک، آپ کی رویت، آپ کی سماعت اور آپ کی بصارت متفق تھے۔ یہ اس وحی کے کامل ہونے کی دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجی، نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ نے وحی کو اس طرح حاصل کیا کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہ تھا۔ آپ کی آنکھ مبارک نے جو کچھ دیکھا، آپ کے قلب مقدس نے اس کو نہیں جھٹلایا اور نہ اس میں کوئی شک ہی کیا۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ بڑی بڑی آیات الٰہی ہوں جو اس رات آپ کو دکھائی گئیں جس رات آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا، آپ کو اپنے قلب مبارک اور رؤیت کے ساتھ، اس کے حق ہونے کا یقین تھا، آیت کریمہ کی یہی تفسیر صحیح ہے۔ (تفسیر سعدی: 2643,2642/3)

(3) اس سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے ظاہری آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا ہے بلکہ آپ ﷺ نے اپنے قلب مبارک سے اپنے رب کو دیکھا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾ اور ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے رب تعالیٰ کا اپنے دل کے ساتھ دو مرتبہ دیدار کیا۔ (مسلم)

﴿اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى﴾

''کیا پھر تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟'' (12)

سوال: ﴿اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى﴾ ''کیا پھر تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے؟'' یعنی نبی ﷺ نے جو کچھ شب معراج میں دیکھا وہ حق ہے۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے وحی لانے والے فرشتے کو دیکھا اور تم نے اسے نہیں دیکھا۔ ایک ایسا شخص جو نہ کسی کے بارے میں جانتا ہے اور نہ اُس نے کسی چیز کو دیکھا ہے، اُس کی بات معتبر ہے یا اس کی جس نے سب کچھ دیکھ رکھا ہے اور وہ جانتا ہے؟ یقیناً گواہی اُسی کی معتبر ہے جو یقینی علم رکھتا ہے یعنی محمد رسول اللہ ﷺ۔ اس لئے اب فیصلہ ہو گیا اور جھگڑے کی کوئی بات ہی نہیں رہ گئی۔

(3) اس بنیاد پر بہت سے علماء رسول اللہ ﷺ کے لیے دنیا میں دیدار الٰہی کو ثابت کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس سے مراد سیدنا جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ آپ ﷺ نے دو مرتبہ انہیں دیکھا۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو سراپا نور ہے، میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟'' (مسلم: 443)

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾

''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُس (رسول) نے ایک مرتبہ اور بھی اُسے (جبریل) اُترتے ہوئے دیکھا تھا'' (13)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: رسول اللہ ﷺ نے دوسری بار کس موقع پر جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ ''حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُس (رسول) نے ایک مرتبہ اور بھی اُسے (جبریل) اُترتے ہوئے دیکھا تھا'' یعنی نبی ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو دوسری بار بھی اپنی طرف اترتے دیکھا تھا۔

(2) دوسری بار شب معراج میں دیکھا تھا پہلی بار غار حرا میں ابتدائے نبوت میں۔ (تفسیر مراغی: 320/9)

(3) مسروق سے روایت ہے کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اے ایمان والوں کی ماں! کہ محمد ﷺ نے معراج کی رات میں اپنے رب کو دیکھا تھا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم نے ایسی بات کہی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کیا تم ان باتوں سے بھی ناواقف ہو؟ جو شخص بھی تم میں سے یہ تین باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہو کہ محمد ﷺ نے شب معراج میں اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے۔ پھر انہوں نے آیت ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ ''نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے اور وہ نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے'' (الانعام: 103) سے لے کر ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾ ''اور کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کے پیچھے سے'' (الشوریٰ: 51) تک کی تلاوت کی اور کہا کہ کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بات کرے سوا اس کے کہ وحی کے ذریعہ ہو یا پھر پردے کے پیچھے سے ہو اور جو شخص تم سے کہے کہ نبی ﷺ آنے والے کل کی بات جانتے تھے وہ بھی جھوٹا ہے۔ اس کے لئے انہوں نے ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا﴾ یعنی ''اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔'' (لقمان: 34) کی تلاوت فرمائی اور جو شخص تم میں سے کہے کہ نبی ﷺ نے تبلیغ دین میں کوئی بات چھپائی تھی وہ بھی جھوٹا ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچا لے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (المائدہ: 67) ہاں نبی ﷺ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا تھا۔ (صحیح بخاری: 4855)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى﴾

''انتہائی حد کی بیری کے پاس''(14)

سوال: معراج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو کہاں دیکھا تھا، اس کی وضاحت ﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ نے دوسری مرتبہ لیلۃ المعراج میں سیدنا جبریل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا تھا۔

(2) ﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى﴾ ''انتہائی حد کی بیری کے پاس'' سدرہ المنتہیٰ عرش کے دائیں طرف ہے۔ کوئی فرشتہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ (ایسر التفاسیر: 1539)

(3) سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر بیری کا بہت بڑا درخت ہے اور اسے سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہا جاتا ہے کہ زمین سے جو چیز اوپر کی طرف عروج کرتی ہے، اس کے پاس آ کر رک جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحی وغیرہ نازل ہوتی ہے یہاں آ کر ٹھہر جاتی ہے۔ یا اس بنا پر اسے سدرۃ المنتہیٰ کہا جاتا ہے کہ یہ مخلوقات کے علم کی انتہائی حد ہے، نیز اس نام سے موسوم کیے جانے کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ آسمانوں اور زمین کے اوپر واقع ہے اور سدرۃ المنتہیٰ اس کی بلندی کی انتہا ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی سبب ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم (تفسیر سعدی: 2643/3)

(4) امام احمد نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''میں نے سیدنا جبریل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔'' عاصم سے پروں کی بابت پوچھا تو انہوں نے جواب دینے سے انکار کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے ان کے بعض شاگردوں نے بتایا کہ ایک پر مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔ امام احمد نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو بھی روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جبرائیل میرے پاس ایسے سبز لباس میں آئے جسے موتی لگے ہوئے تھے۔'' (مسند احمد: 407/1)

﴿عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى﴾

''اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے''(15)

سوال: ﴿عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى﴾ ''اسی کے پاس ہمیشہ رہنے کی جنت ہے'' جنت الماویٰ کے پاس نبی ﷺ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا۔

(2) وہ بلند روحوں، شہدا، متقین اور اولیاء کا مقام ہے جو پاک ہے، جہاں شیاطین اور خبیث روحیں نہیں جا سکتیں۔

﴿اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی﴾

''جب کہ سدرہ (بیری) کو ڈھانپ رہا تھا وہ جو ڈھانپ رہا تھا'' (16)

سوال: ﴿اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی﴾ ''جب کہ سدرہ (بیری) کو ڈھانپ رہا تھا وہ جو ڈھانپ رہا تھا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے نور میں سے تھا جو چھا رہا تھا۔ (ایسر التفاسیر: 1539)

(2) اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک عظیم چیز نے اسے ڈھانپ رکھا تھا جس کی صفت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو (معراج کے لئے) سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا جو کہ چھٹے آسمان میں واقع ہے۔ زمین سے اوپر چڑھنے والی چیز اور اوپر سے نیچے آنے والی چیز یہاں آ کر رک جاتی ہے۔ پھر اسے لے جایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی﴾ ''جب کہ سدرہ (بیری) کو ڈھانپ رہا تھا وہ جو ڈھانپ رہا تھا'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یعنی سونے کے پتنگے۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا کی گئیں: (i) پانچ نمازیں۔ (ii) سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں۔

(iii) اور آپ ﷺ کی امت میں ہر ایک ایسے آدمی کو بخش دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔ (صحیح مسلم: 431)

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی﴾

''نگاہ نہ ہی اِدھر اُدھر ہوئی اور نہ ہی وہ حد سے بڑھی'' (17)

سوال: رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کی نگاہوں کی کیا تعریف فرمائی ہے، اس کی وضاحت ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ﴾ ''نگاہ نہ ہی اِدھر اُدھر ہوئی'' یعنی نگاہ اپنے مقصد سے نہیں ہٹی۔

(2) ﴿وَمَا طَغٰی﴾ ''اور نہ ہی وہ حد سے بڑھی'' اور نہ اپنے مقصود و مطلوب سے آگے بڑھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) رب العزت نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی نگاہیں نہ حد سے بڑھیں، نہ دائیں بائیں ہوئیں، نہ بلند ہوئیں۔ جو حد آپ ﷺ کے لئے مقرر کی گئی تھی اسی کے اندر رہیں۔

(4) یہ رسول اللہ ﷺ کا کمال ادب ہے کہ آپ اس مقام پر کھڑے رہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھڑا کیا، آپ اس مقام سے پیچھے ہٹے نہ اس سے تجاوز کیا اور نہ ادھر ادھر انحراف ہی کیا۔ یہ کامل ترین ادب ہے جس میں آپ اولین و آخرین پر فوقیت لے گئے۔ مندرجہ ذیل امور میں سے کسی ایک پر عمل کرنے سے کمال ادب میں خلل واقع ہوتا ہے۔

(i) بندہ ان امور پر قائم نہ رہے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔

(ii) اس میں کوتاہی کرے۔ (iii) اس میں افراط سے کام لے۔

(iv) اس پر قائم رہتے ہوئے دائیں بائیں التفات کرے۔ مذکورہ تمام امور میں سے ایک بھی نبی ﷺ کے اندر موجود نہ تھا۔ (تفسیر سعدی: 2644,2643/3)

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾

''بلاشبہ یقیناً اُس نے اپنے رب کی کچھ بہت بڑی نشانیاں دیکھیں'' (18)

سوال: رسول اللہ ﷺ نے معراج میں بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ ... الْكُبْرٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس نے اپنے رب کی کچھ بہت بڑی نشانیاں دیکھیں'' یعنی نبی ﷺ نے معراج کی رات بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کیا جن میں آیات الٰہی، جنت، جہنم وغیرہ شامل ہیں۔ سفر معراج کے لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ''پاک ہے وہ (اللہ) جو اپنے بندے کو ایک رات مسجدِ حرام سے دور کی اس مسجد تک لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے تاکہ ہم اُسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بلاشبہ وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل: 1)

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے لیے براق لایا گیا۔ براق ایک سفید لمبا گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا جانور ہے۔ منتہائے نگاہ تک اپنے پاؤں رکھتا ہے۔ میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا اور اسے اس حلقہ سے باندھا جس سے دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے جانور باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں داخل ہوا۔ میں نے اس میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر میں نکلا تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام دو برتن لائے، ایک برتن میں شراب اور دوسرے برتن میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ کو پسند کیا۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے: آپ ﷺ نے فطرت کو پسند کیا۔ پھر سیدنا جبرائیل علیہ السلام ہمارے ساتھ آسمان کی طرف چڑھے۔ فرشتوں سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو فرشتوں نے پوچھا: آپ کون؟ کہا: سیدنا جبرائیل علیہ السلام۔ کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ فرشتوں نے پوچھا: کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو ہم نے سیدنا آدم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں دوسرے آسمان کی طرف چڑھایا گیا تو فرشتوں سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پھر پوچھا آپ کون؟ کہا: سیدنا جبرائیل علیہ السلام اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ انہوں نے پوچھا: کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے دونوں خالہ زاد بھائیوں سیدنا عیسیٰ ابن مریم اور سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو دیکھا۔ دونوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر سیدنا جبرائیل علیہ السلام ہمارے ساتھ تیسرے آسمان پر گئے تو دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ کہا: جبرائیل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ فرشتوں نے پوچھا: کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن کا آدھا حصہ عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔ دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ کہا: جبرائیل علیہ السلام۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ فرشتوں نے پوچھا: کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھلا تو میں نے سیدنا ادریس علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ سیدنا ادریس علیہ السلام کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ ''اور ہم نے اُسے بہت عالی مقام تک بلند کیا'' (مریم:57) پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔ جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ کہا: جبرائیل علیہ السلام۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ پوچھا گیا: کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا: ہاں بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا تو میں نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔ جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا: کون؟ کہا: جبرائیل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ پھر پوچھا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں بلائے گئے ہیں۔ ہمارے لیے دروازہ کھولا تو میں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف چڑھایا گیا۔ جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کا کہا تو فرشتوں نے پوچھا: کون؟ کہا: جبرائیل علیہ السلام۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں ان کو بلانے کا حکم ہوا ہے پھر ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور کی طرف پشت کیے اور ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا اور بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور انہیں دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملتا (فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے) پھر سیدنا جبرائیل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے گئے۔ اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح بڑے بڑے تھے اور اس کے پھل بیر جیسے اور بڑے گھڑے کے برابر تھے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب اس درخت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈھانکا گیا تو اس کا حال ایسا پوشیدہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اس کے حسن (خوبصورتی) کو بیان کر سکے پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی۔ ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ پھر وہاں سے واپس سیدنا موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا: آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: ''پچاس نمازیں دن رات میں۔'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے رب کے پاس واپس جا کر ان سے کم کا سوال کریں۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کی امت میں اتنی طاقت نہ ہو گی کیونکہ میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا اور آزما چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے پھر واپس جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میری امت پر تخفیف فرما دیں تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ میں پھر واپس آ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ ﷺ کی امت میں اس کی بھی طاقت نہیں۔ اپنے رب کے پاس جا کر ان میں تخفیف کا سوال کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس طرح اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور موسیٰ کے پاس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آتا جاتا رہا اور پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اور ہر نماز کا ثواب اب دس نمازوں کے برابر ہے۔ اس طرح (ثواب کے اعتبار سے) پچاس نمازیں ہو گئیں اور جو آدمی کسی نیک کام کا ارادہ کرے مگر اس پر عمل نہ کر سکے تو میں اسے ایک نیکی کا ثواب عطا کروں گا اور جو آدمی برائی کا ارادہ کرے لیکن اس کا ارتکاب نہ کرے تو اس کے نامہ اعمال میں یہ برائی نہیں لکھی جاتی اور اگر برائی اس سے سرزد ہو جائے تو میں اس کے نامہء اعمال میں ایک ہی برائی لکھوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں پھر واپس سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف کا سوال کریں۔ تو رسول اللہ ﷺ فرمایا: ''میں اپنے پروردگار کے پاس (اس سلسلہ میں) بار بار آ جا چکا ہوں۔ یہاں تک کہ اب مجھے اس کے متعلق اپنے اللہ (عزوجل) کی بارگاہ میں عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔'' (مسلم:411)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں جنت کی سیر کر رہا تھا کہ ایک نہر میرے سامنے لائی گئی، اس کے دونوں طرف موتیوں کے خیمے تھے۔ میں نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے۔ پھر انہوں نے ہاتھ ڈالا اور اس کی مٹی نکالی تو وہ مشک تھی۔ پھر میرے لیے سدرۃ المنتہیٰ کو بلند کیا گیا اور میں نے اس پر ایک بڑا نور دیکھا۔'' (ترمذی:3360)

﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى﴾

''کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا؟'' (19)

سوال: بتوں کے پجاریوں کی جو تردید کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی یعنی ہدایت اور دین حق کا ذکر فرمانے کے بعد مشرکوں کے غلط عقائد کے باطل ہونے کو واضح فرمایا: ﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى﴾ ''کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا؟'' یعنی وہ ہستیاں جو محض نام ہیں، جن کی تم عبادت کرتے ہو، جن کے اندر اور کوئی کمال نہیں، جو نہ نفع دے سکتی ہیں اور نہ نقصان، جن کو مشرکوں کے آباؤ اجداد نے اپنی طرف سے خدا بنا لیا ہے۔ ان کے لیے نام بھی انہوں نے خود تجویز کیے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لات اور عزیٰ کے حال میں کہا کہ ''لات'' ایک شخص کو کہتے تھے جو حاجیوں کے لیے ستو گھولتا تھا۔ (بخاری:4859) جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی قبر کو عبادت گاہ بنا لیا۔ پھر اس کے مجسمے اور بت بنا لیے گئے۔ یہ بنو ثقیف کا سب سے بڑا بت تھا۔

(3) عُزّیٰ قریش اور بنو کنانہ کا خاص معبود تھا۔ غزوہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے کہا: ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا جواب دو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا جواب دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و مددگار ہے اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔'' (بخاری:4043)

(4) یہ مشرکین کو ان کے عقیدے کے ناقص ہونے کا احساس دلانے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تو یہ شان ہے جس نے اپنے پیغمبر کو آسمانوں پر بلا کر اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ وہی ربّ اُن پر وحی بھی نازل کرتا ہے اور دوسری طرف جن کی تم عبادت کرتے ہو، کیا ان کے اندر بھی ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں؟

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص قسم کھائے اور کہے کہ قسم ہے لات اور عزیٰ کی تو اسے تجدید ایمان کے لئے کہنا چاہئے (لا الہ الا اللہ) اور جو شخص اپنے ساتھی سے یہ کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اسے صدقہ دینا چاہئے۔'' (صحیح بخاری:4860)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہو ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دو اور (شیطان سے) اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔'' (نسائی:3803)

﴿وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى﴾

''اور ایک تیسری منات کو؟'' (20)

سوال: ﴿وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى﴾ ''اور ایک تیسری منات کو؟'' منات ایک بت تھا جو قدید کے پاس مکہ اور مدینہ کے درمیان متصل تھا۔ جاہلیت میں اوس اور خزرج اس کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور یہیں سے بیت اللہ کے حج کے لیے احرام باندھا کرتے تھے۔ یہ ان کا میقات تھا۔ (مختصر ابن کثیر:2/1953)

(2) عروہ نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ منات بت کے نام پر احرام باندھتے جو مقام مشلل میں تھا، وہ صفا اور مروہ کے درمیان (حج وعمرہ میں) سعی نہیں کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ ''بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں'' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان طواف کیا اور مسلمانوں نے بھی طواف کیا۔ سفیان نے کہا کہ ''مناۃ'' مقام قدید پر مشلل میں تھا اور عبدالرحمٰن بن خالد نے بیان کیا کہ ان سے ابن شہاب نے، ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اسلام سے پہلے انصار اور غسان کے لوگ منات کے نام پر احرام باندھتے تھے، پہلی حدیث کی طرح۔ اور معمر نے زہری سے بیان کیا، ان سے عروہ نے، ان سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ قبیلہ انصار کے کچھ لوگ منات کے نام کا احرام باندھتے تھے۔ منات ایک بت تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان رکھا ہوا تھا (اسلام لانے کے بعد) ان لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم منات کی تعظیم کے لیے صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہیں کیا کرتے تھے۔ (بخاری:4861)

﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى﴾

''کیا تمہارے لیے لڑکے ہوں اور اُس کے لیے لڑکیاں؟'' (21)

سوال: مشرکین اپنے لیے بیٹے پسند کرتے تھے اور رب کے نام بیٹیاں منسوب کرتے تھے، اس کی وضاحت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى﴾ ''کیا تمہارے لیے لڑکے ہوں اور اُس کے لیے لڑکیاں؟'' یعنی تم اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے ہو اور جن کی پیدائش پر تمہارے اوسان خطا ہو جاتے ہیں وہ بیٹیاں رب کے نام منسوب کرتے ہو۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (۵۸) يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (۵۹)﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں، پاک ہے اس کی ذات! اور ان کے لیے وہی ہیں جو وہ چاہتے ہیں اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی ہے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کیا ذلت کے باوجود ہی اُسے رکھ چھوڑے یا اُسے مٹی میں دبا دے؟ سن لو! بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔'' (النحل:57-59)

(2)﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا﴾ ''کیا پھر تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں کے لیے منتخب کیا ہے؟ اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا؟ بلاشبہ تم یقیناً بہت بڑی بات کہتے ہو۔'' (بنی اسرائیل:40)

﴿تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾

''تب تو یہ بڑی ناانصافی کی تقسیم ہے'' (22)

سوال: مشرکوں کی تقسیم ظالمانہ ہے، اس کی وضاحت ﴿تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى﴾ ''تب تو یہ بڑی ناانصافی کی تقسیم ہے'' یعنی اگر تم آپس میں بھی ایسی تقسیم کرو تو یہ ظالمانہ تقسیم ہے اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ خالق کے مقابلے میں مخلوق کو افضل سمجھتے ہو؟ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بلند ہے ان باتوں سے جو ظالم کہتے ہیں۔

﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ﴾

''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی نہیں

﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾

وہ پیچھے چلتے مگر وہم و گمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُن کے رب کی جناب سے اُن کے پاس ہدایت آچکی ہے'' (23)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال1: اللہ تعالیٰ نے بتوں کی حقیقت کیسے واضح فرمائی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنْ هِيَ ... الْهُدٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے: ﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ﴾ "یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے" یعنی یہ تو چند نام ہیں لات، منات، عزیٰ، جن کی کوئی حقیقت نہیں۔

(2) ﴿سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ﴾ "جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں" یعنی تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنی طرف سے نام گھڑے ہیں ورنہ وہ دیویاں معبود نہیں ہیں۔

(3) ﴿مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ "ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی" یعنی تمہارے مذہب کے اور تمہارے معبودوں کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں ہے اور ہر وہ امر جس پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ ہو وہ فاسد اور باطل ہوتا ہے، اسے دین نہیں بنایا جا سکتا۔

(4) ﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ "نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم و گمان کے" یعنی مشرک محض وہم و گمان، خیال آرائیوں، جہالت اور جھوٹ کی بنیاد پر بتوں کی بندگی کرتے ہیں۔

(5) ﴿وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ﴾ "اور جو ان کے دل چاہتے ہیں" یعنی ان کی دلیل ان کی خواہش نفس ہے۔

(6) ان کے مشرکانہ عقائد، بدعات اور نظریات کی دلیل خواہش نفس ہے جو علم اور ہدایت کی کمی کی دلیل ہے۔ محض وہم و گمان سے خواہش نفس کی پیروی کو دین بنوا رہے ہیں۔

(7) ان کے مذہب کی غرض و غایت محض گمان کی پیروی ہے جو سفاہت اور ظلم ہے۔

(8) ﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ "حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُن کے رب کی جناب سے اُن کے پاس ہدایت آ چکی ہے" یعنی محمد ﷺ نے تمہیں سیدھا راستہ بتا دیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے، وہ ایک ہے، اس نے تمہیں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

(9) وہ ہدایت جو محمد ﷺ تمہیں دیتے ہیں وہ تمہارے رب کی جانب سے ہے۔ اس لیے اپنے مقصد زندگی کو پورا کرو۔ تم نے لوٹ کر رب کے پاس ہی جانا ہے۔

سوال2: رسول اللہ ﷺ نے نفس کے شر سے بچنے کے لیے کون سی دعائیں سکھائیں؟

جواب:(1) نبی ﷺ اپنے اکثر خطبات کے آغاز میں نفس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے آپ ﷺ کے الفاظ ہیں کہ: ﴿وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا﴾ "کہ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شر سے اور اپنے برے اعمال کے شر سے۔" (نسائی:1405)

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: "کون سا مانع ہے جو تجھے میری وصیت نہیں سننے دیتا؟ تو صبح و شام یہ دعا پڑھا کر: ﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ، وَأَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ، وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ أَبَدًا﴾ "اے زندہ رہنے والے! اپنے بل پر قائم رہ کر اپنے ماسوا چیزوں کی حفاظت کرنے والے! میں تیری رحمت کے ذریعے تجھے مدد کے لیے پکارتی ہوں (پکارتا ہوں)، تو میرے تمام معاملات کو سنوار دے اور مجھے لمحہ بھر کے لیے بھی میرے سپرد نہ کر۔" (صحیحہ:227)

﴿اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى﴾

"یا انسان کے لیے وہی ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے؟" (24)

سوال: نیکی محض دعوے سے حاصل نہیں ہوتی، اس کی وضاحت ﴿اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى﴾ "یا انسان کے لیے وہی ہے جس کی وہ خواہش کرتا ہے؟" یعنی تم جھوٹی آرزوں میں گم ہو، خود فریبی میں مبتلا ہو، نیکی کے دعوے سے نیکی پر ثواب نہیں ملتا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اس کی بات کو رد کیا ہے جو سمجھتا ہے کہ اس کی آرزوئیں پوری ہونے والی ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ "نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی بھی برا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔" (النساء:123)

﴿فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى﴾

"سو آخرت اور دنیا تو بس اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں" (25)

سوال: دنیا اور آخرت میں کلی اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى﴾ "سو آخرت اور دنیا تو بس اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں" یعنی دنیا اور آخرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔

ع 1 25 5

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) جس کے ہاتھ میں دنیا و آخرت کے اختیارات ہیں، اس کی چاہت کے مطابق ہی سب کچھ ہوگا۔ تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک وہ نہ چاہے۔ (3) اللہ تعالیٰ کا حکم ان کی آرزوؤں اور خواہشات کے تابع نہیں ہے۔

(4) تمہاری آرزو یہ ہے کہ تمہارے معبود ایسے ہوں جو تم پر کوئی پابندی نہ لگائیں تو کیا یہ تمہاری تمنا پوری ہو سکتی ہے؟

(5) کیا تمہیں یہ حق حاصل ہے کہ جسے چاہو معبود بنالو؟ کیا معبود کے لیے بھی انتخاب ہوگا؟

﴿وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی مگر اُس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾

جس کے لیے چاہے اور پسند کرے'' (26)

سوال: اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَ كَمْ ... وَيَرْضٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا﴾ ''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی کام نہیں آسکتی'' جو لوگ فرشتوں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے روز ان کی سفارش کریں گے تو وہ جان لیں آسمان میں بے شمار فرشتے ہیں جو شفاعت کر ہی نہیں سکتے اگر اللہ تعالیٰ انہیں اجازت نہ دے۔

(2) ﴿اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾ ''مگر اُس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور پسند کرے'' شفاعت کی اجازت اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ ''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اُس کی جناب میں سفارش کرے۔'' (البقرہ:251)

(3) ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ ''اور اُس کے پاس کوئی شفاعت کام نہیں آئے گی مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔'' (سبا:23) (4) جب بڑے فرشتوں کا یہ حال ہے تو بتوں پر کیوں فخر کرتے ہو؟

(5) شفاعت کے لیے دو شرائط کا مجتمع ہونا ضروری ہے: (i) شفاعت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت کا ہونا۔ (ii) جس کی شفاعت کی جارہی ہو، اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ہونا۔ یہ امر متحقق ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور صاحب شریعت ﷺ کے طریقے کے موافق ہو۔ چنانچہ مشرکین شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے بہرہ مند نہیں ہو سکیں گے کیونکہ انہوں نے خود ہی اپنے اوپر، سب سے رحیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رحمت کے دروازے بند کر لیے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2646)

(6)﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ﴾ ''وہ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لیے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔'' (انبیاء:28)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى﴾

''یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، بلاشبہ وہ فرشتوں کے عورتوں کے سے نام رکھتے ہیں'' (27)

سوال: فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے پر مشرکین کی جو تردید کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... الْاُنْثٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات پر تردید فرمائی ہے کہ انہوں نے فرشتوں کے عورتوں جیسے نام رکھے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس اولاد سے پاک ہے۔ (المصباح المنیر :6/621) رب العزت نے فرمایا: (2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ ''یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے'' شرک کرنے والے آخرت پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ وہ رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتے ہیں۔

(3) ﴿لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى﴾ ''بلاشبہ وہ فرشتوں کے عورتوں کے سے نام رکھتے ہیں'' وہ کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ انہوں نے فرشتوں کو خدائی اختیارات دے کر ان کی پرستش شروع کر دی اور یہ نتیجہ نکالا کہ وہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کر سکتے ہیں اور اگر قیامت آئی تو وہ سفارش کر کے ہمیں بچا لیں گے۔ انہوں نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد بنایا تو ان کی عزت نہیں کی۔

(4) وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی وحی کا، رسولوں کی دی ہوئی تعلیم کا علم نہیں رکھتے۔ وہ عقل اور فطرت سے بھی راہ نمائی نہیں لیتے۔

(5) اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنم دیا اور نہ اسے کسی نے جنم دیا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

(6) فرشتے اللہ تعالیٰ کے معزز اور مقرب بندے ہیں جو اس کی اطاعت پر مامور ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔'' (التحریم:6)

﴿وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾

''حالانکہ اُنہیں اُس کا کوئی علم نہیں، وہ محض اپنے ہی گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور بلاشبہ گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا'' (28)

سوال: فرشتوں کے نام کس بنیاد پر رکھے جاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَا لَهُمْ ... شَيْئًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ فرشتوں کے نام رکھنے کی کوئی بنیاد نہیں، ان کے پاس کوئی علم نہیں، وہ گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

(2) ﴿وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ﴾ ''حالانکہ اُنہیں اُس کا کوئی علم نہیں'' یعنی ان کے پاس شرک کی کوئی دلیل نہیں۔ ان کے پاس نہ کتاب کا علم ہے نہ نبی کی ہدایت ہے اور نہ عقل اور فطرت کی کوئی دلیل ہے۔

(3) ﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ ''وہ محض اپنے ہی گمان کے پیچھے چلتے ہیں'' مشرک صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں کیونکہ انہیں حق سے، اس کی اتباع سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ ان کا مقصد تو صرف خواہشات کی پیروی کرنا ہے۔

(4) ﴿وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ ''اور بلاشبہ گمان حق کی جگہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا'' گمان حق کے مقابلے میں کوئی کام اس لیے نہیں دیتا کیونکہ گمان کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوتی اور حق کے لیے ایسا یقین ہونا ضروری ہے جس کے لیے روشن دلائل ہوں۔

﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾

''چنانچہ اس سے منہ پھیر لو جو ہماری نصیحت سے منہ موڑتا ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتا'' (29)

سوال 1: اہل باطل سے اعراض کے حکم کی وضاحت ﴿فَاَعْرِضْ ... الدُّنْيَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا﴾ ''چنانچہ اس سے منہ پھیر لو جو ہماری نصیحت سے منہ موڑتا ہے'' یعنی آپ ان سے منہ موڑ لیں جنہوں نے حق سے منہ موڑا ہے اور اسے چھوڑ دیا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿عَنْ ذِكْرِنَا﴾یعنی قرآن اور ہماری عبادت سے۔(ایسر التفاسیر)

(3)ذکر سے مراد قرآن کریم بھی ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی اور رسول اللہ کی زبان سے حق کی دعوت بھی گویا ایسے شخص نے نفع مند علم سے منہ موڑ لیا۔

(4)﴿وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾''اور دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتا''یعنی جس کے ارادے کی انتہا دنیا ہے اس پر اپنا وقت ضائع نہ کریں۔(5)انسان صرف اسی چیز کے لیے عمل کرتا ہے جس کے لیے وہ ارادہ کرتا ہے۔

(6)ان کی کوشش،ان کی دوڑ دھوپ،دنیا کی لذتیں اور شہوات ہیں۔جہاں سے بھی اس مقصد کے حصول میں آسانی ہوگی یہ اسی طرف لپکیں گے۔

(7)رب العزت نے ان کی ذہنیت کو واضح فرمایا ہے:﴿وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾''اور انہوں نے کہا کہ زندگی تو بس ہماری دنیا کی زندگی ہے اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔'' (الانعام:29)اور یہ کہ رب العزت کا فرمان ہے:﴿اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾''کیا دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟'' (التوبہ:38)

سوال2:رسول اللہ ﷺ نے دنیا کی زندگی کو اپنا مقصد بنانے سے کیسے بچایا؟

جواب:(1)رسول اللہ ﷺ دنیا کی حقیقت کا احساس دلاتے تھے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''دنیا اس کا گھر ہے جس کا(آخرت میں)گھر نہ ہو اور دنیا اس کا مال ہے جس کا مال(آخرت میں)نہ ہو۔''(مسند احمد)

(2)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ)بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام آپ ﷺ کے دونوں طرف تھے۔آپ ﷺ نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا اسے مرا ہوا دیکھا۔آپ ﷺ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا:''تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا''صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:ہم میں کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے۔(کیونکہ یہ تو مردار ہے۔)آپ ﷺ نے فرمایا:''کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے؟''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:اللہ کی قسم!اگر یہ(بھیڑ کا بچہ)زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے(اسے کون لے گا؟)آپ ﷺ نے فرمایا:''اللہ کی قسم!اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے کہ جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔''(مسلم:7418)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۪﴾

''یہ اُن کے علم کی حد ہے، بلاشبہ آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے

﴿وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى﴾

اور وہی خوب جانتا ہے کہ راہِ راست پر کون ہے؟'' (30)

سوال 1: دنیا پرستوں کے علم کی انتہا کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾ ''یہ اُن کے علم کی حد ہے'' یعنی ان کے علم کا مقصد اور منتہا یہی ہے کہ وہ دنیا طلب کریں۔ یہی لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہ ایسے علوم حاصل کرتے ہیں جس کی وجہ سے زیادہ مال و دولت کما سکیں جب کہ اس کے مقابلے میں عقل مند لوگوں کی ہمتیں اور ارادے آخرت کے لیے رہتے ہیں اور وہ قرآن وسنت جیسے افضل علوم حاصل کرتے ہیں۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی مجلس سے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے: ﴿اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا﴾ ''اے اللہ! ہمارا سب سے بڑا مقصود اور ہمارے علم کی انتہا دنیا ہی کو نہ بنا دینا۔'' (ترمذی: 3502)

سوال 2: اللہ تعالیٰ ہی گمراہوں اور ہدایت یافتہ لوگوں کو جانتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ رَبَّكَ ... اهْتَدٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۪ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى﴾ ''بلاشبہ آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ راہِ راست پر کون ہے؟'' یعنی اگر وہ یہ سمجھیں کہ وہی صحیح راستے پر ہیں تو یہ فیصلہ کرنا ان کا اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق کو بہتر طور پر جانتا ہے کہ ہدایت یافتہ کون ہے اور گمراہ کون۔ وہ ساری کائنات کا خالق ہے جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے، جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا

''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ جنہوں نے برائیاں کیں اُنہیں اس کا بدلہ دے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾

جوانہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے" (31)

سوال: اللہ تعالیٰ ہی تمام دنیا کا خالق و مالک ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ ... بِالْحُسْنٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے" اللہ رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ وہی دنیا کا خالق و مالک ہے۔ وہی بادشاہ، اقتدار کا مالک ہے۔ وہ اپنی مخلوقات میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ وہ بندوں پر انصاف سے حکومت کرتا ہے۔ وہ شرعی احکام جاری کرتا ہے، ان پر اپنی تقدیر کو نافذ کرتا ہے۔ وہ فرماں بردار کو ثواب اور نافرمان کو عذاب دیتا ہے۔

(2) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ (۱) الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ (۲)﴾ "بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔" (الملک:2,1)

(3) ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا﴾ "تاکہ جنہوں نے برائیاں کیں انہیں اس کا بدلہ دے جو انہوں نے عمل کیا" اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اس لیے بنائی ہے تاکہ آخرت میں بروں کو ان کی برائی کا بدلہ دے۔

(4) ﴿وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ "اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے" اور اچھے لوگوں کو جنہوں نے اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور مخلوق کو نفع پہنچایا انہیں ان کی اچھائیوں کا بدلہ دے۔

(5) سب سے بڑا بدلہ اللہ تعالیٰ کی رضا، جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ "جن لوگوں نے نیکی کی اُن کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے اور اُن کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" (یونس:26)

(6) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۙ (۴۹) وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ (۵۰)﴾ "آپ میرے بندوں کو بتادیں بلاشبہ میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں اور یقیناً میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے۔" (الحجر:50,49)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ

''وہ لوگ جو کسی چھوٹے سے گناہ کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، یقیناً تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے،

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا

وہ تمہیں اُس وقت سے زیادہ جاننے والا ہے جب اُس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے،

تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ ع 2 6

سو اپنے نفس کی پاکیزگی کے دعوے نہ کرو، وہ زیادہ جاننے والا ہے، اس کو جس نے تقویٰ اختیار کیا'' (32)

سوال 1: محسنین کے اوصاف کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ ... اِلَّا اللَّمَمَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ﴾ ''وہ لوگ جو کسی چھوٹے سے گناہ کے سوا بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں'' اللہ رب العزت نے محسنین یعنی اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والوں کے اوصاف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے گناہوں سے بچتے ہیں۔ یعنی وہ گناہ جس پر کوئی حد ہو یا اس کے کرنے والے پر لعنت کی گئی ہو یا اس پر آخرت میں عذاب کی وعید دی گئی ہو۔

(2) یہ وہ لوگ ہیں جو حرام کام نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں سے اگر کوئی چھوٹا گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دیتا ہے اور ان پر پردہ ڈال دیتا ہے۔ (3) ﴿اَللَّمَمَ﴾ سے مراد ایسے چھوٹے گناہ ہیں جو بندہ بار بار نہیں کرتا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ ''اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دور کر دیں گے اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔'' (النساء:31)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں، بچتے رہو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی کی ناحق جان لینا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی میں سے بھاگ جانا، پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا۔'' (صحیح بخاری:2766)

سوال 2: توبہ کی ترغیب اور اپنے آپ کو پاک قرار دینے کی جو ممانعت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ رَبَّكَ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

...﴿بِمَنِ اتَّقٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس آیت میں توبہ کی ترغیب دی گئی ہے اور اپنے آپ کو پاک قرار دینے کی ممانعت کی گئی ہے۔

(2)﴿اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾ ''یقیناً تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے'' یعنی وہ گناہ گاروں کو وسعت سے معاف کرنے والا ہے جن کے گناہ فواحش اور کبائر تک نہیں پہنچتے۔(جامع البیان:73/27)

(3)اگر اللہ تعالیٰ کی مغفرت نہ ہوتی تو اس کے بندے ہلاک ہو جاتے۔اگر اس کا عفو نہ ہوتا تو زمین میں کوئی جاندار زندہ نہ بچتا۔

(4)اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ان احوال کا علم رکھتا ہے، حکمت الٰہی اور جودِ ربانی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اپنی رحمت و مغفرت، اپنے عفو و درگزر اور اپنے احسان سے ڈھانپ لے اور تم سے تمام جرائم اور گناہوں کو دور کر دے۔خاص طور پر جب کہ ہر وقت بندے کا مقصد اپنے رب کی رضا کا حصول ہو، ہر آن ایسے اعمال کی کوشش کرنا ہو جو اس کے قریب کرتے ہیں اور ایسے گناہوں سے فرار ہونا ہو جو اس کے آقا کی ناراضی کا باعث بنتے ہیں، پھر اس سے لغزش صادر ہو جائے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا کریم اور سب سے بڑا جواد ہے، وہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحیم ہے جتنی ماں اپنے بچے پر ہوتی ہے۔پس اس قسم کے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کی مغفرت کے قریب رہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام احوال میں اس کی دعائیں قبول کرے۔(تفسیر سعدی:2649,2648/3)

(5)رب العزت کا فرمان ہے:﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(الزمر:53)

(6)نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''پانچوں نمازیں، جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک، ان کے درمیان ہونے والے تمام (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ ہیں، اگر کبائر سے اجتناب کیا جائے۔''(صحیح مسلم:233)

(7)﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ﴾ ''وہ تمہیں اُس وقت سے زیادہ جاننے والا ہے جب اُس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے حالات خوب جانتا ہے۔اس نے تمہیں اور تمہاری جبلتوں کو پیدا کیا، وہ تمہاری سستی اور کمزوری کو، حرام کاموں کی طرف راغب کرنے والے جذبات کو خوب جانتا ہے۔وہ جانتا ہے تمہیں اس وقت سے جب سے اس نے تمہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمین سے نکالا ہے اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں تھے کہ تمہارے اندر کمزوری ہے۔

(8) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اور آپ ﷺ سچے تھے اور آپ ﷺ سے جو وعدہ کیا گیا وہ بھی سچا تھا: ''تم میں سے ہر ایک کا مادہ (نطفہ) اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس روز جمع کیا جاتا ہے۔ پھر چالیس دن تک وہ خون کی پھٹکی رہتا ہے۔ پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور اسے چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کے اعمال کیسے ہوں گے؟ رزق کتنا ہوگا؟ عمر کتنی ہوگی؟ اور آیا وہ نیک بخت ہوگا یا بدبخت؟ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے پھر (دنیا میں آنے کے بعد) تم میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جو زندگی بھر تک نیک کام کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ بہشت اس سے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جاتی ہے۔ پھر تقدیر کا لکھا اس پر غالب آجاتا ہے تو وہ کوئی دوزخیوں کا سا کام کر بیٹھتا ہے اور کوئی بندہ زندگی بھر برے کام کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ دوزخ اس سے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جاتی ہے پھر تقدیر کا لکھا غالب آتا ہے اور وہ بہشتیوں کا سا کام کرتا ہے۔ اور بہشت میں چلا جاتا ہے۔'' (بخاری کتاب بدء الخلق)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جنگ خیبر میں موجود تھے۔ جب آپ ﷺ نے اپنے ایک ساتھی (قزمان) کے حق میں فرمایا: جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا (لیکن حقیقتاً منافق تھا) کہ یہ شخص دوزخی ہے۔ یہ شخص خوب جم کر لڑا اور زخمی ہوا حتیٰ کہ بعض لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد مبارک سے متعلق شک پیدا ہونے لگا۔ پھر لوگوں نے اسے اس حال میں دیکھا کہ جب اسے زخموں سے زیادہ تکلیف ہوئی تو اس نے اپنی ترکش میں ہاتھ ڈال کر ایک تیر نکالا اور اس سے اپنی گردن کو زخمی کر کے خودکشی کر لی۔ یہ صورت حال دیکھ کر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بات سچی کی، اس شخص نے خودکشی سے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا۔ آپ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: ''اٹھ اور لوگوں میں منادی کر دے ''بہشت میں وہی جائے گا جو مومن ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت یہ ہے کہ وہ بدکار آدمی سے بھی اپنے دین کی مدد کرا دیتا ہے۔'' (بخاری کتاب المغازی)

(10) ﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ ''سو اپنے نفس کی پاکیزگی کے دعوے نہ کرو'' یعنی لوگوں کو اپنے نفس کی پاکیزگی کی خبریں نہ دو تاکہ لوگ تمہاری تعریف کریں۔

(11) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک کہتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور ان پر ایک دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (النساء:49)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12) محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام برہ رکھا تو زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع کیا ہے۔ میرا نام بھی برہ رکھا گیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''اپنی پاکی نہ جتایا کرو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے نیک کون ہے۔'' لوگوں نے کہا کہ پھر ہم اس کا نام کیا رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا نام زینب رکھو۔'' (مسلم:5609)

(13) ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ ''وہ زیادہ جاننے والا ہے اس کو جس نے تقویٰ اختیار کیا'' تزکیہ کی اصل تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کے تقویٰ کو زیادہ جانتا ہے۔ (14) جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اسے وہ خوب جانتا ہے۔

(15) تقویٰ کا مقام دل ہے، اللہ تعالیٰ اس سے مطلع ہے۔ دل کے اندر جو نیکی، بدی یا تقویٰ موجود ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے گا۔ رہے لوگ تو وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمھارے کسی کام نہیں آسکتے۔ (تفسیر سعدی:2649/3)

﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى﴾

''تو کیا آپ نے دیکھا اُس شخص کو جس نے منہ موڑا؟'' (33)

سوال: اطاعت سے منہ موڑنے والے کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑنے والے کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى﴾ ''تو کیا آپ نے دیکھا اُس شخص کو جس نے منہ موڑا؟'' یعنی کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس سے منہ پھیرا، جب کہ اسے اپنے رب کی عبادت کا اور توحید کا حکم دیا گیا تھا۔

(2) یعنی جس نے حق کی پیروی کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے سے انکار کیا۔ (تفسیر ابی السعود:169/6)

(3) مجاہد رحمہ اللہ اور ابن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب اس نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے دین محمدی کو قبول کیا۔ (تفسیر منیر:137/14)

(4) اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو دینِ اسلام کے راستے میں خرچ کرے پھر رُک جائے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا شخص قابلِ تعجب ہے۔

﴿وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى﴾

''اور اس نے تھوڑا سا دیا اور رُک گیا'' (34)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: بخیل کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہاں بخیل کی مذمت کی گئی ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى﴾ ''اور اس نے تھوڑا سا دیا اور رُک گیا'' اکدیٰ کدیہ سے مشتق ہے۔ کدیہ اس سخت پتھر کو کہا جاتا ہے جو کوئی کنواں یا بنیاد کھودتے ہوئے زمین میں نکل آئے اور کھدائی کے لئے رکاوٹ بن جائے۔ اس لئے اکدیٰ کے معنی یہ ہوئے کہ پہلے کچھ دیا پھر دینے سے رک گیا۔ (تفسیر معارف القرآن: 216/8)

(2) اگر اس کا نفس قلیل سے عمل پر آمادہ ہوا بھی تو اس پر قائم نہ رہا بلکہ اس نے بخل سے کام لیا اور اپنے ہاتھ کو روک لیا کیونکہ احسان اس کی عادت اور فطرت نہیں، اس کی فطرت تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی اور نیکی پر عدم ثبات ہے۔ بایں ہمہ وہ اپنے نفس کو پاک گردانتا ہے اور اسے وہ منزلت عطا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں کی۔ (تفسیر سعدی: 2651،2650/3)

(3) یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جس نے مال خرچ نہیں کیا اور بخیل بن گیا، کبھی کبھار تھوڑا سا دیا اور رک گیا۔

﴿اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى﴾

''کیا اُس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے؟'' (35)

سوال: ﴿اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى﴾ ''کیا اُس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے؟'' یعنی کیا بخیل کے پاس علم غیب ہے جس کی وجہ سے وہ مستقبل میں دیکھ رہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا تو فقیر ہو جاؤں گا؟ یہی ڈر تو ہے جس نے خرچ کرنے سے روک کر نیکیوں کا سلسلہ روکا ہوا ہے۔ صدقے کا سلسلہ دنیا کی محبت اور بخل کی وجہ سے رکتا ہے کیونکہ غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (۳۴) وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (۳۵) قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۶)﴾ ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا: ''یقیناً ہم اُس کا کفر کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے۔'' اور انہوں نے کہا: ''ہم مال اور اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ یقیناً میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور وہ تنگ بھی کر دیتا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (سبا: 34-36)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى﴾

''یا اُن باتوں کی اُسے خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے؟''(36)

سوال: ﴿اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ﴾''یا اُن باتوں کی اُسے خبر نہیں دی گئی'' کیا دعویٰ کرنے والے کو وہ خبریں نہیں پہنچیں؟

(2)﴿بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى﴾''جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے؟''یعنی جو کچھ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی اور اس میں یہ بھی ہے کہ ہر انسان اپنی کوشش کا بدلہ پائے گا۔

(3) یہ بات اس لئے کی گئی کہ جو آج بتایا جا رہا ہے وہی اُصولی دین ہے اور دین میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔(i) تمام رسول ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔(ii) دین کی دعوت میں کوئی فرق نہیں۔

﴿وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى﴾

''اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟''(37)

سوال: ﴿وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب :(1)﴿وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى﴾''اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟''یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کیسے دل کی خوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اس کی وحی پہنچائی، ساری آزمائشوں میں پورے اترے۔شریعت اور دین کے جن احکام کا حکم دیا گیا انہوں نے اس کی تعمیل کی۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴾''اور جب ابراہیم کو اُس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو اُس نے اُن سب کو پورا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''یقیناً میں تمہیں سب لوگوں کے لیے امام بنانے والا ہوں،''ابراہیم نے کہا:''اور میری اولاد میں سے بھی''؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا''(البقرہ:124)

(3)﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾''پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔''(النحل: 123)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾

''یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی'' (38)

سوال: قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اس کی وضاحت ﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ ''یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں یہ بھی ہے کہ ہر انسان اپنے کیے کا بدلہ پائے گا، کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اِنفرادی ذمہ داری کا اُصول رکھا ہے۔ ہر کوئی اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ کوئی شخص دوسرے گناہ گار کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اُٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو۔'' (فاطر:18)

﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾

''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی'' (39)

سوال 1: ہر کسی کو اس کی کوششوں ہی کا بدلہ ملے گا، اس کی وضاحت ﴿وَاَنْ ... سَعٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ ''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنی کوششوں کا بدلہ ملے گا جس طرح کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اسی طرح کسی کی نیکی کا ثواب نہیں ملے گا۔

(2) آخرت میں انسان کو اپنی محنت کا اجر ملے گا۔ یعنی ہر فرد جو نیک کام اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں کرے گا اُسی پر آخرت میں وہ اجر پائے گا۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''جس نے کوئی نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے بُرائی کی تو اُس کا وبال اُسی پر ہے پھر تم اپنے رب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' (الجاثیہ:15) (4) ﴿مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ ''جس نے کفر کیا تو اُس کا کفر اُسی پر ہے اور جس نے نیک عمل کیا تو وہ اپنے لیے سامان تیار کر رہے ہیں۔'' (الروم:44)

(5) ﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۖ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا﴾ ''اگر تم نے بھلائی کی، تو تم نے اپنے آپ کے لیے بھلائی کی اور اگر تم نے برائی کی تو (وہ بھی) ان کے لیے ہے۔'' (بنی اسرائیل:7)

سوال 2: اگر انسان کو فقط اپنی محنت پر ہی اجر ملنے والا ہے تو ایصالِ ثواب کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: (1) حدیث میں جن تین چیزوں کا اجر انسان کے مرنے کے بعد بھی جاری رہنے کا تذکرہ ہے وہ اس کے اپنے اعمال ہیں جو کسی نہ کسی طرح جاری رہتے ہیں۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ باقی تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں۔ صدقہ جاریہ یا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔ (مسلم:4223) اولاد کو نبی ﷺ نے اپنی کمائی قرار دیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہتر چیز جو تم کھاتے ہو وہ تمہاری کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے۔'' (ترمذی:1358)

(3) ایصالِ ثواب کے لیے تلاوت صحابہ سے بھی ثابت نہیں ہے۔ اگر یہ عمل خیر ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم سے پہلے اس میں سبقت لے جاتے۔ یاد رکھو! نیکیوں کے کام قرآن وحدیث کے صاف صاف حکم سے ثابت ہوتے ہیں۔ یہاں قیاس اور رائے کی گنجائش نہیں البتہ دعاؤں اور صدقہ کا ثواب میت کو ضرور ملتا ہے جو حدیث اور اجماع سے ثابت ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1957)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دوران قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے تو ایسے وقت جب کہ میرا باپ بوڑھا ہو چکا ہے۔ وہ اونٹنی پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' (بخاری کتاب المناسک)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا کہ میری ماں ناگہاں مرگئی اور میں سمجھتا ہوں اگر وہ بات کر سکتی تو ضرور صدقہ دیتی۔ اب اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے ثواب ملے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' اور دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے پوچھا تھا کہ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو مجھے ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' (مسلم کتاب الوصیۃ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى﴾

''اور بلاشبہ اُس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی'' (40)

سوال: انسان کو اس کی کوششوں کا انجام دکھایا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى﴾ ''اور بلاشبہ اُس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی'' یعنی آخرت میں انسان کو اس کی کوششوں کا انجام دکھایا جائے گا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور آپ کہہ دیں تم عمل کرو پھر عنقریب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور تمام اہلِ ایمان تمہارا عمل دیکھیں گے اور تم جلد ہی اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، چنانچہ وہ تمہیں بتادے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (التوبہ:105)

(3) دنیا میں انسان نے جو کچھ بھی کیا، چاہے سب کے سامنے کیا ہو یا چھپ کر، اچھا کیا ہو یا برا، سب سامنے آجائے گا۔

﴿ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَاۗءَ الْاَوْفٰى﴾

''پھر اُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ'' (41)

سوال: انسان کی ہر کوشش پر اُسے بدلہ دیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَاۗءَ الْاَوْفٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَاۗءَ الْاَوْفٰى﴾ ''پھر اُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ'' یعنی ایسی کامل جزا ہوگی کہ اس میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ ہر کام کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''جس دن ہر نفس اپنے بارے میں جھگڑا کرتا ہوا آئے گا اور ہر نفس کو جو اُس نے کیا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (النحل:111)

(2) ﴿فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کمایا اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (آل عمران:25)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى﴾

''اور بلاشبہ آپ کے رب تک ہی انتہا ہے''(42)

سوال1: آخرِ کار پہنچنا تیرے رب کے پاس ہی ہے،اس کی وضاحت ﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى﴾ ''اور بلاشبہ آپ کے رب تک ہی انتہا ہے''یعنی قیامت کے دن سب لوگ لوٹ کر اپنے رب کے پاس جائیں گے اور تمام معاملات کو رب العزت ہی کے پاس لوٹنا ہے۔علم کی انتہا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہے،تمام کمالات کی انتہا بھی،حکم اور رحمت کی انتہا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى (۶) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (۷) اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى (۸)﴾''ہرگز نہیں! بلاشبہ یقیناانسان سرکش ہوجاتا ہے۔کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہوگیا۔یقینا تیرے رب ہی کی طرف واپسی ہے۔''(العلق:6-8)

(2)﴿اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ (۴) لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ (۵) يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۶)﴾ ''کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یقینا وہ اُٹھائے جانے والے ہیں؟ ایک بہت بڑے دن میں۔جس دن تمام لوگ جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''(المطففین:4-6)(3)انسان کے پاس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ جانے کا تصور انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ جانے کا تصور انسان سے وہ سارے کام کروالیتا ہے جو اُس کے بس میں ہوں۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى﴾

''اور یہ کہ بے شک اسی نے ہنسایا اور اسی نے رُلایا''(43)

سوال:اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کو ہنسنے اور رونے کی صلاحیت دی، اس کی وضاحت ﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى﴾ ''اور یہ کہ بے شک اسی نے ہنسایا اور اسی نے رُلایا''یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو رونے اور ہنسنے کی صلاحیتیں دی ہیں اور اس کے اسباب عطا کرنے والا بھی وہی ہے۔

(2)یعنی وہی ہے جو ہنسنے اور رونے کے اسباب وجود میں لاتا ہے،یہ اسباب خیر،شر،فرحت،مسرت اور حزن وغم پر مشتمل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور ہنسانے اور رلانے کے اندر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پوشیدہ ہے۔(تفسیر سعدی:2652/3)

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا﴾

''اور یہ کہ بے شک اسی نے موت دی اور اسی نے زندگی دی''(44)

سوال1: اللہ تعالیٰ ہی موت اور حیات کا خالق ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا﴾ ''اور یہ کہ بے شک اسی نے موت دی اور اسی نے زندگی دی'' یعنی موت اور حیات کو وجود میں لانے والا وہی ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔''(الملک:2)

(2) وہی ہے جس نے ساری مخلوقات کو زندگی عطا کی۔ وہی موت کے بعد زندگی عطا کرے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کی پوری جزا دے گا۔(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنا دی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے، اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے۔''(الانعام:122)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی دینے کی بات کس حوالے سے سامنے رکھی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کی بات اس لئے کی ہے کہ یہ دونوں راز ہیں۔ موت کی حقیقت اور زندگی کی حقیقت کوئی پا نہیں سکا۔ زندگی آتی کہاں سے ہے اور زندگی کیسے چلی جاتی ہے؟ کوئی نہیں جان سکا۔ وہ زندہ کرتا ہے۔ زندگی کی لاکھوں اور کروڑوں صورتیں ہیں اور موت کی بھی لاکھوں صورتیں ہیں۔ یقیناً وہ بے مثال قدرت والا ہے۔

﴿وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾

''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا''(45)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اللہ تعالیٰ ہی نے نطفے سے حیوان کا جوڑا بنایا، اس کی وضاحت ﴿وَاَنَّهٗ ... وَالْاُنْثٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے ہر جان دار کا جوڑا بنایا۔

(2) نر اور مادہ کی پیدائش ایک معجزہ ہے۔ جس وقت پیدائش کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اُس وقت سے یہ عمل بھی شروع ہو جاتا ہے۔ نطفے کا مرد یا عورت بن جانا یقیناً اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان ہے اسی وجہ سے اس کا تذکرہ کیا گیا۔

﴿مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى﴾

''ایک نُطفے سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے'' (46)

سوال: ﴿مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى﴾ ''ایک نُطفے سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے'' یعنی نطفے میں پورا انسان چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اُس کی ہڈیاں، گوشت، اَعصاب، رَگیں، بال، ناخن، صلاحیتیں، اَخلاق، مزاج، جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت اور کمال درجے کے غلبہ کی دلیل ہے کہ اس نے نہایت حقیر پانی یعنی نطفے سے سارے حیوانات کو وجود عطا کیا۔ وجود کے آغاز سے اس کے اعادہ پر دلیل دی گئی ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (٣٦) اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى (٣٧) ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى (٣٨) فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (٣٩) اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى (٤٠)﴾ ''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے؟ پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا۔ پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔ کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟'' (القیامہ:36-40)

﴿وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى﴾

''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی کے ذمے ہی دوبارہ پیدا کرنا ہے'' (47)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اللہ تعالیٰ نے ہی پہلی بار پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا، اس کی وضاحت ﴿وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَنَّ عَلَيْهِ﴾ ''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی کے ذمے ہی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ہے۔

(2)﴿النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى﴾ ''دوبارہ پیدا کرنا ہے'' یعنی جو بغیر نمونے کے پہلی بار پیدا کرسکتا ہے وہ قیامت آنے کے بعد سب کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھائے گا اور ان کی نیکی اور بدی کی جزا اور سزا دے گا۔

(3)﴿اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''یا وہ جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔'' (النمل:64)

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى﴾

''اور یہ کہ بے شک اسی نے مال دار کیا اور خزانہ بخشا'' (48)

سوال: دولت اور سرمایہ اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى﴾ ''اور یہ کہ بے شک اسی نے مال دار کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو لوگوں کے معاشی حالات میں آسانی پیدا کر کے روپیہ ان کے ہاتھ میں دیتا ہے۔

(2)﴿وَاَقْنٰى﴾ ''اور خزانہ بخشا'' یعنی روپیہ جو سرمایہ کے طور پر ان کے پاس رہتا ہے، یہ سرمایہ رب دیتا ہے۔ اُس کی قدرت ہے جس کو جتنا چاہے عطا کر دے۔ اُس کی بخشش بے مثال ہے۔

(3) یہ چیز بندوں پر واجب کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

﴿وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى﴾

''اور بے شک وہی شِعریٰ (ستارہ) کا رب ہے'' (49)

سوال: شعریٰ کا رب بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى﴾ ''اور بے شک وہی شِعریٰ (ستارہ) کا رب ہے'' یعنی شعریٰ کا رب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ ہے۔(2)شعریٰ روشن ستارہ ہے جسے جاہلیت میں عرب کے جرہم قبیلے کے لوگ پوجتے تھے۔

(3)یعنی شعریٰ نہیں تمہارا رب تمہاری قسمتیں بناتا ہے۔

﴿وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى﴾

''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی نے پہلی قوم عاد کو ہلاک کیا ہے''(50)

سوال1:اللہ تعالیٰ ہی نے عاد اولیٰ کو ہلاک کیا،اس کی وضاحت﴿وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى﴾''اور یہ کہ بلاشبہ اُسی نے پہلی قوم عاد کو ہلاک کیا ہے''قوم عاد سے مراد سیدنا ہود علیہ السلام کی قوم ہے۔ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے سخت سزا سے انہیں ہلاک کرڈالا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾ الَّتِیْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ﴿۸﴾﴾ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟عاد اِرم جو ستونوں والے تھے۔وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔''(الفجر:6-8)

(2)جیسے ایمان والوں کی حفاظت رب کی ذمہ داری ہے ایسے ہی نافرمانوں کو ہلاک کرنا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔

سوال2:قومِ عاد کو اولیٰ کیوں کہا گیا؟

جواب:(1)قومِ عاد قومِ ثمود سے پہلے آئی تھی اس لئے اسے اولیٰ کہا گیا۔

(2)قومِ عاد قومِ نوح کے بعد سب سے پہلے ہلاک ہوئی۔

(3) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عاد کی دو قومیں گزری ہیں:ایک وہ جسے تیز آندھی سے ہلاک کیا گیا اور دوسری جو بکھر جانے کے باوجود موجود رہی۔

﴿وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى﴾

''اور ثمود کو بھی،چنانچہ کسی کو باقی نہ چھوڑا''(51)

سوال:اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو بھی ہلاک کردیا،اس کی وضاحت﴿وَثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَثَمُوْدَاۡ﴾''اور ثمود کو بھی''قوم ثمود صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔انہوں نے معجزے کے طور پر آنے والی اونٹنی کو ہلاک کرڈالا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿فَمَآ اَبْقٰى﴾ ''چنانچہ کسی کو باقی نہ چھوڑا'' اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تباہ و برباد کر دیا، کسی کو باقی نہ رکھا۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (٦٧) كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ (٦٨)﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انہیں ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ گویا ان میں وہ بسے ہی نہ تھے۔ سن لو! بلاشبہ ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا تھا، سن لو! دُوری ہے ثمود کے لیے۔'' (ہود:68,67)

﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى﴾

''اور اُن سے پہلے قومِ نوح کو، بلاشبہ وہ بہت زیادہ ظالم اور بہت حد سے بڑھے ہوئے تھے'' (52)

سوال: اللہ تعالیٰ نے ہی قوم نوح کو بھی ان کے ظلم اور حد سے بڑھنے کی وجہ سے ہلاک کیا، اس کی وضاحت ﴿وَقَوْمَ ... وَاَطْغٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ﴾ ''اور اُن سے پہلے قومِ نوح کو'' اللہ تعالیٰ نے قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط سے پہلے قوم نوح کو ہلاک کر دیا۔

(2)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى﴾ ''بلاشبہ وہ بہت زیادہ ظالم اور بہت حد سے بڑھے ہوئے تھے'' یعنی وہ بعد میں آنے والوں سے زیادہ سرکشی میں بڑھے ہوئے تھے۔ ان کو طوفان نے نہیں چھوڑا اور وہ تباہ کر دیے گئے۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سینکڑوں سال دعوت دینے کے بعد بددعا دی تھی﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ ''اور نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔'' (نوح:26)

﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى﴾

''اور اس نے اُلٹ جانے والی بستی کو گرا دیا'' (53)

سوال: اللہ تعالیٰ نے ہی قوم لوط کو ہلاک کیا، اس کی وضاحت ﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْمُؤْتَفِكَةَ﴾ ''اور اُلٹ جانے والی بستی کو'' قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: وہ قوم لوط تھی۔ (جامع البیان:83/27)

(2) اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب بھیجا جو دنیا کی کسی قوم پر نہیں بھیجا۔(3)﴿اَهْوٰى﴾ ''اس نے گرا دیا'' اللہ تعالیٰ نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لوطیوں کے شہروں کو تلپٹ کر دیا۔ نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے کر دیا۔

﴿فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى﴾

''سو اُس نے ڈھانپ دیا اسے جس سے ڈھانپا'' (54)

سوال: اللہ تعالیٰ کے حکم سے قومِ لوط پر کیا چیز چھا گئی تھی، اس کی وضاحت ﴿فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى﴾ ''سو اُس نے ڈھانپ دیا اسے جس سے ڈھانپا'' اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے کھنگر پتھروں کی بارش برسائی۔ اس سے ان کے شہر چھپ گئے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن پر بارش برسائی، زبردست بارش سو ڈرائے جانے والوں کی بہت ہی بُری بارش تھی۔'' (النمل:58)

(3) ان شہروں میں 4 لاکھ انسان آباد تھے۔ آبادی کی ساری زمین آگ، گندھک اور تیل بن کر ان پر بھڑک اٹھی، جس سے سب ہلاک ہو گئے۔ (ابن ابی حاتم)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى﴾

''پس اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس میں آپ شک کرو گے؟'' (55)

سوال: اے انسان اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت میں شک کرے گا، اس کی وضاحت ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى﴾ ''پس اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس میں آپ شک کرو گے؟'' یعنی اے انسان! اللہ تعالیٰ جس نے ساری نعمتیں دی ہیں جو ظاہر ہیں، جس میں کوئی شک نہیں، اس کی کس کس نعمت پر شک کرو گے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں، اس کی نشانیاں اتنی عام ہیں کہ ان کا انکار کرنا ممکن نہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (الرحمٰن:13)

﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴾

''یہ بھی پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے'' (56)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: محمد رسول اللہ ﷺ پہلے نبیوں کی طرح نبی ہیں، اس کی وضاحت ﴿هٰذَا ... الْاُوْلٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴾ ''یہ بھی پہلے ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہے'' یعنی محمد ﷺ کوئی انوکھے رسول نہیں، پہلے انبیاء کی طرح آپ بھی نذیر ہیں یعنی برے انجام سے ڈرانے والے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کہہ دو میں رسولوں سے کوئی انوکھا نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمھارے ساتھ کیا، میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو محض ایک صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں۔'' (الاحقاف:9)

(3) یعنی سب رسولوں کی دعوت ایک ہے، تب آپ ﷺ کی رسالت کا کس وجہ سے انکار کیا جا سکتا ہے؟ آپ کے اخلاق انبیاء سے اعلیٰ، آپ ﷺ کی کتاب کامل پھر آپ ﷺ کی رسالت کو کس بنیاد پر جھٹلاؤ گے؟ یہ بتاؤ جن لوگوں نے پہلے انبیاء کو ہلاک کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک نہیں کر دیا؟ اب یہ بتاؤ کہ محمد ﷺ کو جھٹلانے والوں پر عذاب نازل ہونے سے کون روکنے والا ہے؟

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو پتنگے اور پروانے اس میں گرنے لگے اور وہ ان کو اس آگ سے دور ہٹاتا رہا، میں بھی تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ پکڑ کر جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں لیکن تم میرے ہاتھوں سے چھوٹے جاتے (اور نارِ جہنم میں گرتے جاتے) ہو۔'' (صحیح مسلم:5958)

(5) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور جو کچھ کلام اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے (تمہارے دشمن کا) لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں واضح ڈرانے والا ہوں۔ پس بھاگو، پس بھاگو (اپنی جان بچاؤ) اس پر ایک جماعت نے اس کی بات مان لی اور رات ہی رات اطمینان سے کسی محفوظ جگہ پر نکل گئے اور نجات پائی۔ لیکن دوسری جماعت نے اسے جھٹلایا اور دشمن کے لشکر نے صبح کے وقت اچانک انہیں آلیا اور تباہ کر دیا۔'' (بخاری:6482)

﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴾

''قریب آنے والی قریب آ گئی ہے'' (57)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: قیامت قریب ہے، اس کی وضاحت ﴿اٰزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اٰزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴾ ''قریب آنے والی قریب آ گئی ہے'' ازفة قیامت کا ہی صفاتی نام ہے اور ازف میں وقت کی تنگی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 331/4) یعنی قیامت قریب آ گئی اسے کوئی ہٹانے والا نہیں، اس کے مقررہ وقت سے کوئی اسے روکنے والا نہیں، اس کا وقت آ گیا ہے۔

(2) قیامت کی علامات واضح ہو گئی ہیں، اس کی ہولناکیوں کو دیکھ کر محمد ﷺ لوگوں کو غفلت سے بیدار کر رہے ہیں۔

(3) قیامت کے قریب آنے کا ذکر ڈراوے کے طور پر کیا گیا کہ اب قیامت کا وقت قریب ہے، کوئی اس وقت کو دور نہیں کر سکتا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (۱) لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ (۲)﴾ ''جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔ اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے'' (الواقعہ: 2,1)

(5) ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''بہت قریب آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا۔'' (القمر: 1)

(6) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کے قریب والی انگلی کے اشارے سے فرما رہے تھے: ''میں ایسے وقت میں مبعوث ہوا ہوں کہ میرے اور قیامت کے درمیان صرف ان دو کے برابر فاصلہ ہے۔'' (بخاری: 4936)

﴿لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ﴾

''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اُس کو ظاہر کرنے والا نہیں ہے'' (58)

سوال: ﴿لَيْسَ ... كَاشِفَةٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اُس کو ظاہر کرنے والا نہیں ہے'' یعنی جب آ جائے گی تو اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی کو علم ہے کہ وہ کب آئے گی۔ (المصباح المنیر: 631/5)

(2) اللہ تعالیٰ کے سوا اس وقت کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: ''یقیناً اس کا علم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے رب ہی کے پاس ہے۔اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: ''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:187)

﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ﴾

''تو کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو؟'' (59)

سوال: قرآن کو جھٹلانے والوں کو جو تنبیہ کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ﴾ ''تو کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو؟'' رب العزت نے محمد ﷺ اور قرآن کو جھٹلانے والوں کو تنبیہ کی ہے یعنی کیا اس کلام پر تعجب کرتے ہو جو افضل ترین کلام ہے اور اسے معروف حقائق کے خلاف قرار دیتے ہو جب کہ یہ سراسر سچا کلام ہے، حق کو باطل سے جدا کرنے والا ہے۔ یہ قرآن ہے جو کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا جاتا تو وہ خوف الٰہی سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

(2) رب العزت نے قرآن کی عظمت کے بارے میں فرمایا: ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔'' (الحشر:21)

﴿وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ﴾

''اور ہنستے ہو؟ اور روتے نہیں ہو؟'' (60)

سوال: ﴿وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَضْحَكُوْنَ﴾ ''اور ہنستے ہو؟'' یعنی تم استہزا کرتے ہو۔

(2) ﴿وَلَا تَبْكُوْنَ﴾ ''اور روتے نہیں ہو؟'' اور تم یقین کرنے والوں کی طرح خشوع نہیں کرتے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے پوچھی ہے کہ قرآنِ مجید دوٹوک سنجیدہ بات ہے، ہنسی دل لگی نہیں، اس کے عظیم نتائج ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بڑی ذمہ داریاں ہیں، اس زمین کے لوگوں نے اس بارے میں جواب دینا ہے اس لئے یہ ہنسنے کا نہیں رونے کا مقام ہے۔

﴿وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ﴾

''اور تم غافل ہو'' (61)

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے ساتھ کس رویے پر حیرت کا اظہار فرمایا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے زندگی بدلنے والی عظیم کتاب کے ساتھ غفلت اختیار کرنے پر تعجب کا اظہار فرمایا ہے: ﴿وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ﴾ ''اور تم غافل ہو'' یعنی تم قرآن سے غافل اور مفرور ہو۔

(2) یعنی تم اس سے اور اس پر تدبر کرنے سے غافل ہو، یہ غفلت تمہاری قلت عقل اور تمہارے دین کی کھوٹ پر دلالت کرتی ہے۔ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہوتی اور اپنے تمام احوال میں اس کی رضا کے طلب گار رہے ہوتے تو تمہیں یہ بدلہ نہ ملتا جسے عقل مند لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2654/3)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سَمَد گانے کو کہتے ہیں یہ یمنی لغت ہے۔ آپ سے ''سٰمِدُوْنَ'' کے معنی اعراض کرنے والے اور تکبر کرنے والے بھی مروی ہیں۔

(4) سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غفلت کرنے والے۔ (ابن کثیر: 217)

﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾

''تو اب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو اور اُسی کی عبادت کرو'' (62)

سوال: سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ﴾ ''تو اب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرو جس نے تمہیں پیدا کیا، تمہیں رزق دیا لہٰذا تم بتوں کی بندگی نہ کرو۔ (2) ﴿وَاعْبُدُوْا﴾ ''اور اُسی کی عبادت کرو'' اللہ تعالیٰ نے عام عبادت کا حکم دیا ہے جو تمام ظاہری، باطنی اعمال و اقوال کو شامل ہے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ مسلمان،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مشرک، جن اور انسان (جو بھی اس وقت موجود تھے) سب نے سجدہ کیا۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی سجدہ والی سورت ''سورۃ النجم'' ہے۔ بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی تلاوت کے بعد) سجدہ کیا اور جتنے لوگ آپ کے پیچھے تھے سب ہی نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا، سوائے ایک شخص کے، میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی ہتھیلی میں مٹی اٹھائی اور اسی پر سجدہ کر لیا۔ بعد میں (بدر کی لڑائی میں) میں نے اسے دیکھا کہ کفر کی حالت میں وہ قتل کیا ہوا پڑا ہے، وہ شخص امیہ بن خلف تھا۔ (بخاری:4863)

اٰیَاتُهَا:55	54 - سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ - 37	رُكُوْعَاتُهَا:3

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کے تین رکوع اور 55 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر یہ 54 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 37 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں سورۃ ق اور سورۃ القمر کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (مسلم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾

''بہت قریب آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا'' (1)

سوال: قیامت کے قریب آنے اور چاند پھٹنے کی خبر کی وضاحت ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ ''بہت قریب آ گئی قیامت'' رب العزت نے قرب قیامت اور دنیا کے خاتمے کی خبر دی ہے کہ وقت آ گیا ہے، قیامت قریب ہے۔ اس سے مراد ہے کہ زمانے کا زیادہ حصہ گزر چکا اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے۔

(2) جیسے رب العزت نے فرمایا: ﴿اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا حکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آ گیا سو اس کو تم جلدی طلب نہ کرو، وہ پاک ہے، اور بے حد بلند ہے اس سے جن کو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (النحل:1)

(3) ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:1)

(4) یعنی قیامت قریب ہے اور جھٹلانے والے جھٹلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے بڑی نشانیاں دکھا رہا ہے جن کو دکھانا کسی انسان کے بس میں نہیں ہے، جو قیامت کے واقع ہونے پر دلیل ہیں۔

(5) ﴿وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ ''اور چاند پھٹ گیا'' انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیئے یہاں تک کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں دیکھا۔ (بخاری:3868) (6) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دوران کہ ہم منیٰ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا (اس جانب) پہاڑ کے پیچھے اور دوسرا ٹکڑا اس جانب (پہاڑ کے آگے) رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''گواہ رہو، یعنی اس بات کے گواہ رہو کہ ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ قیامت قریب ہے اور چاند کے دو ٹکڑے ہو چکے ہیں۔'' (ترمذی:3285)

﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾

''اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں: ''یہ ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے'' (2)

سوال 1: مشرکین کی سرکشی کی وضاحت ﴿وَاِنْ يَّرَوْا ... مُّسْتَمِرٌّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا﴾ ''اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ موڑ جاتے ہیں'' نبی ﷺ کو جھٹلانے والوں نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ کوئی خلاف عادت معجزہ دکھائیں جو آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت اور قرآن کے من جانب اللہ ہونے پر دلالت کرے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چاند کی طرف اشارہ کیا اور وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک جبل ابی قیس کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر چلا گیا۔ مشرکین اس کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اس سے پہلے نہ کبھی ایسا واقعہ سنا تھا، نہ دیکھا تھا۔ اس معجزے کو دیکھ کر وہ مغلوب ہوئے لیکن ہدایت حاصل کرنا ان کا مقصد نہیں تھا اس لیے ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے منہ موڑا اور بہتان طرازی کی۔

(2) ﴿وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ ''اور کہتے ہیں: ''یہ ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے'' انہوں نے معجزے کا انکار کیا اور سرکشی سے کہا: محمد نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ وہ ایک معجزے کا انکار کرنے والے نہیں تھے۔ ہر معجزے کا انکار کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے تلے بیٹھے تھے۔انہوں نے کہا چلتا ہوا جادو ہے، دھوکہ ہے، باطل ہے۔

سوال2: معجزات کو کب جھٹلایا جاتا ہے؟

جواب:(1) جب حق اور ہدایت کی پیروی کرنا کسی کا مقصد نہیں ہوتا۔(2) جب کوئی خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے۔

(3) جب اللہ تعالیٰ کسی کی بھلائی نہیں چاہتا۔

(4) جب لوگ عقل سلیم کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں تو معجزات کا انکار کر دیتے ہیں۔

﴿وَ كَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾

''اور اُنہوں نے جھٹلایا اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلے، اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے''(3)

سوال: خواہشات کی پیروی حق کو جھٹلانے کا باعث ہے، اس کی وضاحت ﴿وَ كَذَّبُوْا ... مُّسْتَقِرٌّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿وَ كَذَّبُوْا﴾ ''اور اُنہوں نے جھٹلایا'' انہوں نے حق کو جھٹلا دیا اور اسے ٹھکرا دیا۔

(2) ﴿وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ﴾ ''اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے چلے'' انہوں نے اپنی نادانی سے خواہشات کی پیروی کی اور حق کو چھوڑ دیا۔رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو آپ یقین کریں کہ وہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اُس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر ہی اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (القصص:50)

(3) اگر ان کا مقصد حق کی پیروی کرنا ہوتا تو وہ ایمان لے آتے۔

(4) ﴿وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ﴾ انہوں نے اپنی خواہشات کو ترجیح دیتے ہوئے اور ان کی اتباع و پیروی کرتے ہوئے اس کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا، حالانکہ ان کو محمد ﷺ کی نبوت کی صحت کا یقین ہو چکا تھا اور ان کو اس چیز کا بھی یقین ہو چکا تھا جو چیز محمد ﷺ کے پاس ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئی تھی۔(تفسیر جامع البیان:94/27)

(5) ﴿وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ﴾ ''اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے'' یعنی ہر کام کو ٹھہرا دیا گیا ہے۔خیر اور بھلائی کے راستوں پر چلنے والوں کے لیے بھلائی اور شر چاہنے والوں کے لیے شر مقرر کر دیا گیا ہے۔

(6) یعنی اب تک معاملہ اپنی انتہا کو نہیں پہنچا۔جب اپنے انجام کو پہنچے گا تو خیر کے راستے پر چلنے والے نعمت بھری جنتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے زیر سایہ زندگی گزاریں گے اور جھٹلانے والے ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے۔

(7) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر اچھی اور بری چیز کا اپنا اپنا ٹھکانہ ہے جس میں وہ ٹھہری ہوئی ہے اور اس کو روکنے والی چیز اس کی انتہا اور حد ہے۔ خیر اپنے اہل کے پاس جنت میں ہے اور شر اپنے اہل کے پاس جہنم میں ہے۔ (جامع البیان: 94/27)

(8) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی کہ قریش نے حق کو جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی تو انہیں یہ احساس دلایا گیا ہے کہ اس عمل کا نتیجہ لازماً نکلے گا۔ دنیا میں نہیں تو آخرت میں ضرور نکلے گا۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ﴾

''اور بلاشبہ یقیناان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں جن میں نصیحت ہے''(4)

سوال: ﴿وَلَقَدْ... مُزْدَجَرٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں'' یعنی ان جھٹلانے والوں کا مقصد ہدایت کی پیروی کرنا نہیں ہے تو اب ان کے پاس رسولوں کو جھٹلانے والی قوموں کی خبریں، معجزات اور ان کا ہولناک انجام آئے گا۔

(2) ﴿مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ﴾ ''جن میں نصیحت ہے'' یعنی تباہی کے واقعات میں ان کے لیے نصیحت بھی ہے اور ان کی گمراہی پر تنبیہ بھی ہے۔

(3) گزشتہ قوموں کی ہلاکت سے جو عبرت حاصل کرنا چاہے وہ سبق لے کر شرک سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ سکتا ہے۔

﴿حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ﴾

''کامل دانائی کی بات ہے، پھر بھی تنبیہات انہیں فائدہ نہیں دیتیں''(5)

سوال 1: ﴿حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ﴾ ''کامل دانائی کی بات ہے'' یعنی جو خبریں ان کے پاس آئی ہیں وہ حکمت بالغہ ہیں۔ یعنی کامل حکمت۔ (ایسر التفاسیر: 1549)

(2) یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے تاکہ تمام جہانوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے اور رسولوں کے مبعوث کیے جانے کے بعد کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔ (تفسیر سعدی: 2657،2656/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)رب العزت کا فرمان ہے:﴿فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾''کامل دلیل اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔''(الانعام:149)

(4)﴿فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ﴾''پھر بھی تنبیہات انہیں فائدہ نہیں دیتیں''یعنی وہ قوم جس نے جھٹلایا ہے اور خواہشات کی پیروی کی، انہیں کوئی چیز کام نہیں آئی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ(۹۶) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ(۹۷)﴾''یقینا جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔اگرچہ اُن کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔''(یونس:97,96)

(5)جس کے لئے اللہ تعالیٰ بدبختی لکھ دے اور جس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دے اُس کو پیغمبروں کی نصیحت فائدہ نہیں دیتی۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے اور گمراہ کرنے میں بھی حکمت ہے،اس کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ اُسی کو گمراہ کرتا ہے جو گمراہ ہونا چاہتا ہے اور جس میں گمراہ ہونے کا میلان موجود ہوتا ہے اور وہ اُسی کو ہدایت دیتا ہے جو ہدایت چاہتا ہے اور جس میں ہدایت حاصل کرنے کا میلان موجود ہوتا ہے۔یقینا اللہ تعالیٰ کے ہدایت دینے اور گمراہ کرنے میں بڑی حکمت ہے۔

﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ﴾

''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں۔جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا''(6)

سوال:جھٹلانے والوں سے اعراض کے حکم کی وضاحت﴿فَتَوَلَّ ... نُّكُرٍ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اب جنہوں نے جھٹلا دیا ان کی ہدایت کا کوئی امکان نہیں لہٰذا ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ﴾''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں''یعنی آپ ان سے اعراض کریں اور اس دن کا انتظار کریں۔

(2)﴿يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ﴾''جس دن پکارنے والا پکارے گا''یعنی جس دن سیدنا اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور انہیں حشر کے میدان کی طرف بلائیں گے۔

(3)﴿اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ﴾''ایک سخت ناگوار چیز کی طرف''تو اس سے برا کوئی منظر نہیں ہوگا جب مردے اپنی قبروں سے اٹھ کر میدان حشر میں ٹڈیوں کی طرح دوڑ کر پھیل جائیں گے،اس میدان میں گھبراہٹ ہوگی اور مصائب ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ﴾

''ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں'' (7)

سوال: ﴿خُشَّعًا ... مُّنْتَشِرٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ﴾ ''ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی'' یعنی دہشت اور گھبراہٹ کے باعث لوگ جھکی آنکھوں کے ساتھ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(2) ﴿يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ﴾ ''وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے'' وہ اپنی قبروں سے یوں نکلیں گے۔

(3) ﴿كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ﴾ ''گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں'' گویا وہ ٹڈی دل ہیں۔ لوگ کثیر ہوں گے، بے ترتیب ہوں گے، زمین پر پھیلے ہوئے ہوں گے۔ ٹڈیوں کی طرح بلانے والے کی آواز پر دوڑے چلے جائیں گے، مخالفت نہیں کریں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴾ ''جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی مانند ہوں گے۔'' (القارعہ:4) ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (51) قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (52) اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (53)﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا سو یکا یک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ پڑیں گے۔ وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اُٹھایا؟'' یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔'' (یٰسٓ:51-53)

﴿مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾

''گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے'' (8)

سوال 1: قیامت کے دن پکارنے والے کے جواب میں لوگ کیا کریں گے، اس کی وضاحت ﴿مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ﴾ ''گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے'' یعنی پکارنے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

والا جب پکارے گا اور انہیں حکم دے گا کہ حشر کے میدان میں حاضر ہو جاؤ تو سب پکار پر لبیک کہیں گے اور پکارنے والے کی طرف دوڑیں گے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٤١﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾﴾ ''اور کان لگا کر سنو! جس دن پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا۔ جس دن وہ چنگھاڑ کو حق کے ساتھ سن لیں گے، وہی نکلنے کا دن ہوگا۔'' (ق:42,41)

(3) ﴿يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾ ''اس دن سب لوگ بلانے والے کے پیچھے چل پڑیں گے، کسی میں کوئی کجی نہ ہوگی اور آوازیں رحمن کے لیے دب جائیں گی، چنانچہ آپ سرسراہٹ کے سوا کچھ نہ سنیں گے۔'' (طٰہٰ:108)

سوال 2: قیامت کا دن کس کے لیے مشکل ہوگا، اس کی وضاحت ﴿يَقُوْلُ ... عَسِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''کافر کہیں گے'' یعنی وہ کافر جن کے سامنے ان کا عذاب موجود ہوگا کہہ رہے ہوں گے۔ (2) ﴿هٰذَا يَوْمٌ عَسِيْرٌ﴾ ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے'' آج کا دن تو بڑا بھاری اور سخت ہے۔

(3) یہ ایسے شخص کا قول ہے جو غفلت میں ڈوبا ہوا گویا بوجھل قدموں سے سولی چڑھنے کے لئے جا رہا ہو۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ﴾ ''کافروں پر آسان نہ ہوگا۔'' (المدثر:10)

(5) اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ایمان والوں پر وہ دن سخت نہیں ہوگا۔

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ﴾

''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تھا تو اُنہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا: ''دیوانہ ہے۔'' اور اُسے جھڑکا گیا'' (9)

سوال: قوم نوح نے اپنے رسول کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس کی وضاحت ﴿كَذَّبَتْ ... وَّازْدُجِرَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ﴾ ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تھا'' سیدنا نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو بت پرست قوم کی طرف بھیجا گیا۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا اور بتوں کی عبادت سے روکا تو انہوں نے انہیں جھٹلا دیا اور کہا: ﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ وَدّ کو چھوڑنا اور نہ سُواع

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کو اور نہ ہی یغوث اور یعوق اور نسر کو۔'' (نوح:23)

(2)﴿فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا﴾ ''تو اُنہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا'' یعنی نوح علیہ السلام نے انہیں کھلے چھپے دعوت دی مگر ان کی دشمنی اور سرکشی میں اضافہ ہی ہوا اور انہوں نے ہمارے بندے یعنی نوح علیہ السلام کو جھٹلایا۔

(3) عبد کے لفظ سے سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خاص تعلق ظاہر ہو رہا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے واقعۂ اسراء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عبد کا لفظ استعمال کیا۔ فرمایا: ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ﴾ ''پاک ہے وہ جو ایک رات اپنے بندے کو لے گیا۔'' (الاسراء:1)

(4) صاحب تفسیر البحر المحیط فرماتے ہیں: لفظ ''عبدنا'' آپ کے شرف و کمال اور عبودیت کا وصف بیان کرنے کے لیے ہے۔ (تفسیر البحر المحیط:176/8)

(5)﴿وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ﴾ ''اور کہا: دیوانہ ہے'' نوح علیہ السلام ان کے پاس جو کچھ لے کر آئے تھے وہ ثابت شدہ حقائق تھے جو ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتے تھے لیکن انہوں نے کہا کہ نوح جو کچھ لے آئے ہیں وہ جہالت اور گمراہی ہے جو دیوانوں سے سرزد ہو سکتی ہے۔

(6)﴿وَّازْدُجِرَ﴾ ''اور اُسے جھڑکا گیا'' نوح کو بہت برا بھلا کہا گیا۔ وہ کبھی سنگسار کرنے کی دھمکی دیتے، کبھی قتل کی، کبھی اس بات پر ڈانٹتے کہ تم اس کام سے باز کیوں نہیں آتے؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے نوح! یقیناً اگر تم باز نہیں آؤ گے تو یقیناً ضرور تم سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔'' (الشعراء:116) (7) انبیاء کے دشمنوں کا ان کے ساتھ ہر دور میں یہی طرز عمل رہا ہے۔

﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾

''تو اُس نے اپنے رب کو پکارا: ''میں بے بس ہوں سو تو بدلہ لے لے!'' (10)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد کے لیے جو دعا کی، اس کی وضاحت ﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ﴾ ''تو اُس نے اپنے رب کو پکارا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے جب پوری زندگی کی مشقت کے بعد بھی خود کو مغلوب دیکھا اور اپنی طاقت میں کمی دیکھی تو رب العالمین سے دعا کی۔

(2)﴿اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ﴾ ''میں بے بس ہوں'' مغلوب ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ لوگ سیدنا نوح علیہ السلام کو ذاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روکنے میں کامیاب ہوگئے تھے کیونکہ عموماً لوگ نافرمانی کرتے ہوئے دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہم پر لوگ غالب آگئے ہیں۔ مغلوب ہونے سے مراد ہے کہ لوگ حق کی دعوت کو قبول نہیں کرتے، سرکشی کرتے ہیں اور میں انہیں حق کی طرف لانے میں کامیاب نہیں ہوں۔

(3)﴿فَانْتَصِرْ﴾ ''سو تو بدلہ لے لے'' یعنی اے اللہ میری مدد فرما، میری طرف سے بدلہ لے لے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی ایک اور دعا سے اس کا اظہار ہوا: ﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ ''اور نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔'' (نوح:26)

﴿فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ﴾

''چنانچہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی سے کھول دیے جو زور سے برسنے والا تھا'' (11)

سوال: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو سیدنا نوح علیہ السلام کا کیسے معاون بنا دیا، اس کی وضاحت ﴿فَفَتَحْنَآ ... مُّنْهَمِرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ﴾ ''چنانچہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی سے کھول دیے جو زور سے برسنے والا تھا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور موسلا دھار بارش کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیے۔ (2) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان نے اپنے دہانے کھول دیے ہیں۔

(3) اس طرح ان کی قوم سے بدلہ لے لیا۔

﴿وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ﴾

''اور ہم نے زمین کو چشموں سے پھاڑ دیا تو اس کام پر جو طے ہو چکا تھا سارا پانی مل گیا'' (12)

سوال: اللہ تعالیٰ نے زمین کو سیدنا نوح علیہ السلام کے لئے کیسے معاون بنا دیا، اس کی وضاحت ﴿وَّفَجَّرْنَا ... قُدِرَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا﴾ ''اور ہم نے زمین کو چشموں سے پھاڑ دیا'' آسمان سے اتنا پانی برسا کہ تمام روئے زمین پر جگہ جگہ چشمے پھوٹ پڑے حتیٰ کہ تنور سے بھی چشمہ پھوٹ نکلا جو آگ کی جگہ ہے جہاں چشمہ تو کجا پانی بھی نہیں ہو سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿فَالْتَقَى الْمَآءُ﴾ ''تو سارا پانی مل گیا'' آسمان سے نازل ہونے والی بارش اور زمین پر جمع ہونے والا پانی مل گیا اور پانی کی سطح اتنی بلند ہوگئی کہ چھوٹے پہاڑ ڈوب گئے۔

(3)﴿عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ﴾ ''اس کام پر جو طے ہو چکا تھا'' جسے اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں ظالموں کی سزا کے لیے مقدر کر رکھا تھا۔

﴿وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ﴾

''اور نوح کو ہم نے کیلوں اور تختوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا'' (13)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام کو طوفان سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو انتظام کیا، اس کی وضاحت ﴿وَحَمَلْنٰهُ ... وَّدُسُرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ﴾ ''اور نوح علیہ السلام کو ہم نے کیلوں اور تختوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے نوح علیہ السلام کو طوفان سے بچانے کے لئے تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کر دیا۔

(2) سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیلوں اور میخوں کی مدد سے تختوں جوڑ کر کشتی بنائی تھی۔ اس لیے اسے کیلوں اور تختوں والی کہا گیا۔

﴿تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ﴾

''جو ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی رہی، یہ تھا بدلہ اُس شخص کے لیے جس کا انکار کیا گیا تھا'' (14)

سوال1: کشتی طوفان میں کیسے چلتی رہی، اس کی وضاحت ﴿تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:﴿تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا﴾ ''جو ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی رہی'' یعنی وہ کشتی جس پر نوح علیہ السلام نے ایمان والوں کو سوار کر لیا تھا، اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں چل رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے کشتی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ سیدنا نوح علیہ السلام کو اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ہم نے کس منزل تک پہنچنا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کے سہارے کشتی میں بیٹھے تھے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور بہترین کام بنانے والا ہے۔

سوال2:﴿جَزَآءً ... كُفِرَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ﴾ ''یہ تھا بدلہ اُس شخص کے لیے جس کا انکار کیا گیا تھا'' یہ اس کا بدلہ ہے جس کو جھٹلایا گیا،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جس کا انکار کیا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ثابت قدم رہے اور کوئی انہیں اپنے مقصد سے نہیں ہٹا سکا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''کہا گیا: ''اے نوح! ہماری جانب سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اُتر جاؤ تم پر اور اُن گروہوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں اور کچھ گروہ ایسے ہیں کہ جلد ہی ان کو ہم ساز و سامان دیں گے پھر اُنہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔'' (ہود:48)

(2) اس آیت کریمہ میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہم نے نوح کی قوم کو ہلاک کیا اور ہم نے ان کو عذاب اور رسوائی میں ڈالا، ان کے کفر اور عناد کی جزا کے طور پر۔ یہ معنی اس شخص کی قراءت پر مبنی ہے جس نے كَفَرَ کے کاف کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ (تفسیر سعدی:2960/3)

(3) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے بے یار و مددگار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نُصرت آتی ہے اور قوم کی ناقدری پر اللہ تعالیٰ ایسی قدر کرتے ہیں کہ دنیا میں ایسے انسان کی زندگی دوسروں کے لیے مثال بن جاتی ہے۔

﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اُس کو ہم نے ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (15)

سوال: کشتی کو نشانی بنا کر چھوڑ دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُس کو ہم نے ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا ہے'' اللہ تعالیٰ اس آیت میں ذکر فرما رہے ہیں کہ ہم نے اس کشتی کو جس میں نوح علیہ السلام اور اس کے ساتھی سوار تھے آئندہ کے لوگوں کے لیے نشانی بنا دیا یعنی نوح علیہ السلام کے بعد آنے والی امتوں کے لیے عبرت بنا دیا تاکہ یہ امتیں اس سے عبرت پکڑیں، نصیحت حاصل کریں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے جس راستے پر یہ چل رہے ہیں اس سے باز آ جائیں اور انبیاء و رسل کو جھٹلانا چھوڑ دیں ورنہ ان کے لیے بھی وہی سزا ہوگی جو ان سے پہلوں کے لیے تھی۔ (جامع البیان:100/27)

(2) ﴿تَّرَكْنٰهَآ﴾ ''چھوڑ دیا ہم نے اس کو'' کی ضمیر کشتی اور اس کی جنس کی طرف لوٹتی ہے اس لیے کہ کشتی کی صنعت کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سیدنا نوح علیہ السلام کو دی، پھر اس صنعت اور اس کی جنس کو لوگوں میں باقی رکھا تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر رحمت اور عنایت، اس کی کامل قدرت اور انوکھی صنعت پر دلالت کرے۔ (تفسیر سعدی:2660/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاۗءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ (11) لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (۱۲)﴾ ''بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا۔ تا کہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں۔'' (الحاقۃ:12,11)

(4) اس کشتی کو ہم نے قدرت کی نشانی بنا کر چھوڑ دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ کشتی جودی پہاڑ پر ایک مدت تک رہی اور اسے اس امت کے لوگوں نے بھی دیکھا۔ آج بھی اس کے بعض تختوں کی تلاش جاری ہے۔ (شوکانی، اشرف:637/1)

(5) ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' یعنی کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے اور اپنے قلب و ذہن کی توجہ اس جانب کرے تو اسے حقیقت سمجھ آئے اور وہ نصیحت مان لے۔

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾

''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا!'' (16)

سوال: ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا!'' اللہ تعالیٰ نے قومِ نوح پر آنے والے عذاب کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کیسی دنیا سے محبت تھی، کیسی تمنائیں تھیں، سب غرق ہو گئیں۔ کہیں تم بھی خواہشات میں غرق نہ ہو جانا۔ (2) پس اے مخاطب! تو نے اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب اور اس کی اس تنبیہ کو کیسا دیکھا جو کسی کے لیے کوئی حجت نہیں چھوڑتی؟ (تفسیر سعدی:2660/3)

(3) اللہ تعالیٰ نے اس لیے توجہ دلائی ہے تا کہ لوگ ڈریں اور نافرمانیوں اور سرکشیوں سے باز آ جائیں۔

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (17)

سوال 1: قرآن مجید کے الفاظ بھی آسان ہیں اور معانی بھی، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... مُّدَّكِرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا'' ابن کثیر فرماتے ہیں: یعنی ہم نے نصیحت و عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے اسے آسان بنا دیا ہے ایسے وعظ کے ساتھ جو کافی و شافی ہے اور ہم نے اس میں وعد و وعید کا بھی ذکر کیا ہے۔ (الاساس فی التفسیر:5609/10)

(2) صاحب محرر الوجیز فرماتے ہیں: اس سے مراد ہے کہ ہم نے قرآن مجید میں بہترین نظم و ضبط اور اعلیٰ معانی کو اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے آسان کر دیا ہے۔اس سے دلوں کو مٹھاس ملتی ہے اور عقل سلیم اسے قبول کرتی ہے۔(المحرر الوجیز:215/5)

(3)ہم نے اس قرآن کے الفاظ کو یاد کرنے،ان کو ادا کرنے اور اس کے معانی کو علم وفہم کی خاطر نہایت آسان اور سہل بنایا کیونکہ قرآن لفظ کے اعتبار سے اچھا،معنی کے اعتبار سے سب سے سچا اور تفسیر کے اعتبار سے سب سے واضح کلام ہے۔جو کوئی قرآن کریم پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے،اللہ تعالیٰ اس کے مطلوب ومقصود کو حد درجہ آسان اور سہل کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2660/3)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے قصے کے ذریعے سے کیا سمجھایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اس قصے میں دو چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

(1)مخلوق کو تنبیہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی نوعیت کیسی ہوگی؟

(2)اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے والوں اور حفظ کرنے والوں کے لیے آسان بنا دیا ہے اور جو حفظ کرنا چاہتا ہے اس پر اس کی مدد بھی کرتا ہے۔سعید بن جبیر فرماتے ہیں:اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید جتنی واضح کوئی چیز نہیں لکھی اور یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے اسے حفظ کرنا آسان بنا دیا ہے تاکہ جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے اس سے نصیحت حاصل کی جا سکے۔کیا ہے کوئی پڑھنے والا جو اسے پڑھے؟اور نصیحت حاصل کرنے والا جو اس سے نصیحت حاصل کرے؟اس آیت کو اس سورت میں تکرار سے لانے کا مقصد تنبیہ اور تفہیم ہے۔(تفسیر منیر:172/14)

﴿كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ﴾

''عاد نے جھٹلایا تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟''(18)

سوال:قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ہوگئی،اس کی وضاحت ﴿كَذَّبَتْ ... وَنُذُرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ عَادٌ﴾''عاد نے جھٹلایا''عاد یمن کا ایک معروف قبیلہ ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو انہیں توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے مگر انہوں نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلایا۔ (تفسیر سعدی:2661/3)(2)یعنی قوم نوح کی طرح قوم عاد نے بھی جھٹلایا تھا۔

(3)قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ہوگئی۔

(4)﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ﴾''تو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا''اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر آنے والی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طوفانی ہوا کے عذاب کی طرف توجہ دلائی ہے۔اللہ تعالیٰ نے سات راتوں اور آٹھ دن تک چلنے والی تیز ہوا کی وجہ سے ہر چیز کی بربادی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ دیکھو دنیا کی محبت کی فصل کٹی پڑی ہے۔کہیں تم تو دنیا سے محبت نہیں کرتے کیونکہ یہ فصل تو ایسے ہی کٹا کرتی ہے۔(5)اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب کی طرف اس لیے توجہ دلائی ہے تاکہ لوگ اُس کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے رویے کو بدلیں۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ﴾

''اور یقیناً ہم نے دائمی نحوست کے دن ان پر تند و تیز ہوا بھیج دی''(19)

سوال1: اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر جو ہوا بھیجی، اس کی وضاحت ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا ... مُّسْتَمِرٍّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ﴾ ''اور یقیناً ہم نے ان پر بھیج دی'' اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر سخت آندھی کا عذاب مسلط فرما دیا۔(2)﴿رِيْحًا صَرْصَرًا﴾ ''تند و تیز ہوا'' یعنی سخت ٹھنڈی اور طوفانی ہوا بھیجی۔

(3)﴿فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ﴾ ''نحوست کے دن'' یعنی ایسے دن جو برکت سے خالی تھا۔وہ عذاب کا دن، نحوست کا تھا اور قوم عاد کے لیے بہت بدبختی والا تھا۔

(4)﴿مُّسْتَمِرٍّ﴾ ''دائمی'' جو مسلسل ایک ہفتہ جاری رہا یعنی سات راتیں اور آٹھ دن ہوا انہیں فنا کرنے کے لیے چلتی رہی۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ''تو ہم نے اُن پر چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا بھیج دی تاکہ ہم اُن کو دنیا کی زندگی میں رُسوائی کا عذاب چکھا دیں اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے زیادہ رُسوا کن ہے اور اُن کی مدد نہیں کی جائے گی۔''(فصلت:16)

(5)﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ ''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔''(الحاقۃ:7)

سوال2: کیا کوئی دن بذات خود منحوس یا سعد ہوتا ہے؟

جواب:(1)ایک ہی دن ایک قوم کے حق میں منحوس ہوتا ہے اور وہی دن دوسری قوم کے حق میں سعد ہوتا ہے۔مثلاً یہی دن سیدنا ہود علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کے حق میں سعد تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت سے بچا لیا تھا یا مثلاً دس محرم کا دن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرعون اور آل فرعون کے لیے منحوس تھا مگر یہ دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے لیے سعد اور انتہائی خوشی کا دن تھا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی دن ایسا پیدا نہیں کیا جو سب کے لیے نحس یا سعد ہو۔

(3) یہ نجومی اور سیاروں کے انسانی زندگی پر اثرات تسلیم کرنے والوں کی تقسیم ہے کہ فلاں دن نحس اور فلاں سعد ہے۔ شریعت ایسی تقسیم کو شرک قرار دیتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 4/338)

﴿تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ﴾

''وہ لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر پھینک رہی تھی گویا وہ کھجور کے اُکھڑے ہوئے تنے ہوں'' (20)

سوال: اللہ تعالیٰ کی بھیجی گئی ہوا کی وجہ سے قوم عاد کا جو انجام ہوا، اس کی وضاحت ﴿تَنْزِعُ النَّاسَ ... مُّنْقَعِرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تَنْزِعُ النَّاسَ﴾ ''وہ لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر پھینک رہی تھی'' قوم عاد پر چلنے والی ہوا کیا تھی؟ اللہ تعالیٰ کا قہر تھا۔ وہ قلعوں میں اور گھروں میں بند انسانوں کو اٹھا کر اتنا بلند لے جاتی کہ وہ نگاہوں سے غائب ہو جاتے پھر ان کو سر کے بل زمین پر اس زور سے پٹختی تھی کہ ان کا دماغ کچلا جاتا اور سر دھڑ سے الگ جا پڑتا۔

(2) ﴿كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ﴾ ''گویا وہ کھجور کے اُکھڑے ہوئے تنے ہوں'' یعنی ان کی ہلاکت کے بعد ان کی لاشیں ایسی دکھائی دے رہی تھیں گویا کہ کھجور کے جڑ سے اکھڑے ہوئے تنے ہوں۔

(3) جب بندے اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی اور نافرمانی کرتے ہیں تو وہ کتنے حقیر ہو جاتے ہیں۔ یا ارحم الراحمین! ہمیں اپنے غضب اور اپنی ناراضی سے بچا لینا اور ہمیں عافیت عطا فرمانا۔

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾

''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟'' (21)

سوال: اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر آنے والے عذاب اور اپنے ڈراوے کی طرف توجہ دلائی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ﴾ ''پھر کیسا تھا میرا عذاب؟'' یعنی تم نے دیکھا اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کا انجام۔

(2) ﴿وَنُذُرِ﴾ ''اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟'' اور ڈراووں کا نتیجہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)اللہ کی قسم! دردناک عذاب اور تنبیہ تھی جس نے کسی کے لیے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہنے دی۔(تفسیر سعدی:2661/3)

(4)اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد پر آنے والی طوفانی ہوا کے عذاب اور ہلاکتوں کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں۔

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

ع 1 22 8

''اور بلاشبہ یقیناہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا،تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''(22)

سوال1:قرآن مجید کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا گیا ہے،اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ...مُّدَّكِرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا''قوم عاد کا بدترین انجام اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ ان اسباب و وجوہ کو تلاش کیا جائے جن کے باعث ان کا یہ بدترین انجام ہوا اور اسے سمجھنا بالکل آسان ہے کیونکہ قرآن مجید کے تمام واقعات وقصص کو سمجھنا بالکل آسان امر ہے۔کیا ہے کوئی عبرت پکڑنے والا؟(تفسیر منیر:176/14)

(2)﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾''تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی قوم کو سلام کہتے تو تین مرتبہ کہتے اسی طرح فرمایا:خبردار جھوٹی بات سے بچو،خبردار جھوٹی بات سے بچو،خبردار جھوٹی بات سے بچو۔اس طرح مذکورہ تمام مثالوں میں تاکید اور ترغیب کے اصول کو استعمال کیا گیا ہے۔(تفسیر المحرر الوجیز:217/5)

(3)یعنی ہم نے اس کے الفاظ آسان کر دیئے ہیں اور اس کے معنی سہل بنا دیئے ہیں۔ہم نے اس میں مختلف انواع کی عبرت اور وعظ و نصیحت کی ہے کہ جو چاہتا ہے وہ اس سے عبرت پکڑے اور جو چاہتا ہے وہ غور و فکر کر کے اس کا فہم حاصل کر لے۔(تفسیر مراغی:359/9)

(4)یہ بات اس لیے کہی گئی کہ قومِ عاد نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلا کر،نصیحت قبول نہ کر کے ہلاکت خریدی تھی۔اب تم دیکھ لو تمہارے پاس قرآنِ مجید کی نصیحت آ گئی ہے۔قبول نہیں کرو گے تو برے انجام کے لیے تیار ہو جاؤ۔اب بتاؤ کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟

سوال2:قرآنِ مجید کی نصیحت کو کون قبول کر سکتا ہے؟

جواب:قرآنِ مجید کی نصیحت کو وہ قبول کر سکتا ہے:(1)جس کی نیت صاف ہو۔(2)جس کے دل میں اس سے ہدایت حاصل کرنے کی تمنا ہو۔(3)جس کے کان توجہ سے سنیں۔(4)جو اس پر کھلے دل سے غور و فکر کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ﴾

''ثمود نے خبردار کرنے والوں کو جھٹلایا''(23)

سوال: قوم ثمود رسولوں کو جھٹلا کر مجرم قوموں میں شامل ہوگئی، اس کی وضاحت ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ﴾ ''ثمود نے خبردار کرنے والوں کو جھٹلایا'' قوم ثمود رسولوں کو جھٹلا کر مجرم قوموں میں شامل ہوگئی۔

(2) یہاں سے صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے۔ یہ تیسرا قصہ ہے یا انبیاء کرام کو جھٹلانے والی اقوام کی تیسری مثال ہے۔ ان اقوام کی عادت تھی کہ وہ ہر نبی کی تکذیب کرتے اور تمام رسولوں کے منکر تھے۔ انہوں نے نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام اور ان کی لائی ہوئی شریعتوں کو جھٹلا دیا۔ دراصل ایک رسول یا نبی کی تکذیب تمام انبیاء کرام کی تکذیب ہے کیونکہ تمام انبیاء کرام عقیدہ اور دین کے اصولوں میں متحد ہیں۔ سیدنا صالح علیہ السلام کا معجزہ ایک عجیب وغریب اونٹنی تھی جو ایک دن میں اکیلی ساری نہر کا پانی پی جاتی تھی (اور دوسرے دن لوگ پانی پیتے تھے) اور اتنا زیادہ دودھ دیتی تھی کہ سارے قبیلے کو کافی ہو جاتا تھا، بلکہ ان سے زیادہ ہو جاتا تھا۔ انہوں نے اس اونٹنی کو قتل کر دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبریل علیہ السلام کی چیخ کے ذریعے ان کو عذاب دیا اور وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ (تفسیر منیر:177/14)

(3)﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ﴾ ''ثمود نے خبردار کرنے والوں کو جھٹلایا'' اس آیت میں ثمود سے مراد معروف قبیلہ ہے جو حجر کے علاقے میں آباد تھا۔ جب ان کے نبی سیدنا صالح علیہ السلام نے ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا جس کا کوئی شریک نہیں اور مخالفت کی صورت میں انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے سیدنا صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور استکبار کا مظاہرہ کیا اور تکبر سے ڈینگیں مارتے ہوئے کہا کہ ہم ایک بشر کی اتباع کیسے کر سکتے ہیں؟ (تفسیر سعدی:2662/3)

(4) قوم ثمود نے تین وجوہات کی بنا پر صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ یہ وجوہات اگلی آیات میں بیان کی گئی ہیں۔

﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾

''پس انہوں نے کہا: ''کیا ہم ہی میں سے ایک انسان ہو ہم اس کے پیچھے چلیں؟ تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے''(24)

سوال 1: قوم ثمود نے انسان کو رسول ماننے کو گمراہی اور دیوانگی قرار دیا، اس کی وضاحت ﴿فَقَالُوْٓا ... وَّسُعُرٍ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ﴾ ''پس انہوں نے کہا: ''کیا ہم ہی میں سے ایک انسان ہو ہم اس کے پیچھے چلیں؟'' انہوں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اپنے جیسے ایک شخص کی بات مان لیں اور اس کے پیچھے چلیں جو بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، کھاتا پیتا ہے۔ اس میں تو ہم کوئی مافوق الفطرت بات نہیں دیکھتے۔

(2)﴿اِنَّآ اِذًا﴾ ''تب تو ہم یقیناً'' یعنی اگر ہم نے اس حالت میں اس کی پیروی کی۔

(3)﴿لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾ ''گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے'' اگر ہم نے اس کی بات مان لی تو ہم گمراہ اور دیوانے ہوں گے۔ اس طرح انہوں نے تکبر کی وجہ سے رسول کی پیروی سے انکار کیا اور بتوں کے پجاری بنتے ہوئے ایک لمحے کے لئے بھی ان کی عقل نے ان کا ساتھ نہ دیا۔

(4) یوں قوم ثمود نے انسان کو رسول ماننے کو گمراہی اور دیوانگی قرار دیا۔

سوال 2: لوگ اپنے جیسے ایک انسان کی پیروی کرنے کو گمراہی اور دیوانگی کیوں سمجھتے ہیں؟

جواب:(1) لوگوں کے خیال میں ایک انسان کو رسول تسلیم کرنے کا مطلب اسے اپنے سے بڑا مقام دینا ہے۔ اپنے سے بڑا مقام دینے پر اپنی بڑائی کا راستہ گم ہو جاتا ہے۔ اس لیے لوگ انسان کو رسول تسلیم کرنے کو دیوانگی قرار دیتے ہیں۔

(2) انسان کو رسول تسلیم کرنے کی وجہ سے اس کی سننی اور ماننی پڑتی ہے۔ جو لوگ اپنے آپ کو اور اپنے آباء و اَجداد کو بڑا سمجھتے ہیں، اُن کے نزدیک ایک انسان کی اطاعت دیوانگی ہے۔

﴿ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ﴾

''کیا ہمارے درمیان میں سے اُسی پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ وہ بڑا جھوٹا، خود پسند ہے'' (25)

سوال: ثمودیوں نے صالح علیہ السلام کو جھوٹا قرار دے دیا، اس کی وضاحت ﴿ءَاُلْقِيَ ... اَشِرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا﴾ ''کیا ہمارے درمیان میں سے اُسی پر ذکر نازل کیا گیا؟'' یعنی اللہ تعالیٰ نے کن خصوصیات کی بنا پر صالح علیہ السلام پر وحی نازل کی ہے اور بڑے بڑوں کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ بات تو تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔

(2) انبیاء کی دعوت پر یہ اعتراض ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم کچھ نہیں مگر تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم تمہارے پاس اذنِ الٰہی کے بغیر کوئی دلیل لائیں اور اللہ تعالیٰ ہی پر تو لازم ہے کہ ایمان والے بھروسہ کریں۔'' (ابراہیم:11)

(3) اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ایسے اوصاف، اخلاق اور کمالات سے نوازا ہوتا ہے جن کی بنا پر وہ اپنے رب کی رسالت اور اس کی وحی کے اختصاص کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت ہے کہ رسول نوع بشری میں سے ہیں۔ اگر رسول فرشتوں میں سے ہوتے تو انسانوں کا ان سے استفادہ کرنا ممکن نہ ہوتا۔ اگر فرشتوں کو رسول بنایا ہوتا تو جھٹلانے والوں پر فوراً عذاب نازل ہو جاتا۔ (تفسیر سعدی:3/2662-2663)

(4) ﴿بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ﴾ ''بلکہ وہ بڑا جھوٹا، خود پسند ہے'' انہوں نے صالح علیہ السلام کے بارے میں کہا: وہ حق کو ٹھکرا دینے والا متکبر ہے اس کا ہم پر عظیم ہونا جھوٹ ہے۔ (الاساس:10/5611)

(5) قوم ثمود نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کے بارے میں جو اعتراضات کیے ان کا مقصد محض انہیں جھٹلانا تھا۔ دراصل وہ خود اتنے ظالم تھے کہ سچے خیر خواہ کو نہیں پہچان سکے۔ ایسے ہی اعتراضات اہل مکہ نبی ﷺ پر کر رہے تھے۔

(6) ان کی سرکشی جب حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾

''جلد ہی کل وہ جان لیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے؟'' (26)

سوال: رب العزت نے ثمودیوں کے الزام کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿سَيَعْلَمُوْنَ ... الْاَشِرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے جواب میں فرمایا: ﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا﴾ ''جلد ہی کل وہ جان لیں گے'' یعنی کل آخرت میں تمہیں پتہ چل جائے گا۔ کل سے مراد عذاب کا دن بھی ہو سکتا ہے اور قیامت کا دن بھی مراد ہے۔

(2) جلد ہی پتہ چل جائے گا ﴿مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ ''کہ کون بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے؟'' اصل میں جھوٹا، شیخی خور، ڈینگیں مارنے والا کون تھا۔

(3) اس آیت میں زبردست دھمکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ﴾

''یقیناہم ایک اُونٹنی اُن کی آزمائش کے لیے بھیجنے والے ہیں، چنانچہ آپ انتظار کریں اور اچھی طرح صبر کریں''(27)

سوال: قوم ثمود کو انجام تک پہنچانے کے لیے اونٹنی کو آزمائش کے طور پر بھیجا گیا، اس کی وضاحت ﴿اِنَّا ... وَاصْطَبِرْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ﴾ ''یقیناہم ایک اُونٹنی بھیجنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان کے مطالبہ پر ان کے لئے چٹان سے اونٹنی پیدا کردی جو دس ماہ کی گابھن تھی، اونٹنی ان کے لئے نعمت تھی، وہ اس کا دودھ دوہتے جو سب کے لئے کافی ہوجاتا تھا۔ اب ان کا فرض تھا کہ وہ صالح علیہ السلام کو سچا نبی مان لیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حجت پوری کردی تھی۔

(2) ﴿فِتْنَةً لَّهُمْ﴾ ''اُن کی آزمائش کے لیے'' اونٹنی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش پوری کردی۔

(3) ﴿فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ﴾ ''چنانچہ آپ انتظار کریں اور اچھی طرح صبر کریں'' یعنی آپ دعوت دیتے رہیں اور انتظار کریں کہ ان پر کیا عذاب نازل ہوتا ہے یا دیکھتے رہیں کہ وہ ایمان لاتے ہیں یا کفر پر قائم رہتے ہیں۔

﴿وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ﴾

''اور اُنہیں بتادیں کہ پانی اُن کے (اور اونٹنی کے) درمیان تقسیم ہوگا، ہر ایک کے پینے کی باری حاضر کی گئی ہے''(28)

سوال: قوم ثمود کی آزمائش کے لیے پانی کو ان کے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم کر کے باریاں مقرر کردی گئیں، اس کی وضاحت ﴿وَنَبِّئْهُمْ .. مُّحْتَضَرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ﴾ ''اور اُنہیں بتادیں کہ پانی اُن کے (اور اونٹنی کے) درمیان تقسیم ہوگا'' یعنی آپ انہیں بتادیجئے کہ اب پانی تقسیم ہوگا۔ ایک دن ان کے پینے کے لئے اور ایک دن اونٹنی کے پینے کا ہوگا۔

(2) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''صالح نے کہا: ''یہ ایک اونٹنی ہے ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے لیے پانی پینے کی باری ہے۔'' (الشعراء:155)

یعنی جب اونٹنی کی باری ہو تو اس کا دودھ ملے گا اور جب اس کی باری نہیں ہوگی تو پانی حاضر ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1962)

(3) ﴿كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ﴾ ''ہر ایک کے پینے کی باری حاضر کی گئی ہے'' یعنی ان کو آگاہ کردیجئے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم ہوگا، یعنی ان کا پانی پینے کا چشمہ اب ان کے اور اونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا۔ ایک دن اونٹنی پانی پیئے گی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور ایک دن ان کے پانی پینے کے لیے ہے۔(تفسیر سعدی:2663/3)

(4)اس سے مراد یہ ہے کہ ہر کوئی اپنی باری پر حاضر ہو کر اپنا حصہ وصول کرے گا اور باری کے علاوہ نہیں آئے گا۔

(5)یہ تقسیم اس قوم کی آزمائش کے لیے تھی جس نے معجزہ طلب کیا تھا کہ اب جب انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ اونٹنی رب کے حکم کے تحت آئی ہے، ربّ کے حکم کی ظاہری صورت ہے، پھر بھی یہ حکم کو مانتے ہیں یا نہیں۔

﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ﴾

''تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا سو اُس نے اسے پکڑا پس اُس نے (اُونٹنی کو) کاٹ ڈالا''(29)

سوال: قوم ثمود کے اکسانے پر ان کے بدترین آدمی نے اونٹنی کو مار ڈالا، اس کی وضاحت ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ﴾''تو انہوں نے اپنے ساتھی کو پکارا'' انہوں نے اپنے بدبخت ترین ساتھی کو پکارا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا﴾''جب اُس کا بدبخت ترین آدمی اُٹھا۔''(الشمس:12)

(2)سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے اس شخص کا ذکر کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مارا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:''اس قوم کے ایک عزت دار، زور آور، صاحب قوت شخص نے اس کے مارنے کا ذمہ لیا (اور وہ ایسا ہی تھا) جیسا کہ (ہمارے زمانے میں) ابوزمعہ ہے۔''(بخاری:3377)

(3)﴿فَتَعَاطٰى﴾''سو اُس نے اسے پکڑا'' قوم ثمود نے اونٹنی کو مار ڈالنے کا جو حکم دیا تھا تو اس نے تیر سے اسے مار ڈالا۔

(4)﴿فَعَقَرَ﴾''پس اُس نے (اُونٹنی کو) کاٹ ڈالا'' اس نے اونٹنی کے پاؤں کی رگوں کو کاٹ ڈالا۔

(5)یوں قوم ثمود کے اکسانے پر ان کے بدترین آدمی نے اونٹنی کو مار ڈالا۔

(6)قومِ ثمود نے اونٹنی کو اس لیے قتل کر دیا کہ پانی کی باریاں نہ رہیں، ہم اپنی مرضی کے مطابق جب چاہیں جتنا چاہیں پانی لے سکیں۔

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾

''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟''(30)

سوال: اللہ تعالیٰ نے اپنے کس عذاب اور کن ڈرانے والی باتوں کے بارے میں توجہ دلائی ہے، اس کی وضاحت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا؟'' اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر آنے والی چنگھاڑ کے عذاب کی طرف توجہ دلائی ہے جس نے ہر چیز کو باڑے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح کر دیا تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈریں۔

(2) یعنی یہ سخت ترین عذاب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت چنگھاڑ اور زلزلہ بھیجا جس نے ان کے آخری آدمی تک کو ہلاک کر ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا صالح علیہ السلام اور ان لوگوں کو بچا لیا جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ (تفسیر سعدی:2664/3)

(3) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو ان کا انجام تمہارے سامنے ہے۔ یہ بتاؤ کفر اور تکذیب کرنے پر میرا عذاب اور میرے ڈراوے کیسے رہے؟

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾

''بلاشبہ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی، چنانچہ وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئے'' (31)

سوال: اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وجہ سے قومِ ثمود کی کیا حالت ہوگئی، اس کی وضاحت ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا ... الْمُحْتَظِرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾ ''بلاشبہ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی'' یہ جبریل علیہ السلام کی چنگھاڑ تھی جس نے ان کے دل پھاڑ دیئے۔ (ایسر التفاسیر:1554)

(2)﴿فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ﴾ ''چنانچہ وہ باڑ لگانے والے کی روندی ہوئی باڑ کی طرح ہو کر رہ گئے'' یعنی وہ بھوسے کی طرح اڑا دیے گئے۔ وہ ایک دوسرے پر گرنے لگے اور ایک دوسرے سے روندے جانے لگے جیسے کسی کھیت کے گرد لگی ہوئی باڑ جو چند دن میں روندے جانے کی وجہ سے چورا چورا ہو جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 340/4)

(3)﴿مُحْتَظِرِ﴾ یعنی خشک گھاس کی طرح جل کر راکھ بن کر ہوا میں اڑ جائے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انہیں ایک ہولناک آواز نے پکڑ لیا تو وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ گویا ان میں وہ بسے ہی نہ تھے۔ سن لو! بلاشبہ ثمود نے اپنے رب کا کفر کیا تھا، سن لو! دُوری ہے ثمود کے لیے۔'' (ہود:68,67)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

''اور بلاشبہ یقیناہم نے اس قرآن کونصیحت کے لیے آسان کردیا،توکیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''(32)

سوال1:قرآن مجید کونصیحت کے لیے آسان کردیا گیا ہے،اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... مُّدَّكِرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾''اور بلاشبہ یقیناہم نے اس قرآن کونصیحت کے لیے آسان کردیا،توکیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''یعنی ہرانسان پراس حقیقت کاادراک کرنا آسان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عذاب الیم کے اسباب کوصراحت کے ساتھ بیان کردیا ہے۔یہ کتاب آسان ترین ماخذ ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے قصص وغیرہ کوسمجھنا آسان کردیا ہے۔کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟یہاں تکرارتاکیداورتذکیر کے لیے ہے۔(تفسیرالمنیر:183/14)

(2)﴿الذِّكْرِ﴾حلال وحرام کے احکام،امرونہی،جزاوسزا کے احکام،مواعظ،عبرت انگیز واقعات،عقائدنافعہ اوراخبار صادقہ کوشامل ہے۔بنابریں قرآن کریم کاعلم،حفظ اورتفسیر کے اعتبار سے بہت آسان اورعلی الاطلاق جلیل علم ہے۔قرآن کاعلم بہت نفع مندعلم ہے۔بندہ مومن جب اسے طلب کرتا ہےتواس کی مدد کی جاتی ہے۔(تفسیرسعدی:2660/3)

(3)﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾''توکیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا''اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سلف میں سے کسی کا قول ہے:کیا کوئی علم کا طالب ایسا ہے جس کی اس بارے میں مدد کی جائے؟اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی طرف توجہ مبذول کرنے اوراس سے نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾''توکیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا''(تفسیرسعدی:2661,2660/3)

سوال2:قرآن مجید کی نصیحت کوکون قبول کرسکتا ہے؟

جواب:(1)قرآنِ مجید کی نصیحت وہ قبول کرسکتا ہے جس کانصیحت قبول کرنے کاارادہ ہو۔

(2)قرآنِ مجید کی نصیحت وہ قبول کرسکتا ہے جواسے زندگی کی کتاب سمجھتا ہو۔

(3)قرآنِ مجید کی نصیحت وہ قبول کرسکتا ہے جواس پرکھلے دل ودماغ سے غوروفکر کرے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کونصیحت کے لئے کیسے آسان کردیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ہردور کے لوگوں کے لئے قرآنِ مجید کوآسان بنایا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کےعلم کومحفوظ کردیا ہےاوراسے انسانی دست بُرد سے محفوظ رکھا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) دلوں کے بھید جاننے والے نے انسانی ضروریات اور حالات کے پیش نظر ہدایات دے کر اسے آسان کر دیا ہے۔

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ﴾

''لُوط کی قوم نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا'' (33)

سوال: قوم لوط بھی رسولوں کو جھٹلانے کے جرم کی مرتکب ہوئی، اس کی وضاحت ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ﴾ ''لُوط کی قوم نے بھی ڈرانے والوں کو جھٹلایا'' یہ چوتھا قصہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے جرائم اور انجام کا تذکرہ کیا ہے۔ قوم لوط کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا اور فحاشی کا ارتکاب کیا، جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک وتباہ و برباد کر دیا، تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کرنے سے پہلے اپنے نبی کے ذریعے عذاب الیم سے ڈرایا تھا۔ لیکن انہوں نے نبی کی بات کو جھٹلا دیا اور ہلاک و برباد ہو گئے۔ (تفسیر منیر: 185/14)

(2) جب سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلایا اور انہیں شرک اور فحش کام سے روکا جو دنیا میں ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا، تو انہوں نے سیدنا لوط علیہ السلام کی تکذیب کی۔ پس انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور اپنے شرک اور فواحش پر جمے رہے حتیٰ کہ وہ فرشتے جو خوبصورت مہمانوں کی شکل میں آئے تھے ان کی آمد کے بارے میں جب سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم نے سنا تو جلدی سے آئے اور وہ ان مہمانوں کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور ان کا برا کرے۔ وہ ان مہمانوں کے بارے میں آپ کو فریب دینا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا، انہوں نے ان کو اندھا کر ڈالا، ان کے نبی نے ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت اور سزا سے ڈرایا ﴿فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ﴾ ''تو انہوں نے ڈراوے میں شک کیا۔'' (تفسیر سعدی: 2664/3)

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ﴾

''یقیناً ہم نے اُن پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی، آلِ لُوط کے سوا، ہم نے اُن کو سحری کے وقت بچا لیا'' (34)

سوال: اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو پتھراؤ والی ہوا بھیج کر ہلاک کر دیا لیکن آل لوط کو سحر کے وقت بچا لیا، اس کی وضاحت ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا ... بِسَحَرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا﴾ ''یقیناہم نے اُن پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی'' حَاصِبًا اسی سے محصب، حجاز کی ایک جگہ کا نام ہے۔حاصب، ہوا کا جھکڑ جس میں پتھر، آگ برسے۔ باب ضَرَبَ سے ہے۔ (تفسیر کمالین شرح تفسیر جلالین:6/368)

(2)جب انہوں نے تنبیہات کو جھٹلایا اور اپنے کفر پر اصرار کیا اور بے حیائی کے کام کیے تو اللہ تعالیٰ نے اوپر سے پتھروں کی بارش برسائی۔

(3)﴿اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ﴾ ''آل لُوط کے سوا'' اس سے مراد لوط علیہ السلام اور ان پر جو لوگ ایمان لائے تھے، ان کی بیٹیاں وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بچالیا۔(ایسر التفاسیر:1555)(4) آل لوط کو سیدنا لوط علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے بچالیا گیا۔

(5)﴿نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ﴾ ''ہم نے اُن کو سحری کے وقت بچالیا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں رات کے آخری حصے میں نجات دی۔

﴿نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ﴾

''اپنی جانب سے فضل کر کے بچایا ہے، ہم ایسے ہی ہر اُس شخص کو جزا دیتے ہیں جو شکر کرے''(35)

سوال1: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آل لوط کو عذاب سے بچایا، اس کی وضاحت ﴿نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:﴿نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ ''اپنی جانب سے فضل کر کے بچایا ہے'' یعنی لوط علیہ السلام اور آل لوط کی نجات، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور انعام تھا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو اپنی طرف سے احسان کر کے اپنے عذاب سے بچا لیتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ﴾ ''ہم ایسے ہی ہر اُس شخص کو جزا دیتے ہیں جو شکر کرے'' یعنی اس طرح ہم دنیا کے عذاب سے بھی ان لوگوں کو نجات دیتے ہیں جو شکر کرتے ہیں۔ سیدنا لوط علیہ السلام ایمان، اعمال صالح اور اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار تھے اور اس کے قریب تھے۔(ایسر التفاسیر:1555)

(2)﴿نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ﴾ ''ہر اُس شخص کو جزا دیتے ہیں جو شکر کرے'' یعنی ہم ایمان اور عمل صالح کے انعامات عطا کرتے ہیں۔(تفسیر ابی السعود:6/170)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو! اور جو کوئی شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز، بہت تعریفوں والا ہے۔'' (لقمان:12)

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے صبح کے وقت یہ دعا پڑھی: ﴿اَللّٰهُمَّ ! مَا اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنْكَ وَحْدَكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ، فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ﴾ ''اے اللہ! مجھ پر یا تیری مخلوق میں سے کسی پر جس نعمت نے بھی صبح (شام) کی ہے وہ صرف تیری طرف سے ہے، تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، پس تیرے ہی لیے حمد ہے اور تیرے ہی لیے شکر ہے۔'' تو اس نے اس دن کا شکر ادا کر دیا اور جس نے شام کے وقت ایسا ہی کہا تو اس نے اس رات کا شکر ادا کر دیا۔'' (ابوداؤد:5073)

(5) سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو جب کوئی مسرت کی بات پیش آتی یا آپ ﷺ کو خوش خبری دی جاتی تو آپ ﷺ شکرانے کے طور پر سجدہ میں گر جاتے۔ (ابوداؤد:2774)

﴿وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً لوط نے اُنہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تو اُنہوں نے ڈراوے میں شک کیا'' (36)

سوال: ﴿وَلَقَدْ... بِالنُّذُرِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً لوط نے اُنہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا'' یعنی ہم نے کسی کو ظلم سے نہیں پکڑا بلکہ ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑا ہے۔

(2) یعنی لوط علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرایا تھا اور ہمارا قہر اور عذاب یاد دلا کر بھی تنبیہات کی تھیں مگر انہوں نے پرواہ نہیں کی۔

(3) ﴿فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ﴾ ''تو اُنہوں نے ڈراوے میں شک کیا'' انہوں نے مذاق اڑایا، جھٹلایا، جھگڑا کیا اور ان کے نبی ہونے میں شک کیا۔ (4) لوط علیہ السلام کی قوم کی رب کی پکڑ سے بے خوفی کا سبب اُن کی سرکشی، تکبر اور غرور تھا۔

﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا

''اور بلاشبہ یقیناً اُنہوں نے لوط کو اُس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی، تو ہم نے اُن کی آنکھیں مٹا دیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

9

﴿عَذَابِىْ وَنُذُرِ﴾

سو چکھو میرا عذاب اور میرا اڈرانا'' (37)

سوال: قوم لوط نے فرشتوں سے بدکاری کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں مٹادیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ۔۔۔وَنُذُرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اُنہوں نے لوط کو اُس کے مہمانوں سے بہکانے کی کوشش کی'' عذاب والی رات جبریل، میکائیل اور اسرافیل خوب صورت لڑکوں کی صورت میں ان کے پاس پہنچے تو سیدنا لوط علیہ السلام نے انہیں گھر ٹھہرا لیا۔لوگ چاروں طرف سے ان پر ٹوٹ پڑے۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے گھر کا دروازہ بند کرلیا اور ان بدبختوں نے دروازہ توڑنے کا قصد کیا۔ سیدنا لوط علیہ السلام انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرا کر ان کی حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے لیکن وہ اپنے نشے میں مدہوش تھے۔

(2) ﴿فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ﴾ ''تو ہم نے اُن کی آنکھیں مٹادیں'' سیدنا جبریل علیہ السلام نے اپنے پروں کے کنارے ان کی آنکھوں پر مار دیے جس سے ان کی آنکھیں پھوٹ نکلیں۔

(3) سیدنا جبریل علیہ السلام نے فرشتوں سے بدفعلی کی نیت کرنے پر اُن کو اپنے پَر کا ایک حصہ مارا۔ اس سے اُن کی آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکل آئے۔ یہ عام عذاب سے پہلے خاص عذاب تھا۔

(4) ﴿فَذُوْقُوْا عَذَابِىْ وَنُذُرِ﴾ ''سو چکھو میرا عذاب اور میرا اڈرانا'' یعنی جن لوگوں نے لوط علیہ السلام کے مہمانوں سے بدی کا مطالبہ کیا وہ میرا عذاب اور میری ڈراونی باتوں کا مزہ چکھیں اور باقی امت ان کی ہلاکت سے عبرت حاصل کرے۔

﴿وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ﴾

''اور یقیناً صبح سویرے ہی ایک نہ ٹلنے والے عذاب نے اُن پر حملہ کر دیا'' (38)

سوال: اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو انجام تک پہنچادیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ۔۔۔مُّسْتَقِرٌّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ﴾ ''اور یقیناً صبح سویرے ہی ایک نہ ٹلنے والے عذاب نے اُن پر حملہ کر دیا'' یعنی صبح کے وقت جو عذاب آیا تو ایک کے بعد ایک عذاب تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو پلٹ کر رکھ دیا پھر پتھروں کی بارش برسائی جو نشان زدہ تھے پھر ان پر سمندر کا پانی چڑھا دیا، یوں اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو انجام تک پہنچادیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾

''سو اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈراوا''(39)

سوال: ﴿فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾ ''سو اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈراوا'' یعنی تم جو مذاق اڑاتے تھے، مانتے نہ تھے، سرکشی کرتے تھے اب میرا عذاب اور میرا ڈراوا چکھو۔

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

ع 2 18 9

''اور بلاشبہ یقیناہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''(40)

سوال 1: قرآن مجید کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ...مُّدَّكِرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا'' یعنی قرآن کے حفظ اور فہم کو آسان کر دیا ہے تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

(2) ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' تو کیا کوئی ایسا ہے جو نصیحت قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے باز آجائے۔

(3) اس قصے سے مقصود نصیحت وعبرت حاصل کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو عبرت پکڑنے والوں کے لیے آسان کر دیا ہے لیکن کتنے ہی نصیحت آموز قصے ہیں جن سے نصیحت نہیں پکڑی جاتی۔ یہاں اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ کو تنبیہ اور تاکید کے لیے مکرر لائے ہیں۔ (تفسیر منیر:189/14)

(4) ضحاک سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو انسانوں کی زبانوں پر آسان نہ کرتا تو کوئی بھی استطاعت نہیں رکھتا تھا کہ وہ اللہ کے کلام کے ساتھ کلام کرے۔ (تفسیر مراغی: 359/9)

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ لوگ اُس کی آیات پر غور وفکر کریں اور تا کہ عقل والے اُس سے نصیحت حاصل کریں۔'' (ص:29)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو نصیحت کے لئے کیسے آسان کر دیا ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے لوگوں کے لئے قرآنِ مجید کو آسان بنا دیا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے ہر عمر کے لوگوں کے لئے قرآنِ مجید کو آسان بنا دیا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مضامین کو آسان طریقے سے پیش کیا ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ نے ایسی تعلیمات دی ہیں جو ہر دور کے لوگوں کے لئے یکساں مفید ہیں۔

سوال3:قرآنِ مجید کی نصیحت کو کون قبول کرسکتا ہے؟

جواب:(1)قرآنِ مجید کی نصیحت وہ قبول کرسکتا ہے جس کے لئے قرآن زندگی کی کتاب ہو۔

(2)اس سے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے جو اس کتاب کو حجت سمجھتا ہو۔

(3)اس سے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے جس کے کان توجہ سے سُنیں۔

(4)اس سے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے جس کے دل میں تعصب نہ ہو۔

(5)اس سے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے جو اس پر عمل کرنا چاہتا ہو۔

(6)اس سے وہ نصیحت حاصل کرسکتا ہے جو اس پیغام کو دوسروں تک پہنچانا چاہتا ہو۔

سوال4:اس سورت میں قرآنِ مجید کو آسان کرنے کا بار بار ذکر کیا گیا، اس کا مقصد کیا ہے؟

جواب:اس کا مقصد یہ ہے کہ قرآنِ مجید کو سمجھنا اور اس کا حفظ کرنا آسان ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے آسان کیا، یہ اُس کا عظیم احسان ہے۔اس احسان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

﴿وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ﴾

''اور آلِ فرعون کے پاس ڈرانے والے آئے تھے''(41)

سوال:اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق آلِ فرعون کے پاس بھی رسول آئے، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:﴿وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ﴾''اور آلِ فرعون کے پاس ڈرانے والے آئے تھے''فرعون بھی اپنے ملک میں خدا بن بیٹھا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق آلِ فرعون کے پاس بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو ڈرانے والے بنا کر بھیجا تھا کہ اگر ایمان لاؤ گے تو جنت کی خوش خبری ہے اور اگر کفر اور شرک پر قائم رہو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے قہر سے ڈراتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ﴾

''انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں پکڑ لیا، سب پر غالب، بے حد قدرت والے کی طرح پکڑنا'' (42)

سوال: آل فرعون نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلا دیا تو انہیں عذاب میں پکڑ لیا گیا، اس کی وضاحت ﴿كَذَّبُوْا ... مُّقْتَدِرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا﴾ ''انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا'' یعنی وہ ہماری آیات پر ایمان لانے کی بجائے انہیں جھٹلانے لگ گئے۔ ان کے پاس اللہ تعالیٰ نے نو نشانیاں بھیجی تھیں مگر انہوں نے سب معجزات کو جھٹلا دیا۔

(2) ﴿فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ ''تو ہم نے انہیں پکڑ لیا، سب پر غالب، بے حد قدرت والے کی طرح پکڑنا'' یعنی ہم نے انہیں عذاب سے پکڑ لیا، انہیں غرق کر دیا۔ وہ بے نیل مرام ہوئے، ان میں سے ایک بھی نہ بچا جو ہلاک ہونے والوں کی خبر دیتا ہو، یہ ایک قوی صاحب اقتدار کی پکڑ ہے جو ہر ایک کو عاجز کر دیتی ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا، پس ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔'' (الاعراف:136)

﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ﴾

''کیا تمہارے کافر اُن سے بہتر ہیں؟ یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں معافی ہے؟'' (43)

سوال: قریش مکہ کو جو نصیحت اور سرزنش کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَكُفَّارُكُمْ ... فِي الزُّبُرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ﴾ ''کیا تمہارے کافر ان سے بہتر ہیں؟'' یعنی اے محمد ﷺ کے مخاطبین! یہ بتاؤ کہ تمہارے کافر ان کافروں سے بہتر ہیں جن کی ہلاکت کا ذکر تمہارے سامنے کیا ہے؟

(2) اس آیت مبارکہ میں قریش مکہ کو ڈانٹ ڈپٹ ہے۔ (تفسیر منیر:189/14)

(3) انبیاء کرام کو جھٹلانے کا سبب، سابقہ اقوام کی ہلاکت اور تباہی و بربادی کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ بطرق استفہام انکاری، قریش مکہ کو ڈانٹ رہے ہیں کہ ان کی مانند تم پر بھی عذاب نازل ہو سکتا ہے کیونکہ جس راستے پر وہ چل رہے تھے بعینہٖ وہی راستہ تم نے اختیار کر رکھا ہے۔ اگر قریش مکہ اپنے کفر پر ڈٹے رہے اور اپنی گمراہی پر مصر رہے تو عنقریب انہیں دنیا میں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرت میں سخت ترین عذاب سے دوچار ہوں گے۔ (تفسیر منیر:195/14)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ﴾ ''یا تمہارے لیے اگلی کتابوں میں معافی ہے؟'' یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں تمہارے ساتھ کوئی عہد اور میثاق کر رکھا ہے جو گزشتہ انبیاء پر نازل ہوئی ہیں جن کی بنا پر تم یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے وعدے اور اس خبر کی وجہ سے عذاب سے بچ جاؤ گے؟ مگر یہ غیر واقع چیز ہے بلکہ یہ عقلاً اور شرعاً غیر ممکن امر ہے کہ ان کتب الٰہیہ میں ان کی براءت لکھ دی گئی ہو جو عدل و حکمت کو متضمن ہیں۔ یہ حکمت کے منافی ہے کہ ان جیسے معاندین حق کو نجات حاصل ہو جنہوں نے افضل الانبیاء سید المرسلین نبی ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام انبیاء و مرسلین سے بڑھ کر صاحب تکریم ہیں، کو جھٹلایا۔ (تفسیر سعدی: 2666/3)

(5) یہ سوال اس لئے کیا گیا کہ قریش کفر پر مُصر تھے اور اپنی مرضی کر رہے تھے۔ اُنہیں احساس دلایا گیا کہ کیا من چاہے کاموں پر معافی لکھ دی گئی ہے جو بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر رہے ہو؟ اگر پہلے لوگ کفر پر ہلاک کر دیئے گئے تو تم کفر کر کے سلامتی کی اُمید کیسے رکھ سکتے ہو؟

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ﴾

''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لے کر رہنے والی جماعت ہیں؟'' (44)

سوال: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لے کر رہنے والی جماعت ہیں؟'' یعنی کیا تم اپنی جماعت کو زبردست سمجھ رہے ہو کہ ان کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکے گا؟ (مختصر ابن کثیر: 1968/2)

(2) اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے سے تعداد کی کثرت اور وسائل کی قوت روکتی ہے جیسے یہاں اللہ تعالیٰ نے دل کی چھپی بیماری کو کھولا ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم ایسی جماعت ہیں جو بدلہ لے کر رہنے والی ہے۔

﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾

''جلد ہی اُس جماعت کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے'' (45)

سوال: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ ''جلد ہی اُس جماعت کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے'' ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ بدر کے دن کفار نے کہا کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہے گی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس: 313/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بدر کے دن آپ ﷺ ایک خیمہ میں مقیم تھے۔ آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: ''یا اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کی قسم دیتا ہوں، یا اللہ! اگر تو چاہے تو (ان تھوڑے سے مسلمانوں کو ہلاک کر دے) تو پھر آج کے بعد کوئی تیری پرستش کرنے والا نہ رہے گا۔'' پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ اب بس کیجئے، آپ نے اپنے پروردگار سے التجا کرنے میں حد کر دی۔ آپ ﷺ اس دن زرہ پہنے ہوئے چل رہے تھے۔ آپ خیمہ سے باہر نکلے تو یہ آیت پڑھ رہے تھے: ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ ''جلد ہی اُس جماعت کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔'' (بخاری: کتاب التفسیر)

(3) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اسی طرح واقع ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ پس اس نے ان کی بہت بڑی جماعت کو غزوہ بدر کے روز زبردست ہزیمت سے دوچار کیا، ان کے بڑے بڑے بہادر اور ان کے سرکردہ سردار قتل ہو کر ذلیل و خوار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین، اپنے نبی اور اہل ایمان پر مشتمل اپنے گروہ کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔ (تفسیر سعدی: 2666/3)

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ﴾

''بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ہے'' (46)

سوال: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کے لیے دنیا کے عذاب کے بعد قیامت کے سخت ترین عذاب کا وعدہ ہے، اس کی وضاحت ﴿بَلِ السَّاعَةُ ... وَاَمَرُّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ﴾ ''بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لانے والوں کو دنیا میں تو جو سزا ملی اور اصل سزا تو قیامت کے دن ملنے والی ہے جو اس سزا سے زیادہ دہشت ناک ہوگی اور درد ناک بھی ہوگی۔ (تیسیر القرآن: 342/4)

(2) قیامت کے دن انہیں جزا دی جائے گی جو مصائب میں مبتلا رہے اور جنہیں لذات والی زندگی دی گئی رب العزت ان کے درمیان عدل سے فیصلہ کریں گے۔

(3) ﴿وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ﴾ ''اور قیامت زیادہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ہے'' یعنی قیامت اتنی دہشت ناک آفت ہے جو نہایت مشقت والی ہے اور ہر اس چیز سے بڑھ کر تلخ ہے جو تصور میں آسکتی ہے۔

(4) یوسف بن ماہک سے روایت ہے کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھا آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس وقت آیت: ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ﴾ ''لیکن ان کا اصل وعدہ تو قیامت کے دن کا ہے اور

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قیامت زیادہ بڑی اور زیادہ تلخ چیز ہے'' نبی ﷺ پر مکہ میں نازل ہوئی تو میں بچی تھی اور کھیلا کرتی تھی۔ (صحیح بخاری:4876)

﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾

''بلاشبہ مجرم لوگ گمراہی اور دیوانگی میں ہیں'' (47)

سوال: مجرم گمراہ ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''بلاشبہ مجرم لوگ'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا، کبیرہ گناہ کیے اور کثرت سے جرائم کا ارتکاب کیا۔ (2) ﴿فِيْ ضَلٰلٍ﴾ ''گمراہی میں ہیں'' یعنی وہ دنیا میں علم اور عمل کی گمراہی میں مبتلا تھے۔

(3) ﴿وَّسُعُرٍ﴾ ''اور دیوانگی میں'' قیامت کے دن بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ یہ آگ ان کے جسموں سے بھڑکائی جائے گی جو دلوں تک پہنچے گی۔

(4) ﴿سُعُرٍ﴾ سعر بمعنی آگ کا بھڑکنا اور شعلے نکالنا۔ پھر یہ لفظ مجازاً اشتعال دلانے اور مشتعل ہونے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ﴿سُعُرٍ﴾ سے مراد ایسی دیوانگی ہے کہ کسی بات پر انسان فوراً مشتعل ہو کر غلط کام کرنے لگے اور اس کی عقل صحیح کام نہ کرے۔ یعنی ان مجرموں کی کیفیت ہوگئی ہے کہ ہدایت کی کسی بات پر غور کرنے سے پہلے ہی سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:4/343)

﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ﴾

''جس دن انہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، چکھو آگ کا چھونا'' (48)

سوال: قیامت کے دن مجرموں کا جو رسوا کن انجام ہوگا، اس کی وضاحت ﴿يَوْمَ ... سَقَرَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ﴾ ''جس دن'' یعنی قیامت کے دن۔

(2) ﴿يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ﴾ ''انہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا'' چہرہ تمام اعضاء میں سب سے زیادہ بڑھ کر ہے۔ چہرے کو عذاب دے کر مجرموں کو ذلیل و رسوا کیا جائے گا۔ انہیں خبر نہیں ہوگی کہ کہاں گھسیٹ کر لے جایا جا رہا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ ''جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے وہی لوگ ٹھکانے میں بدترین اور راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔'' (الفرقان:34)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح جمع کیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہ ہستی جس نے اس کو (دنیا میں) اس کے دو پیروں پر چلایا، اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اس کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل چلائے؟'' (مسلم:7087)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین قریش رسول ﷺ سے تقدیر کے بارے میں جھگڑا کرنے کے لئے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی ﴿يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ (۴۸) إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (۴۹)﴾ ''جس دن انہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، چکھو آگ کا چھونا، ہم نے بلاشبہ ہر چیز کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔'' (القمر:49،50)(مسلم:6752)

(5) ﴿ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ﴾ ''چکھو آگ کا چھونا'' انہیں رسوا کرنے کے لیے کہا جائے گا کہ اب آگ میں جلنے کا مزہ چکھو۔

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔'' (مسلم:7164)

(7) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آتش جہنم کا ذکر کیا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور کراہت ظاہر کی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم سے بچو۔'' پھر آپ ﷺ نے (دوبارہ) اس کا ذکر کیا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور کراہت ظاہر کی، یہاں تک ہم نے یہ گمان کیا کہ جیسے آپ ﷺ اسے دیکھ رہے ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم جہنم سے بچو، اگرچہ کھجور کا آدھا حصہ صدقہ کر کے ہی اور جس شخص کو یہ بھی نہ ملے تو وہ ایک اچھا کلمہ کہہ کر ہی اپنے آپ کو جہنم سے بچا لے۔'' (بخاری:6563)

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾

''ہم نے بلاشبہ ہر چیز کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے'' (49)

سوال: ہر چیز کا اندازہ مقرر ہے، اس کی وضاحت ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ ''ہم نے بلاشبہ ہر چیز کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے'' یعنی ہم نے ہر چیز کو پہلے سے لکھی گئی تقدیر کے مطابق پیدا کیا ہے اور وہ تحریر لوح محفوظ میں زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے سے موجود ہے۔ ہر چیز اسی طرح واقع ہوتی ہے جیسے اس کی کمیت، صورت، وقت، جگہ طے کر دی گئی ہوتی ہے۔ (ایسر التفاسیر:1557)

(2) یہ آیت کریمہ، تمام مخلوقات، تمام علوی اور سفلی کائنات کو شامل ہے، تمام کائنات کو اکیلے اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا کیا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کا خالق نہیں اور نہ اس کی تخلیق میں کسی کی کوئی شراکت ہی ہے۔ اس نے اس کائنات کو ایسی قضاوقدر کے ساتھ پیدا کیا، جس کے بارے میں اس کا علم سبقت کر گیا، اس کی مقدار، وقت اور اس کے تمام اوصاف کو اس کے قلم نے درج کر لیا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان تھا۔ (تفسیر سعدی: 3/2667)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ ''وہ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس نے اولاد نہیں بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ۔'' (الفرقان: 2)

(4) ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى (۱) الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى (۲) وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى (۳)﴾ ''آپ اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو سب سے بلند ہے۔ وہ ذات جس نے پیدا کیا پھر درست بنایا اور وہ ذات جس نے تقدیر بنائی تو راہ دکھائی۔'' (الاعلیٰ: 1-3)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سب مخلوقات کی تقدیروں کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے بھی پچاس ہزار سال قبل لکھا تھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔'' (مسلم: 6748)

(6) سیدنا طاؤس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات کی۔ وہ کہتے تھے ہر چیز تقدیر سے وابستہ ہے اور میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر چیز تقدیر سے وابستہ ہے یہاں تک کہ عجز اور قدرت یا قدرت اور عجز۔'' (مسلم: 6751)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طاقتور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور پسندیدہ ہے اور جبکہ خیر دونوں میں (موجود) ہے۔ ان چیزوں کی حرص کرو جو تمہارے لئے نفع مند ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہو اور اس سے عاجز مت ہو اور اگر تم پر کوئی مصیبت آ جائے تو یہ نہ کہو، کاش میں ایسا کر لیتا بلکہ یہ کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے، وہ جیسے چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ کاش شیطان کا دروازہ کھولتا ہے۔'' (مسلم: 6774)

(8) جناب نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا شام میں ایک دوست تھا، جو ان سے خط و کتابت کرتا رہتا تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں لکھا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے تقدیر کے بارے میں باتیں کی ہیں۔ (تم تقدیر کو جھٹلاتے ہو) لہٰذا میری طرف آئندہ کوئی خط نہ لکھنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''عنقریب میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو تقدیر کی تکذیب کریں گے۔'' (مسند احمد: 5641)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خوب جان لو کہ اگر ساری امت تمہیں نفع پہنچانے پر اتفاق کرے، تو وہ تمہیں صرف اتنا ہی نفع پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھاری قسمت میں لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب تمہیں نقصان پہنچانے پر اتفاق کر لیں، تو وہ تمہیں صرف اتنا ہی نقصان پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے۔ قلمیں خشک ہو گئی ہیں اور صحیفے لپیٹ دیے گئے ہیں۔'' (ترمذی:2516)

﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ﴾

''اور ہمارا حکم ایک ہی بار پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے'' (50)

سوال: اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہو کر رہے گا، اس کی وضاحت ﴿وَمَآ ... بِالْبَصَرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا ہے کہ اس کی مخلوق میں اس کی مشیت نافذ ہو کر رہتی ہے جیسا کہ اس نے خبر دی ہے کہ اس کی تقدیر بھی ان کے بارے میں جاری وساری رہتی ہے۔ (المصباح المنیر: 6/47)

(2) ﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ﴾ ''اور ہمارا حکم ایک ہی بار'' رب العزت نے فرمایا: جب ہم کسی چیز کو تخلیق کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمارا ایک حکم اسے مکمل طور پر وجود میں لے آتا ہے۔

(3) ﴿كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ﴾ ''پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے'' یعنی اس کام میں کسی رکاوٹ کے بغیر پلک جھپکنے کی طرح وقت لگتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا کہ: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔'' (یٰسٓ:82)

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً تمہارے جیسی جماعتوں کو ہم ہلاک کر چکے، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (51)

سوال: بہت سی پہلی جھٹلانے والی قومیں ہلاک ہو چکیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ ... مُّدَّكِرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً تمہارے جیسی جماعتوں کو ہم ہلاک کر چکے'' یعنی تم جیسے اعمال کرنے والے لوگوں کو ہم پہلے ہلاک کر چکے ہیں۔ انہوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا جیسے تم نے جھٹلایا۔

(2) ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا'' یعنی کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے اس بات سے کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

پہلے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک ہی سنت رہی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو ان کے شرک کی وجہ سے ہلاک کیا تو ان کو ہلاک کرنا ناگزیر ضرورت تھی۔

(4) کیا تم اس بات سے نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ دو گروہوں کے رویوں میں کوئی فرق نہیں۔

﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾

''اور ہر وہ چیز جو انہوں نے کی وہ دفتروں میں درج ہے'' (52)

سوال: انسان کے تمام اعمال کا ریکارڈ محفوظ ہے، اس کی وضاحت ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾ ''اور ہر وہ چیز جو انہوں نے کی وہ دفتروں میں درج ہے'' یعنی جو کچھ یہ عمل کرتے ہیں سب کتابوں میں لکھ دیا گیا ہے جو فرشتوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہیں۔

(2) یعنی وہ جو نیکی بدی کرتے ہیں سب اعمال نامے میں محفوظ ہو جاتا ہے اور وہ سب کچھ صحیفہ تقدیر میں لکھا ہوتا ہے۔

﴿وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾

''اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے'' (53)

سوال: ہر چھوٹا اور بڑا عمل اعمال نامے میں درج ہے، اس کی وضاحت ﴿وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾ ''اور ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے'' یعنی اعمال نامہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں چھوٹے بڑے تمام اعمال جمع کر دیے جاتے ہیں۔ اس میں ہر چھوٹا بڑا عمل درج کیا جاتا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ ''کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اس کے پاس ہوتا ہے۔'' (ق:18)

(3) ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف:49)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! معمولی سمجھے جانے والے گناہوں سے بچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بھی مؤاخذہ ہوگا۔'' (مسند احمد:25231)

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ﴾

''بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے'' (54)

سوال: متقیوں کے حسن انجام کی وضاحت ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنے والے اور اس کے عذاب کے خوف سے گناہوں سے رکنے والے، جو صغیرہ، کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔

(2) ﴿فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ﴾ ''باغوں اور نہروں میں ہوں گے'' وہ نعمتوں بھری جنتوں میں ہوں گے جس میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کسی آدمی کے حاشیہ خیال ہی میں ان کا گزر ہوا ہے۔ یعنی ان جنتوں میں پکے ہوئے پھلوں سے لدے ہوئے درخت، بہتی ہوئی نہریں، بلند و بالا محلات، خوبصورت آرام گاہیں، نہایت لذیذ ماکولات و مشروبات، حسین و جمیل حوریں، خوبصورت باغات، جزا و سزا سے نوازنے والے بادشاہ کی رضا اور اس کے قرب کے حصول میں کامیابی، یہ سب کچھ ہوگا۔ (تفسیر سعدی:3/2667,2668)

(3) ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۱۵) اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ (۱۶)﴾

''یقیناً پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہیں جو کچھ ان کا رب انہیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے ہی نیکی کرنے والے تھے۔'' (الذاریات:15,16)

(4) ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ (۱۷) فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۱۸) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۗـــًٔـا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۹) مُتَّكِـــِٕيْنَ عَلٰي سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (۲۰)﴾

''متقی لوگ بلاشبہ باغوں اور بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ وہ لطف اندوز ہونے والے ہوں گے اس سے جو ان کے رب نے انہیں دیا، اور ان کے رب نے انہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچا لیا ہے۔ خوب مزے سے کھاؤ اور پیو اس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ وہ صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔" (الطور:17-20) ﴿اللّٰھم اجعلنا منھم﴾ (آمین)

ع 3 15 10

﴿فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾

"صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس" (55)

سوال: متقی صدق کی مجلس میں اللہ رب العزت کے پاس ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿فِيْ ... مُّقْتَدِرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ﴾ "صدق کی مجلس میں" یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور عزت والے گھر اور اس کے احسان اور فضل والے گھر میں۔

(2) ﴿عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ "بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس" یہ وہ گھر ہے جو اس عظیم بادشاہ کے پاس ہے جو تمام کائنات کا خالق ہے، تمام چیزوں کے اندازے مقرر کرنے والا ہے اور جس چیز کو چاہے اس پر قادر ہے۔ جنت والوں کی، متقیوں کی، محسنوں کی، مقرب بندوں کی ہر خواہش پوری کرے گا اور ہر تمنا کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا۔ (مختصر ابن کثیر:1970/2)

(3) اس کے بعد مت پوچھئے کہ ان کا رب اپنی طرف سے کیسی کیسی عزت و تکریم اور جود و کرم سے نوازے گا اور ان پر اپنے بے پایاں احسانات اور نوازشات میں اضافہ کرتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کرے، ہمارے دامن میں جو برائیاں ہیں ان کی بنا پر ہمیں ان بھلائیوں سے محروم نہ کرے جو اس کے سایہ رحمت میں ہیں۔ (آمین) (تفسیر سعدی:2668/3)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک انصاف کرنے والے لوگ رحمان (اللہ) کے دائیں نور کے منبر پر ہوں گے"، یعنی وہ لوگ جو اپنے فیصلوں میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے تابع ہیں انصاف کرتے ہیں۔ (نسائی:5381)

آیَاتُهَا: 78 | 55 - سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ - 97 | رُکُوْعَاتُهَا: 3

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے۔ اس کے تین رکوع اور 78 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 55 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے 97 سورت ہے۔

سوال 3: اس سورت کا نام ''الرحمن'' کیوں ہے؟

جواب: سورۃ رحمن کا نام ''الرحمن'' اس لیے رکھا گیا کیونکہ اس کا آغاز اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم کے ساتھ ہو رہا ہے اور وہ اسم ''الرحمن'' ہے۔ یہ رحمت سے اسم مبالغہ ہے جس میں ''رحیم'' کے مقابلے میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ جو منعم (نعمت دینے والا) ہے، اس نے اپنی تمام مخلوق کو جلیل القدر نعمتوں سے نوازا ہے۔ جبکہ ''الرحیم'' کا معنی یہ ہے کہ وہ منعم جس نے اپنے خاص بندوں یعنی اہل ایمان کو خاص نعمتوں سے نوازا ہے۔ (تفسیر منیر:205/14)

سوال 4: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سورۃ رحمٰن مکی سورتوں میں سے ایسی سورۃ ہے جو عقیدہ اسلامیہ کے اصول وقواعد کا علاج معالجہ کرتی ہے۔ (یعنی عقائد کی اصلاح کرتی ہے) (صفوۃ التفاسیر:274/3)(الاساس فی التفسیر:5639/10)

(2) امام طبری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ''رحمن'' تمام خلقت کے لیے ہے جبکہ ''رحیم'' صرف اہل ایمان کے لیے ہے۔ اس سورت کا نام ایک اور حدیث میں امام بیہقی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کچھ اس طرح مرفوع نقل کیا ہے کہ یہ قرآن کی دلہن ہے۔ (تفسیر منیر:205/14)

(3) سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رکن کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا اس وقت آپ ﷺ کو یہ حکم نہیں ملا تھا کہ ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾ چنانچہ مشرکین بھی آپ ﷺ کی قرأت سن رہے تھے اور آپ ﷺ یہ آیت پڑھ رہے تھے ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (الدر المنثور:189/6)

(4) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں تھے اور آپ ﷺ نے ان کو سورۃ الرحمن شروع سے آخر تک پڑھ کر سنائی مگر وہ خاموش رہے تب آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے تم خاموش کیوں کھڑے ہو؟ حالانکہ میں نے اس سورت کو جنات پر تلاوت کیا تھا اور انہوں نے سن کر اچھا جواب دیا تھا کہ میں جب بھی اس آیت ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' سے گزرا تو وہ کہتے: ﴿لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! ہم تیری کسی بھی نعمت کی تکذیب نہیں کرتے اور تمام تر تعریفات کا تو ہی لائق ہے۔'' (الدر المنثور:190,189/6)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ترمذی:3291) (5) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نور کعات نماز وتر ادا کرتے تھے پھر جب آپ ﷺ بڑی عمر کو پہنچے اور بھاری بدن والے ہو گئے تو آپ ﷺ سات رکعت نماز وتر ادا کیا کرتے تھے اور دو رکعت بیٹھ کر نماز پڑھتے اور ان میں سورۃ رحمٰن اور سورۃ واقعہ کی قرأت کیا کرتے تھے۔ (الدر المنثور:190/6)

(6) مہایمی نے کہا ہے کہ قرآن کی دلہن اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ سورۃ جلیل القدر نعمتوں کے تذکرے سے بھری ہوئی ہے۔ (تفسیر قاسمی:278/15)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾

''وسیع رحمت والے نے'' (1)

سوال: اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک ﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ ''وسیع رحمت والے نے'' اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک نام ہے۔

(2) سورۃ کا آغاز ﴿اَلرَّحْمٰنُ﴾ سے ہوا ہے جو اس کی بے پایاں رحمت، عمومی احسان، بے شمار بھلائیوں اور وسیع فضل وکرم پر دلالت کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان امور کا ذکر فرمایا جو اس کی رحمت اور اس کے آثار، یعنی دینی، دنیاوی اور اخروی نعمتوں پر دلالت کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں تک پہنچایا۔ اپنی ان نعمتوں کی ہر جنس اور نوع کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دونوں جماعتوں یعنی، جن وانس کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا کریں، چنانچہ فرماتا ہے: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (تفسیر سعدی:2669,2668/3) (3) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت وشفقت کی خبر دی ہے۔

(4) رحمت وہ رقتِ قلب ہے جو احسان کرنے کا تقاضا کرے۔ (مفردات القرآن)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾ ''اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے، وہ قیامت کے دن ضرور بہ ضرور تمہیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں۔'' (الانعام:12)

(6) الرحمٰن وہ ہے جس کی رحمت ایمان والوں کے لئے قرآنِ مجید کی صورت میں آئی۔ (i) الرحمٰن وہ ہے جس کی رحمت اولاد کو والدین کا فرماں بردار بنا دیتی ہے۔ (ii) الرحمٰن وہ ہے جس کی رحمت شوہر اور بیوی کے رشتے کو مضبوط کر دیتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iii)الرحمٰن وہ ہے جس کی رحمت سے بعض لوگ بعض سے زیادہ خاص ہو جاتے ہیں۔(iv)الرحمٰن کی رحمت سے محمد الرسول اللہ ﷺ رحمت للعالمین بنے۔(v)الرحمٰن وہ ہے جس کی رحمت نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔

(7)اور اس کی رحمانیت میں سے اس کا پرندوں پر لطف وکرم کرنا ہے۔﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۛ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اور کیا اُنہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سوا انہیں کوئی نہیں تھامتا، بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔''(الملک:19)

(8)سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ﴾ ''رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے۔زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔''(ترمذی:1924)

(9)رحمت بے لوث محبت کو کہتے ہیں۔بغیر کسی مطالبے کے جو شفقت اور عنایت کی جاتی ہے اس کو رحمت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندۂ مومن کو اس کا شکر ادا کرنے پر ابھارتی ہے۔اسے یہ یقین آجاتا ہے کہ میرا رب مجھے، میرے وقت، میرے مال، میری صلاحیتوں اور میری قوتوں کو رائیگاں نہیں جانے دے گا۔وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس زندگی کے ہر عمل کو فائدہ مند بنا دے گا۔

﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾

''قرآن کی تعلیم دی''(2)

سوال1:الرحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی، اس کی وضاحت ﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾ ''قرآن کی تعلیم دی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو قرآن کریم کے علم سے نوازا اور محمد ﷺ نے اپنی امت مسلمہ کو اس کی تعلیم دی۔(تفسیر مراغی:377/9)

(2)زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں:﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾ کا معنی ہے کہ میں نے اسے آسان کر دیا ہے کیونکہ یہ نصیحت ہے۔ (معانی القرآن:232)

(3)اے لوگو! وہ رحمن ہے جس نے اپنی رحمت سے تم کو قرآن سکھایا ہے۔تم پر اللہ تعالیٰ نے یہ انعام فرمایا ہے۔جب تم نے اس میں غور وخوض اور فکر وتدبر کیا تو تم نے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کو پایا اور جب تم نے اس میں غور وفکر کیا تو تم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور غضب کی معرفت و آشنائی حاصل کی۔ تاکہ جو کچھ اس میں بیان کیا جارہا ہے اس کی اطاعت و پیروی کو بجالاؤ جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے اور جس کا اس نے حکم دیا ہے اس پر عمل پیرا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی، عتاب و عذاب سے اجتناب کیا جاسکے۔ تاکہ ان احکام پر عمل پیرا ہونے کی بنا پر اجر عظیم سے نوازا جائے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب و ناراضی سے اجتناب ہوسکے۔ (جامع البیان: 120/27)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''آپ کہہ دیں اس کو نازل کیا ہے اُس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے، یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الفرقان: 6)

(5) ﴿الٓرٰ ۣ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ ''الر۔ ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔'' (ہود: 1)

(6) قرآن کریم کی تعلیم جلیل القدر، ارفع و اعلیٰ مقام کی حامل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر یہ چیز عیاں کی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نصیحت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾ ''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا چنانچہ اُن میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور ان میں سے کوئی میانہ رَو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔'' (فاطر: 32)

(7) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس چیز کا علم دیا ہے کہ وہ اس نعمت عظمیٰ کی وجہ سے اس کی تعریف کریں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صورت میں نازل فرمائی ہے۔ (اضواء البیان: 489/7) اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔'' (الکہف: 1) ﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور آپ یہ اُمید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب اتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے، چنانچہ آپ کافروں کے لیے مددگار نہ بنیں۔'' (القصص: 86) ﴿اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝﴾ ''ہماری طرف سے حکم ہے، یقیناً ہم ہی رسول بھیجنے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

والے تھے۔آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے یقیناً وہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔"(الدخان:6,5)

(8)وہ قرآن کی تعلیم ہے جو دلوں کی شفا ہے۔(البحرالمحیط:54/10)

(9)رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:﴿خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ﴾"تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے۔"(بخاری ومسلم)

(10)پچھلی سورۃ کا افتتاح ایسے معجزہ سے ہورہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہیبت وعظمت پر دلالت کررہا ہے اور وہ چاند کا پھٹنا ہے اور اس سورۃ کا افتتاح ایسے معجزہ سے ہورہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت پر دلالت کررہا ہے اور وہ قرآن کریم جیسی بابرکت کتاب ہے جس میں دلوں کی شفا اور گناہوں سے پاکیزگی کا سامان موجود ہے۔اور یہ منصب ومقام کے لحاظ سے تمام نعمتوں سے زیادہ صاحب سبقت وجلالت ہے۔پچھلی سورۃ اور اس سورۃ میں اس لحاظ سے ایک دوسری مناسبت بھی پائی جاتی ہے کہ اُس (پچھلی) سورۃ میں ایسی باتوں کا تذکرہ ہے جو انتقام الٰہی اور غضب خداوندی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔جیسا کہ اس کا فرمان ہے:﴿فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾"سو اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈراوا۔"(القمر:39) ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ﴾"پھر کیسا تھا میرا عذاب اور کیسا تھا میرا ڈرانا!"(القمر:21)اور اس سورۃ میں ہر نعمت کو شمار کرنے کے بعد﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾"تو اے جن وانس!تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟" کا ذکر ہے یعنی نعمت پر نعمت کی یاددہانی کا،کیونکہ یہ چیز غفلت ونسیان میں مبتلا لوگوں کی غنودگی کو احساس بیداری عطا کرتی ہے۔"(غرائب القرآن:227/6)

(11)اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے قرآن کے الفاظ اور معانی کو اپنے بندوں کے لیے آسان کردیا ہے۔یہ وہ کتاب ہے جو ہر بھلائی پر مشتمل ہے اور ہر برائی سے روکتی ہے۔(12)الحمدللہ،اللہ تعالیٰ نے قرآن کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان کردیا ہے۔

(13)قرآن کا اتارنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا ہے۔ہر مالک کا اپنے مملوک کو یہ بتانا ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے اور کس مقصد کے لیے اسے بنایا گیا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا انسانوں کو یہ بتانا ضروری تھا کہ ان کا مقصد حیات کیا ہے اور یہ ضرورت قرآن اتار کر پوری کردی گئی۔(تیسیرالقرآن:345/4)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنی بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا اور سب سے پہلے قرآنِ مجید کی تعلیم کا ذکر کیا،اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی ضرورت اور اہمیت کی وجہ سے اس کا ذکر آغاز میں کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)انسانی زندگی کے لئے سب سے زیادہ فائدہ مند نعمت قرآنِ مجید ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا آغاز میں ذکر کیا۔
(3)قرآنِ مجید کی تعلیم سے ہی انسان صحیح معنوں میں انسان بن سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا آغاز میں ذکر کیا۔

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾

''اُس نے انسان کو پیدا کیا''(3)

سوال: الرحمٰن نے انسان کو تخلیق کیا، اس کی وضاحت ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾ کی روشنی میں کریں؟
جواب:(1)﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾ ''اُس نے انسان کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صورت میں، کامل اعضا اور پورے اجزا کے ساتھ نہایت محکم بنیاد پر تخلیق فرمایا، باری تعالیٰ نے انسان کو پوری مہارت کے ساتھ بنایا اور اسے تمام حیوانات پر امتیاز بخشا۔(تفسیر سعدی:2669/3)
(2)انسان اپنی تخلیق کے وقت ایک خلیہ ہوتا ہے جو باپ کی پیٹھ سے ماں کے رحم میں منتقل ہوتا ہے اور انتہائی کمزوری سے اس کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ cell سے کئی cell، پھر جما ہوا خون، پھر گوشت کی بوٹی، پھر ہڈیاں، عضلات، اعصاب وغیرہ بنتے ہیں۔ پھر حیرت انگیز سننے، دیکھنے، چکھنے، سونگھنے اور چھونے کے کام شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر شعور ملتا ہے اسی cell کو جو نہ نظر آتا تھا نہ اظہار کر سکتا تھا۔ یہ cell کہاں سے آیا؟ خلیے سے انسان کیسے بنا؟ انسان رحمٰن کے پاس سے آیا ہے۔ انسان کو رحمٰن نے تخلیق کیا ہے۔

﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾

''اُسے بولنا سکھایا''(4)

سوال: الرحمٰن ہی ہے جس نے انسان کو بولنا سکھایا، اس کی وضاحت ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ کی روشنی میں کریں؟
جواب:(1)﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ ''اُسے بولنا سکھایا'' چونکہ آیت میں قرآن مجید کی تعلیم کا بیان ہے اور تعلیم زبان سے ادا کرنے پر موقوف ہے، جس کا دارومدار قوت گویائی کو آسان بنانے پر اور حلق، زبان اور ہونٹوں سے ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنے کو آسان کرنے پر ہے۔ مخارج مختلف ہیں اور زبان سے ادا کیے جاتے ہیں۔ مختلف قسم کے مخرجوں کو ادا کرنا اللہ تعالیٰ نے انسان کو بتا دیا۔ اب آسانی سے زبان مخرج ادا کر دیتی ہے خواہ وہ ہونٹوں سے نکل رہا ہو، یا حلق سے یا نوک زبان سے۔(مختصر ابن کثیر:1972/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)یعنی اللہ تعالیٰ نے جنس انسان کی تخلیق کی اوراسے نطق اور مافی الضمیر بیان کرنے کی قوت عطا فرمائی تا کہ وہ دیگر انسانوں کے ساتھ مخاطب ہوسکے اور معاشرے کے امور کو سمجھے اوران کے درمیان باہمی تعاون، اخوت اور محبت کی فضا قائم ہو۔تعلیمی عناصر بھی اس سے مکمل ہوتے ہیں۔(تفسیر منیر:212/14)

(3)اور جب انسان بنیادی طور پر مدنی الطبع اور معاشرت پسند ہے تو پھر اس کے لیے کسی بات کے افہام کے لیے کسی زبان کی ضرورت ہے جس سے وہ اپنی جنس کی بات کو سمجھے اوراس سے اپنی خط وکتابت کا سلسلہ جاری وساری رکھے خواہ وہ اسی ملک میں ہو یا بیرون ملک یا دوسرے شہروں میں ہواور علوم سلف کو اس کے لیے محفوظ کیا جائے تا کہ خلف (بعد میں آنے والے)اس سے مستفید ہوں اوران چیزوں کو محفوظ کیا جائے جو تاریخی ہیں، جو پہلے ہو چکی ہیں۔(تفسیر مراغی:377/9)

(4)البیان سے مراد نطق، کتابت، خط اور کلام کو سمجھنا اور سمجھانا ہے۔یعنی یہ امر واضح ہو جائے کہ متکلم کیا کہنا چاہتا ہے اوراسے کیا کہا جارہا ہے۔یہ قول ابوالعالیہ، مرۃ، حسن اور سدّی کا ہے۔(تفسیر وسیط:217/4)

(5)سیدنا قتادہ رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرماتے ہیں﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت کا بیان حلال وحرام کے درمیان سکھایا تا کہ مخلوق کے خلاف اس کو حجت بنایا جائے۔(جامع البیان:120/27)

(6)سیدنا قتادہ رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾کے بارے میں فرماتے ہیں:اوراللہ تعالیٰ نے خیر وشر کو واضح کر دیا جس کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور جس سے اجتناب کیا جاتا ہے۔(جامع البیان:121/27)

(7)﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ابن زید رحمہ اللہ کا قول ہے:بیان سے مراد کلام ہے۔(جامع البیان:121/27)

(8)اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں جو صحیح اور درست قول ہے وہ یہ ہے کہ اس کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی حاجت وضرورت کا بیان کرنا سکھایا خواہ وہ امور دنیا سے تعلق رکھتی ہو یا آخرت کے امور سے یا وہ حلال سے تعلق رکھتی ہو یا حرام سے، خواہ اقتصاد ومعیشت کے متعلق ہو یا بولنے کے گویا انسان کی ہر حاجت وضرورت جو بھی اس کو پیش آسکتی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز سے خاص نہیں کیا کہ اس نے بعض چیزوں کی تعلیم دے دی اور بعض کو خیر باد کہہ دیا بلکہ اسے عام رکھا ہے۔فرمایا:﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾(جامع البیان:121/27)

﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾

''سورج اور چاند ایک حساب سے ہیں''(5)

سوال:سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے مقررہ نظام کے تحت رواں دواں ہیں،اس کی وضاحت﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِحُسْبَانٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾ ''سورج اور چاند ایک حساب سے ہیں'' یعنی سورج اور چاند متعین کردہ برجوں میں رواں دواں رہتے ہیں اور بندوں کی مصلحت کی خاطر اپنی منازل میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کے مقررہ نظام کے تحت رواں دواں رہتے ہیں اور اس سے تجاوز نہیں کرتے ۔ (صفوۃ التفاسیر:276/3)

(2)رب العزت کا فرمان ہے:﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ ''نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔'' (یٰس:40)

(3)ایک خاص حساب اور باضابطہ نظام ہے جس میں یہ دونوں عظیم الشان سیارے جکڑے ہوئے ہیں چنانچہ ایک خاص وقت میں طلوع اور غروب ہوتے ہیں اور ایک معین راستہ پر چلتے ہیں۔اسی وجہ سے انسان اس قابل ہوا ہے کہ وقتوں، دنوں، تاریخوں اور موسموں کا حساب رکھ سکے۔(ابن کثیر)

(4)﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ ''وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔'' (الانعام:96)

﴿وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ﴾

''اور بے تنے کے پودے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں'' (6)

سوال:﴿وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ﴾ ''اور بے تنے کے پودے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں'' امام ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں: نجم کے معنی میں مفسرین میں اختلاف ہے، البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ شجر اس درخت کو کہتے ہیں جو تنے پر کھڑا ہو، علی بن ابو طلحہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نجم زمین پر پھیلی ہوئی نباتات کو کہتے ہیں۔سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، سدی اور سفیان کا بھی یہی قول ہے۔ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نجم کے معنی ستارے کے ہیں، قتادہ اور حسن کا بھی یہی قول ہے۔(تفسیر طبری:152,153/27) یہ قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے لوگ بھی۔'' (الحج:18)(المصباح المنیر:51/6)

(2) یعنی ستارے اور درخت دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ ستارے مختلف ابراج میں منتقل ہونے اور درخت پھل دینے میں حکم الٰہی کے پابند ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر:276/3)

(3) مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان کے سجدہ کرنے سے مراد تذلل اور فرمانبرداری ہے۔ (تفسیر الثعالبی:346/5)

(4) ﴿يَسْجُدٰنِ﴾ سے مراد ان کے سائے کا سجدہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ﴾ ''اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان کے سائے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں بائیں ڈھلتے ہیں اس حال میں کہ وہ سب عاجزی کرنے والے ہیں۔'' (النحل:48)(تفسیر الوسیط:218/14)

(5) آسمان کے ستارے اور زمین کے درخت سب اپنے رب کو پہچانتے ہیں، اس کو سجدہ کرتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں، اس کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے مصالح اور منافع کے لیے ان کو مسخر کر رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی:2669/3)

(6) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورج غروب ہوا تو ان سے پوچھا: ''تم کو معلوم ہے کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟'' میں نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے پھر (دوبارہ آنے کی) اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔'' (بخاری:3199)

(7) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی مطیع اور فرماں بردار ہیں لہٰذا تم بے دین لوگوں کی طرح ستاروں اور درختوں کی عبادت نہ کرو۔ (تفسیر قرطبی:114/9)

﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ﴾

''اور آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی'' (7)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: الرحمٰن نے آسمان کو بلند کیا اور میزان کو قائم کیا، اس کی وضاحت ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا﴾ ''اور آسمان کو اس نے بلند کیا'' یعنی الرحمٰن نے زمین والوں کے لیے آسمان کو بلند کیا۔

(2) ﴿وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ﴾ ''اور میزان قائم کردی'' لفظ میزان کی تفسیر اس آیت میں سیدنا قتادہ رحمہ اللہ، مجاہد، سدّی وغیرہ نے عدل سے کی ہے کیونکہ میزان کا اصل مقصد عدل ہی ہے اور بعض حضرات مفسرین نے یہاں میزان کو اپنے معروف معنی میں لیا ہے اور حاصل اس کا بھی وہی ہے کہ حقوق میں عدل وانصاف سے کام لیا جائے۔ اور میزان کے معنی میں ہر وہ آلہ داخل ہے جس سے کسی چیز کی مقدار معین کی جائے خواہ وہ کوئی دو پلڑے والی ترازو ہو یا کوئی جدید آلہ پیمائش۔ (معارف القرآن: 245/8)

(3) امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان سمیت ہر شے کو عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 5647/10)

(4) اور اللہ تعالیٰ نے ترازو وضع کیا، یعنی بندوں کے درمیان اقوال وافعال میں عدل جاری کیا۔ اس سے مراد صرف معروف میزان ہی نہیں بلکہ وہ معروف میزان، ناپ تول جس کے ذریعے سے اشیاء اور دیگر مقداروں کو ناپا جاتا ہے، دیگر پیمانے جن کے ذریعے سے مجہولات کو منضبط کیا جاتا ہے اور اس میں وہ حقائق بھی داخل ہیں جن کے ذریعے سے مخلوقات میں فرق کیا جاتا ہے اور ان کے ذریعے سے ان کے درمیان عدل قائم کیا جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2669/3)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ''بلاشبہ یقینا ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان بھی نازل کی تاکہ لوگ انصاف قائم کریں۔'' (الحدید: 25)

(6) اس آیت میں میزان سے اکثر مفسرین نے میزان عدل مراد لی ہے جس کے سہارے یہ زمین وآسمان قائم ہیں۔ اس صورت میں ان کے عدل سے مراد وہ توازن وتناسب ہے جو ہر سیارے میں قوت جاذبہ یعنی کشش ثقل اور مرکز گریز قوت کے درمیان رکھ دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ہر سیارے کا درمیانی فاصلہ، ان کی رفتار اور ان میں باہمی تعلق بھی شامل ہے اور یہ اتنا لطیف اور خفیف تعلق ہے جو انسان کی سمجھ سے باہر ہے اور اس توازن وتناسب کو میزان کے لفظ سے اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ انسان کو سمجھانے کے لیے اس لفظ کے مفہوم کے قریب تر کوئی لفظ نہ تھا۔ (تیسیر القرآن: 346/4)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ﴾

''کہ تم ناپ تول میں حد سے تجاوز نہ کرو''(8)

سوال: اللہ تعالیٰ نے میزان قائم کرنے کا جو مقصد بیان فرمایا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَلَّا تَطْغَوْا﴾ ''کہ تم حد سے تجاوز نہ کرو'' یعنی انصاف سے تجاوز نہ کرو۔ (تفسیر بیضاوی: 273/5)

(2)﴿اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ﴾ ''کہ تم ناپ تول میں حد سے تجاوز نہ کرو'' پہلی آیت میں جو میزان پیدا کرنے کا ذکر تھا اس جملے میں اس کے مقصد کو واضح کیا گیا ہے۔ تطغوا طغیان سے مشتق ہے جس کے معنی بے انصافی اور ظلم کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ میزان کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے بنایا کہ تم وزن میں کمی بیشی کر کے ظلم وجور میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ (معارف القرآن: 245/8)

(3) یعنی اللہ تعالیٰ نے میزان نازل فرمائی تا کہ تم حقوق اور دیگر معاملات میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اگر معاملہ تمہاری عقل اور آراء کی طرف لوٹتا تو ایسا خلل واقع ہوتا جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آسمان، زمین اور ان کے رہنے والے فساد کا شکار ہو جاتے۔ (تفسیر سعدی: 2669/3)

(4) اللہ تعالیٰ نے دنیا حق واعتدال پر پیدا کی ہے تا کہ تمام چیزیں اعتدال پر آ جائیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1972/2)

﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾

''اور انصاف کے ساتھ وزن قائم کرو اور ناپ تول میں گھاٹا نہ دو''(9)

سوال 1: صحیح صحیح ماپنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَقِيْمُوا ... الْمِيْزَانَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ﴾ ''اور انصاف کے ساتھ وزن قائم کرو'' یعنی عدل قائم کرو۔

(2) یعنی جہاں تک تمہاری قدرت، طاقت اور تمہارے امکان میں ہے، وزن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو۔ (تفسیر سعدی: 3/ 2669)

(3) امام قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے ابن آدم عدل کر! جس طرح تجھے پسند ہے کہ تیرے ساتھ عدل کیا جائے اور پورا پورا دے جس طرح تجھے پسند ہے کہ تجھے پورا پورا دیا جائے۔ بے شک عدل کرنے میں لوگوں کی اصلاح ہے۔ (تفسیر منیر: 215/14)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو جھکے ہوئے ترازو کے ساتھ وزن کم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر رہا تھا انہوں نے اسے فرمایا: ترازو کے دستے کو سیدھا کر کے وزن کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: ﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ﴾ (الدر المنثور: 191/6)

(5) ﴿وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾ ''اور ناپ تول میں گھاٹا نہ دو'' یعنی وزن میں کمی بیشی نہ کرو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ ''اور جب ماپ کر تو پورا پورا ماپ کر دو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔'' (بنی اسرائیل: 35)

(6) یعنی اسے کم نہ کرو کہ اس کی ضد پر عمل کرنے لگو، اس سے مراد ظلم و جور اور سرکشی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2671/3)

سوال 2: ناپ تول میں کمی کرنے کے کیا نقصانات ہیں؟

جواب: (1) ناپ تول میں کمی سے ہی بے انصافی کا آغاز ہوتا ہے۔ (2) ناپ تول میں کمی کی وجہ سے معاشی معاملات خراب ہوتے ہیں۔ (3) ناپ تول میں کمی کی وجہ سے زمین میں فساد پھیلتا ہے۔

﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ﴾

''اور زمین کو اُس نے مخلوق کے لیے بچھا دیا'' (10)

سوال: الرحمٰن نے زمین کو مخلوق کے لیے بچھایا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) الرحمٰن نے زمین کو مخلوق کے لیے بچھایا ہے، فرمایا: (2) ﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا﴾ ''اور زمین کو اُس نے بچھا دیا'' یعنی خالق نے جیسے آسمان بلند کیے ایسے ہی زمین بچھا دی اور اس میں سر بفلک پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دیں تاکہ جاندار چل سکیں اور راحت سے زندگی بسر کر سکیں پھر انسان بھی مختلف شکل و رنگ والے، مختلف زبانوں والے زمین کے تمام گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1972/2)

(3) یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کی کثافتوں، اس کے استقرار اور اس کے اوصاف و احوال سمیت بنایا۔

(4) ﴿لِلْاَنَامِ﴾ ''مخلوق کے لیے'' تاکہ وہ زمین کو ٹھکانہ بنائے، زمین ان کے لیے ہموار فرش کا کام دے، یہ اس پر عمارتیں تعمیر کریں، زمین پر کھیتی باڑی کریں، باغات لگائیں، کنویں کھودیں، اس کے راستوں پر چلیں، اس کی معدنیات اور ان تمام چیزوں سے فائدہ اٹھائیں جن کی انہیں حاجت اور ضرورت ہو۔ (تفسیر سعدی: 2670/3)

(5) انام سے مراد ہر وہ جاندار مخلوق ہے جو روئے زمین پر پائی جاتی ہے۔ خواہ وہ چرند ہوں، یا پرند، مویشی ہوں یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درندے، انسان ہوں یا جن اور انام سے مراد انسان اور جن لینا اس لحاظ سے زیادہ مناسب ہے کہ آگے انہیں دو انواع کا ذکر آ رہا ہے۔ (تیسیر القرآن: 346/4)

﴿فِيهَا فَاكِهَةٌ ۖ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ﴾

''اس میں پھل ہیں اور کھجور کے درخت غلافوں والے (خوشوں پر) ہیں'' (11)

سوال: زمین میں پھل اور کھجوریں الرحمٰن کی رحمت ہیں، اس کی وضاحت ﴿فِيهَا ... الْاَكْمَامِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيهَا فَاكِهَةٌ﴾ ''اس میں پھل ہیں'' یعنی زمین میں مختلف قسم کے رنگوں، ذائقوں اور خوشبوؤں والے پھل پیدا کر دیے ہیں۔

(2) ﴿وَّالنَّخْلُ﴾ ''اور کھجور کے درخت'' یعنی خوشے والی کھجوریں بھی۔ کھجور کو خاص طور پر اس لیے بیان کیا گیا کہ اسے پھلوں پر ایک گونہ فوقیت حاصل ہے اس سے لوگ، لگنے کے بعد سے خشک ہونے تک فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1972/2)

(3) ﴿ذَاتُ الْاَكْمَامِ﴾ ''غلافوں والے (خوشوں پر) ہیں'' اکمام وہ غلاف ہیں جن میں کھجور کا خوشہ پھوٹنے کے وقت چھپا ہوتا ہے۔ (احسن التفاسیر: 66/7)

(4) یعنی غلاف والی کھجوریں جو گچھے سے پھوٹتی ہیں جو تھوڑی تھوڑی کر کے نکلتی ہیں یہاں تک کہ مکمل ہو جاتی ہیں، تب وہ خوراک بن جاتی ہیں جس کو کھایا جاتا ہے، اس کو ذخیرہ کیا جاتا ہے، مقیم اور مسافر اس کو توشہ بناتے ہیں۔ کھجور بہترین پھلوں میں سے نہایت لذیذ پھل ہے۔ (تفسیر سعدی: 2670/3)

(5) پھل انسان کی خوراک کا بہترین حصہ ہیں۔ ان میں مزہ، حُسن، خوشبو اور قوت ہے۔ الرحمٰن نے اتنی خصوصیات کو پیدا کر کے انسان پر رحمت کی ہے۔

﴿وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ﴾

''اور بھوسے والا اناج ہے اور خوشبودار پھول ہیں'' (12)

سوال: بھوسے والے اناج اور پھول الرحمان کی رحمت ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْحَبُّ﴾ ''اور اناج ہے'' یعنی اناج اور دانے جو انسان کی خوراک بنتے ہیں۔

(2) ﴿ذُو الْعَصْفِ﴾ ''بھوسے والا'' یعنی جانوروں کے بھوسے کے لیے اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیہوں، چاول، مکئی، جو، چنا وغیرہ شامل ہیں۔

(3)﴿وَالرَّيْحَانُ﴾ ''اور خوشبودار پھول ہیں'' اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے رزق کی تمام اقسام مراد ہوں جس کو آدمی کھاتے ہیں۔ تب یہ خاص طور پر عطف عام کے باب میں شمار ہوگا اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عمومی اور خصوصی خوراک اور رزق سے نوازا ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد معروف ریحان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انواع کی خوش کن اور فاخرہ خوشبوؤں کو زمین میں سے مہیا کر کے، ان سے اپنے بندوں کو نوازا ہے جو روح کو مسرت عطا کرتی ہیں اور ان سے نفوس میں انشراح پیدا ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2670/3)

(4) بھوسے والے اناج اور پھول الرحمن کی رحمت ہیں۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (13)

سوال: انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں گھرا ہوا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَبِاَيِّ... تُكَذِّبٰنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ میں جنوں اور انسانوں دونوں مخلوقات کو خطاب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (جامع البیان:130/27)

(2) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور ان کے سامنے الرحمن شروع سے آخر تک پڑھی۔ لوگ (سن کر) چپ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میں نے یہ سورت اپنی جنوں سے ملاقات والی رات میں جنوں کو پڑھ کر سنائی تو انہوں نے مجھے تمہارے مقابلے میں اچھا جواب دیا۔ جب بھی میں پڑھتا ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ تو وہ کہتے: ﴿لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ﴾ ''اے ہمارے رب تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کا بھی انکار نہیں کرتے، تیرے ہی لیے ساری تعریفیں ہیں۔'' (ترمذی:3291)

(3)﴿اٰلَآءِ رَبِّكُمَا﴾ ''اپنے رب کی نعمتوں کو'' آلاء سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انسان کی ضرورت مہیا کرتی ہیں اور پے در پے آتی رہتی ہیں اور اسے زندگی بسر کرنے کے لیے کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ (فقة اللغه) اور یہ لفظ بالعموم جمع ہی استعمال ہوتا ہے کیونکہ ایسی نعمت ایک تو ہے نہیں لہٰذا ہمیشہ ﴿اٰلَآءِ﴾ آتا ہے۔ اور یہ آیت اس سورۃ میں اکتیس مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ کہیں آلاء کا لفظ عظیم الشان نعمتوں کے معنوں میں اور کہیں قدرت کی نشانیوں کے معنوں میں اور کہیں بیک وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔(تیسیر القرآن:347/4)

(4)﴿تُكَذِّبٰنِ﴾''تم دونوں جھٹلاؤ گے'' تکذیب نعم سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا ہے کیونکہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ان کے کفر پر دلالت کرتا ہے۔نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے اور شکریہ ادا کرنا عبادت الٰہی ہے۔ (تفسیر مراغی:380/9)

(5)اللہ تعالیٰ نے یہ سوال شہادت قائم کرنے کے لئے کیا ہے ورنہ کوئی جن اور انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جھٹلا نہیں سکتا۔

(6)اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں گنوا کر پوچھا ہے کیونکہ اس نے مسلسل احسانات کئے ہیں: کیا تمہیں میری فلاں نعمت یاد نہیں؟ کیا تم اس نعمت کا بھی انکار کرتے ہو؟

(7)یہ آیت اس سورۃ میں اکتیس بار آئی ہے اسے سن کر﴿لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ﴾ کہنا مستحب ہے۔(ابن کثیر)

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾

''اُس نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری جیسی تھی''(14)

سوال:الرحمان نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے تخلیق کیا،اس کی وضاحت﴿خَلَقَ... كَالْفَخَّارِ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾''اُس نے انسان کو کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری جیسی تھی''بڑے جہان میں زمین وآسمان کو پیدا کرنے اور بنی آدم پر اپنی نعمتیں گنوانے کے بعد اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کی توضیح کر رہے ہیں۔ان نعمتوں میں سے عظیم الشان نعمت تخلیق جن وانس ہے۔اس طرح مشرق ومغرب،سمندر اور اس میں موجود موتیوں اور زمین میں موجود پہاڑوں کی تخلیق بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جو اس کی قدرت ووحدت پر دلالت کرتی ہیں۔(تفسیر منیر:218/14)

(2)یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر نعمت ہے کہ اس نے انھیں اپنی قدرت اور کاریگری کے آثار دکھائے کہ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾انسان کے جد امجد سیدنا آدم علیہ السلام کو گیلی مٹی سے پیدا کیا،جس کے نم کو مہارت کے ساتھ محکم کیا گیا تھا یہاں تک کہ وہ خشک ہوگئی اور اس میں آگ پر پکائے گئے ٹھیکرے کی آواز کے مانند کھنکھنانے کی آواز پیدا ہوگئی۔(تفسیر سعدی:2671/3)

(3)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''فرشتے نور سے،جنات آگ سے اور انسان اس مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں جس کا ذکر تمہارے سامنے ہو چکا ہے۔''(مسند احمد:25248)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾''اور ہم نے انسان کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدبودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے پیدا کیا۔" (الحجر:26)

(5) امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ ﴿مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾ "ٹھیکری کی مانند آواز دینے والی مٹی سے" اور ان آیات مبارکہ ﴿مِنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ "سڑے ہوئے گارے سے" ﴿مِنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ﴾ "لیس دار مٹی سے" ﴿مِنْ تُرَابٍ﴾ "مٹی سے" کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان سب کا ایک ہی معنی ہے وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے مٹی سے پیدا کیا پھر اس مٹی کو لیس دار بنایا پھر اسے سڑے ہوئے گارے کی مانند بنایا پھر اسے آواز دینے والی ٹھیکری کی مانند تیار کر دیا۔ (الاساس فی التفسیر:5650/10)

(6) اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا۔ پہلے ان کا پُتلا مٹی سے بنایا، پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے سیدہ حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔ پھر ان دونوں سے انسانی نسل چلائی۔

﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾

"اور اُس نے جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا" (15)

سوال: الرحمان نے جنات کو آگ سے تخلیق کیا، اس کی وضاحت ﴿وَخَلَقَ ... نَّارٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ﴾ "اور اس نے جن کو پیدا کیا" اور الرحمٰن نے جنات کے باپ ابلیس کو۔

(2) ﴿مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ﴾ "آگ کے شعلے سے" آگ کے صاف شعلے سے یعنی لکڑی اور کوئلے سے پیدا ہونے والی عام آگ سے نہیں بلکہ گرم تر لطیف حصے سے بنایا گیا۔

(3) یہ آیت کریمہ انسان کے شرف پر دلالت کرتی ہے جسے مٹی سے پیدا کیا گیا جس میں وقار، بوجھ اور منافع کا مقام ہے جب کہ آگ میں طیش، شر اور فساد کا مقام ہے۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

"تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟" (16)

سوال 1: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ "تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟" اللہ تعالیٰ ان الفاظ ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ کو تاکید کرنے، دلوں کو بیدار کرنے اور نفوس کو متحرک کرنے کے لیے مکرر لاتے ہیں اور یہ طریقہ بلاغت میں عام استعمال ہوتا ہے۔ کلام عرب، حدیث نبوی ﷺ اور کتاب اللہ میں متعدد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقامات پر اس کی مثالیں موجود ہیں۔ بعض اہل علم کی رائے کے مطابق مذکورہ تکرار اس لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان نعمتوں میں سے ہر نعمت کو ذکر کرنے کے بعد یہ الفاظ لائے ہیں اور یہی قول بہتر ہے۔ (المحرر الوجیز:226/5)

(2) حسین بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ تکرار تاکید کرنے اور غفلت دور کرنے کے لیے ہے۔ (تفسیر الثعالبی:349/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہاں انسانوں اور جنوں سے کس نعمت کو جھٹلانے کا سوال کیا ہے؟

جواب: پیدائش اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں سے اُن کی پیدائش کے بارے میں سوال کیا ہے کہ کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾

''دونوں مشرقوں کا وہی رب ہے اور دونوں مغربوں کا وہی رب ہے'' (17)

سوال: الرحمٰن دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا رب ہے، اس کی وضاحت ﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ﴾ ''دونوں مشرقوں کا وہی رب ہے'' دو مشرقوں سے مراد سردی اور گرمی دونوں موسموں میں سورج طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ (جامع البیان:134/2)

(2) ﴿وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ ''اور دونوں مغربوں کا وہی رب ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کا رب ہے جس پر سورج، چاند اور روشن ستارے طلوع اور غروب ہوتے ہیں اور وہ سب کچھ جس کے اندر چاند سورج ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے دست تدبیر کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں مشرق اور مغرب کو سورج کے گرمیوں اور سردیوں کے مقامات طلوع و غروب کے مختلف ہونے کے اعتبار سے تثنیہ ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم (تفسیر سعدی:2671/3)

(3) الرحمٰن ہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا رب ہے۔

(4) حسین بن فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مشرقین اور مغربین کو خصوصاً اس لیے بیان کیا کیونکہ یہ دونوں تمام مخلوقات سے عظیم مخلوق ہیں۔ (تفسیر الثعالبی:349/5)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی! بے شک ہم یقیناً قدرت رکھنے والے ہیں۔'' (المعارج:40)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ ''وہ مشرق ومغرب کا رب ہے۔اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ۔''(المزمل:9)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(18)

سوال:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ اللہ رب العزت نے یہاں کس نعمت کو جھٹلانے کا سوال کیا ہے؟

جواب:(1)﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اللہ تعالیٰ نے یہاں مشرق ومغرب کی وجہ سے وجود میں آنے والے دنوں اور موسموں اور دیگر مصلحتوں کو نعمت قرار دیا ہے اور ان کے بارے میں سوال کیا ہے کہ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

(2)﴿لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ﴾ ''اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے چنانچہ تو ہی ہر قسم کی حمد وثنا کا مستحق ہے۔''(ترمذی:3291)

﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ﴾

''دو سمندروں کو اُس نے ملا دیا، جو ایسے باہم مل جاتے ہیں''(19)

سوال:الرحمٰن ہی ہے جو دو سمندروں کو باہم ایسے ملا دیتا ہے کہ ان کا پانی الگ رہتا ہے،اس کی وضاحت ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ﴾ ''دو سمندروں کو اُس نے ملا دیا، جو ایسے باہم مل جاتے ہیں'' الرحمٰن کی قدرت کا نظارہ ہے دو دریا مل کر بہہ رہے ہیں لیکن عجیب بات ہے دونوں کا پانی آپس میں نہیں ملتا۔

(2)﴿مَرَجَ﴾ کا مطلب ہے دو چیزوں کا آپس میں اس طرح ملنا کہ ان کی انفرادی حیثیت برقرار رہے۔

(3)﴿الْبَحْرَيْنِ﴾ سے مراد میٹھے پانی کا سمندر اور نمکین پانی کا سمندر ہے جو آپس میں مل جاتے ہیں۔

(4)اس سے مراد دو الگ الگ دریا ہیں جیسے میٹھے پانی کے دریا جن سے فصلیں اُگتی ہیں،کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں اور انسان پینے اور دیگر ضروریات کے لئے استعمال کرتا ہے۔دوسری قسم سمندروں کا پانی ہے جو کھارا ہے جس کے اپنے فوائد ہیں۔یہ دونوں آپس میں نہیں ملتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ﴾

''کہ اُن دونوں کے درمیان پردہ ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتے''(20)

سوال: الرحمٰن نے دو سمندروں کے درمیان پردہ حائل کر دیا ہے، اس کی وضاحت ﴿بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ﴾ ''اُن دونوں کے درمیان پردہ ہے کہ وہ آگے نہیں بڑھتے'' دونوں کے درمیان ایک ایسا پردہ حائل ہے جس کی وجہ سے دونوں دریا اپنی حد میں رہتے ہیں۔

(2) دریا کا میٹھا پانی نمکین سمندر میں گرتا ہے پھر دونوں قسم کے پانی ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان زمین کو ایک رکاوٹ بنا رکھا ہے، ایک پانی دوسرے پانی پر سرکشی نہیں کرتا اور یوں دونوں پانیوں کی منفعت حاصل ہوتی ہے۔ لوگ میٹھے پانی کو خود پیتے ہیں اور اس سے اپنے باغات اور کھیتی باڑی کو سیراب کرتے ہیں، کھاری پانی فضا کو پاک صاف کرتا ہے، اس میں وہیل، مچھلیاں، موتی اور گھونگے پیدا ہوتے ہیں اور یہ کشتیوں اور دیگر بحری سواریوں کے لیے مستقر اور مسخر ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2672/3)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(21)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی گئی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' اللہ تعالیٰ نے کھارے اور میٹھے پانیوں کے الگ الگ فوائد انسانوں کو پہنچائے ہیں۔ یقیناً یہ ایسے انعامات ہیں جن کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾

''اُن دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں''(22)

سوال: دریاؤں سے نکلنے والے موتی اور مونگے الرحمٰن کی نعمت ہیں، اس کی وضاحت ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ﴾ ''اُن دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں'' یعنی دونوں دریاؤں سے مونگے اور موتی نکلتے ہیں جب کسی ایک میں سے نکلتے ہیں تو کہنا درست ہوگا کہ مجموعہ میں سے برآمد ہوئے۔

(2) یہ موتی اور مونگے الرحمان کی نعمت ہیں۔

(3) موتی اور مونگے کھارے پانی میں پائے جاتے ہیں۔ موتی تو مشہور اور معروف ہے اور مرجان چھوٹا موتی یا بڑا عمدہ آب دار موتی یا سرخ جواہر یا سرخ مہرہ ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1974/2)

(4) مرجان دراصل جمادات اور نباتات کے درمیان برزخی پیدائش ہے۔ جس طرح سب موتی پتھروں ہی کی قسم ہوتے ہیں، مرجان بھی پتھر ہی کی قسم ہے لیکن یہ نباتات کی طرح بڑھتا ہے جمادات کی طرح جامد نہیں۔ مرجان کا ایک چھوٹا سا پودا ہوتا ہے جس کی شاخیں بھی ہوتی ہیں۔ موتی اور مرجان عموماً کھاری پانی کی پیداوار ہے مگر اسی کھاری پانی کے نیچے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے میٹھے پانی کے چشمے بھی ابل رہے ہوتے ہیں یا ساتھ ساتھ دریا رواں ہوتے ہیں۔ اسی لیے ''منهما'' کا لفظ ارشاد فرمایا۔ یعنی یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے حیرت انگیز تخلیقی کارناموں کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں جن سے انسان فائدہ اٹھا رہا ہے۔ (تیسیر القرآن:348/4)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' (23)

سوال:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ اللہ تعالیٰ نے موتی اور مونگوں کی نعمت یاد دلانے کے بعد کیا سوال کیا ہے؟

جواب:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' موتی اور مونگے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں کیونکہ یہ زیب وزینت اور خوبصورتی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کو حُسن اور خوب صورتی میں اضافے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موتی اور مونگوں کی نعمت کا ذکر کر کے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ اور کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے یعنی یہ سب تو تم پر رحمٰن کی رحمتیں ہیں۔

﴿وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـَٔاتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ﴾

''اور سمندر میں پہاڑوں جیسے بلند کھڑے جہاز اُسی کے ہیں'' (24)

سوال: سمندروں میں چلنے والے جہاز الرحمٰن کی نعمت ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَهُ الْجَوَارِ... كَالْاَعْلَامِ﴾ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ﴾''اور سمندر میں کھڑے جہاز اسی کے ہیں'' منشئات وہ کشتیاں ہیں جن کا بادبان اٹھادیا گیا ہو یا مخلوقات یا وہ جو نمایاں نظر آئیں۔

(2)﴿كَالْاَعْلَامِ﴾''پہاڑوں جیسے'' اعلام یعنی پہاڑ، جہاز سمندر میں پہاڑوں کی طرح کھڑے معلوم ہوتے ہیں جو سینکڑوں من وزنی مال ادھر سے ادھر منتقل کرتے ہیں جس سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ ان کی وجہ سے ان کی ضروریات دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جاتی ہیں اور ہر شخص آسانی سے اپنی ضرورتیں مہیا کرلیتا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے قبضہ تصرف میں ہیں۔ یہ کتنی جلیل الشان نعمت ہے۔(مختصر ابن کثیر:1974/2)

(3)یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے سمندروں میں چلنے والی کشتیوں کو مسخر کیا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کے سینے کو چیرتی چلی جاتی ہیں جن کو آدمیوں نے بنایا ہے، جو اپنی عظمت کی وجہ سے بڑے بڑے پہاڑوں کے مانند دکھائی دیتی ہیں۔لوگ ان کشتیوں پر سواری کرتے ہیں اور ان پر اپنا سامان، مال تجارت اور دیگر اشیاء لادتے ہیں جن کی وہ ضرورت اور حاجت محسوس کرتے ہیں۔آسمانوں اور زمین کی حفاظت کرنے والی ہستی ان کشتیوں کی حفاظت کرتی ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔(تفسیر سعدی:2672/3)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''(25)

سوال:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' یعنی اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر نعمتیں ہیں اب بتاؤ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾

''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے''(26)

سوال: ہر شخص فنا ہو جائے گا، اس کی وضاحت﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾''جو زمین پر ہے ہر ایک چیز فانی ہے''یعنی زمین کے تمام باشندے فنا ہو جائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے۔آسمان والے بھی ختم ہو جائیں گے مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہیں تو وہ زندہ رکھیں۔

(2)زمین پر ہر ذی روح ہلاک ہو جائے گا نہ اس کی روح رہے گی، نہ ذات۔(ایسر التفاسیر:1562,1561)

﴿وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾

''اور آپ کے رب ہی کا چہرہ باقی رہ جائے گا جو بڑی شان والا اور عزت والا ہے''(27)

سوال1:صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے بقائے دوام ہے،اس کی وضاحت ﴿وَّيَبْقٰى---وَالْاِكْرَامِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ﴾ ''اور آپ کے رب ہی کا چہرہ باقی رہ جائے گا''یعنی اللہ تعالیٰ کی زندہ جاوید ہستی وہ عزت والی ذات ہمیشہ باقی رہے گی۔اس کی ذات پاک کے سوا کسی کو بقا اور دوام نصیب نہیں ہے۔اس نے فرمایا:﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے، فیصلہ اُسی کا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''(القصص:88)

(2)سیدنا شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:جب ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ پڑھو تو خاموش نہ ہو جاؤ جب تک ﴿وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ نہ پڑھ لو۔(مختصر ابن کثیر:1975/2)

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے ﴿اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ﴾ ''تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی معبود تیرے سوا نہیں، تیری ایسی ذات ہے جسے موت نہیں اور جن وانس فنا ہو جائیں گے۔''(بخاری:7383)

(4)﴿ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ ''جو بڑی شان والا اور عزت والا ہے'' وہ ذات جو عظمت اور کبریائی کی مالک ہے، جو مجد اور بزرگی کی مالک ہے جس کی بنا پر اس کی تعظیم اور عزت کی جاتی ہے اور اس کے جلال کے سامنے سر تسلیم خم کیا جاتا ہے۔﴿وَالْاِكْرَامِ﴾ سے مراد بے پایاں فضل اور جود ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء وخواص کو مختلف انواع اکرام کے ذریعے سے تکریم بخشتا ہے جس کی بنا پر اس کے اولیاء وخواص اس کی تکریم کرتے، اس کے جلال کا اقرار کرتے ہیں، اس کی تعظیم کرتے ہیں، اس سے محبت کرتے ہیں، اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2673,2672/3)

(5)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو جب کوئی کام سخت تکلیف و پریشانی میں ڈال دیتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے:﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ﴾ ''اے ہمیشہ زندگی والے! اے کائنات کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنبھالنے والے! میں تیری رحمت کی فریاد کرتا ہوں۔'' اسی سند کے ساتھ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ﴿اِلِظُّوا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ ''اے بڑی شان والے اور عزت والے کو لازم پکڑو۔'' (ترمذی:3524،3525)

(6) نبی ﷺ مسجد میں آئے، ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور دعا مانگتے ہوئے وہ اپنی دعا میں کہہ رہا تھا: ﴿اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ ''اے اللہ! تیرے سوا کوئی اور معبود برحق نہیں ہے، تو ہی احسان کرنے والا ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین کا بنانے و پیدا کرنے والا ہے، اے بڑائی والے اور کرم کرنے والے (میری دعا قبول فرما)'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو اس نے کس چیز سے دعا کی ہے؟ اس نے اللہ سے اس کے اس اسم اعظم کے ذریعہ دعا کی ہے کہ جب بھی اس کے ذریعہ دعا کی جائے گی اللہ اسے قبول کر لے گا، اور جب بھی اس کے ذریعہ کوئی چیز مانگی جائے گی اسے عطا فرما دے گا۔'' (سنن ترمذی:3544)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ﴿ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے فانی ہونے سے اور اپنے باقی ہونے سے اپنی عظمت کا شعور دلایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو چیز فنا ہو جانے والی ہے اس کی عزت بھی ختم ہونے والی ہے۔ عزت تو اُسی کے لئے ہے جو باقی رہنے والا ہے۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (28)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کی طرف توجہ دلانے کے بعد یہ سوال کیا ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' چونکہ لوگوں کی موت اور قیامت کے دن انصاف کی خبر دی گئی اور موت و زندگی بعد موت ایک نعمت عظمیٰ ہے کیونکہ انصاف سے عملوں کا بدلہ موت و زندگی بعد الموت ہی کے بعد پورا پورا ملتا ہے اس لیے فرمایا کہ رب کی کس کس نعمت سے منہ موڑو گے؟ (مختصر ابن کثیر:1975/2)

﴿يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ﴾

''آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی ہے سب اُسی سے مانگ رہا ہے۔ وہ روزانہ ایک نئی شان میں ہے'' (29)

سوال: اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، وہ بے نیاز ہے اور ساری مخلوقات اس کی محتاج ہیں، اس کی وضاحت ﴿يَسْـَٔلُهٗ ... فِيْ شَاْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی ہے سب اُسی سے مانگ رہا ہے'' اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، وہ بے نیاز ہے اور ساری مخلوقات اس کی محتاج ہیں۔ اس جود وکرم والے کی بے شمار نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ ہر کسی کے ہاتھ اپنی ضروریات کے لیے اسی کے آگے اٹھتے ہیں۔ ہر کوئی اسی کے سامنے گڑگڑاتا ہے۔ کوئی بھی لمحہ بھر اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

(2)﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ﴾ ''وہ روزانہ ایک نئی شان میں ہے'' ابودرداء نے کہا: اس کا یہ مطلب ہے کسی کا گناہ بخشتا ہے، کسی کی تکلیف دور کرتا ہے، کسی قوم کو بڑھاتا ہے کسی قوم کو گھٹاتا ہے۔ (بخاری:4878)

(3) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: ہر روز وہ دعائیں قبول کرتا ہے، کرب دور کرتا ہے، بے قرار کی سنتا ہے، گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ (الاساس فی التفسیر:5666/10)

(4) یعنی وہ محتاج کو غنی کرتا ہے، ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا ہے، کسی قوم کو عطا کرتا ہے، کسی کو محروم کرتا ہے، وہ موت دیتا اور زندگی عطا کرتا ہے، وہی کسی کو جھکاتا اور کسی کو بلند کرتا ہے۔ کوئی کام اسے کسی دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا، مسائل اسے کسی غلطی میں مبتلا نہیں کر سکتے، مانگنے والوں کا اصرار کے ساتھ مانگنا اور سوال کرنے والوں کا لمبا چوڑا سوال اسے زچ نہیں کر سکتا۔ پاک ہے وہ ذات جو فضل وکرم کی مالک اور بے حد وحساب عطا کرنے والی ہے، جس کی نوازشیں زمین اور آسمان والوں، سب کے لیے عام ہیں۔ اس کا لطف وکرم ہر آن اور ہر لحظہ تمام مخلوق پر سایہ فگن ہے۔ نہایت بلند ہے وہ ہستی جس کو گناہ گاروں کا گناہ اور اس سے اور اس کے کرم سے ناواقف فقراء کا استغنا، عطا کرنے سے روک نہیں سکتا۔ یہ تمام معاملات جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ ہر روز کام میں ہوتا ہے، وہ تقادیر اور تدابیر ہیں جن کو اس نے ازل میں مقدر کر دیا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو ان اوقات میں جن کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے، نافذ کرتا رہتا ہے، یہ اس کے احکام دینی ہیں جو اوامر ونواہی پر مشتمل ہیں اور یہ اس کے احکام کونی وقدری ہیں جن کو وہ اپنے بندوں پر اس وقت تک جاری کرتا رہے گا جب تک کہ ان کا قیام اس دنیا میں ہے۔ جب یہ مخلوقات تمام ہو جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سب کو فنا کر دے گا اور وہ چاہے گا کہ ان پر اپنے احکام جزائی نافذ کرے، انہیں اپنے عدل وفضل اور بے پایاں احسانات کا مشاہدہ کرائے جن کے ذریعے سے وہ اسے پہچانتے ہیں، اس کی توحید بیان کرتے ہیں، وہ مکلفین کو امتحان وابتلا کے گھر سے ہمیشہ کی زندگی والے گھر میں منتقل کرے گا، تب وہ ان احکام کو نافذ کرنے کے لیے فارغ ہوگا جن کی تنفیذ کا وقت آپہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل ارشاد اسی بات پر دلالت کرتا ہے ﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ﴾ ''اے دو بھاری گروہو! ہم جلد ہی تمہارے لئے فارغ ہوئے چاہتے ہیں۔'' (الرحمٰن:31) (تفسیر سعدی:2673/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) ہر وقت وہ کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے۔ کسی کو زندگی دیتا ہے کسی کو موت دیتا ہے، کسی کو صحت دیتا ہے کسی کو بیمار کر دیتا ہے، کسی کو مال دیتا ہے کسی کو فقیر کر دیتا ہے، کسی کو بلندیوں تک لے جا رہا ہے، کسی کو پستیوں میں گرا رہا ہے۔ ساری کائنات میں ہر لمحہ اُس کے کام جاری و ساری ہیں۔

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (30)

سوال: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کے بارے میں سوال کیا ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' یہاں نعمت سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہر وقت اپنے بندوں کے معاملات کی تدبیر میں لگے رہنا ہے۔ کہاں وہ عظیم ذات اور کہاں اُس کے فانی بندے۔ یقیناً یہ اس کی بہت بڑی نعمت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ﴾

''اے دو بھاری گروہو! ہم جلد ہی تمہارے لئے فارغ ہوئے چاہتے ہیں'' (31)

سوال: اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو خبردار کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ﴾ ''اے دو بھاری گروہو! ہم جلد ہی تمہارے لئے فارغ ہوئے چاہتے ہیں'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے، ہم تمہارا محاسبہ کریں گے، کیونکہ اسے کوئی چیز کسی دوسری چیز کی طرف خیال کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی، یہ تو محاورہ کلام عرب میں مشہور ہے، کہا جاتا ہے کہ میں فارغ ہو کر تجھ سے نمٹ لوں گا، حالانکہ اسے کوئی مشغولیت نہیں ہوتی، وہ کہتا ہے کہ میں تجھے اچانک پکڑ لوں۔ (بخاری:4878)

(2) یہاں جنوں اور انسانوں کے لئے ﴿ثقلان﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں ''زمین کے دو بوجھ'' ان کی قدر و منزلت اور وقار کی وجہ سے ان کو ثقلان فرمایا یہ کہ دوسری مخلوق پر ان کا درجہ بھاری ہے۔ (اشرف الحواشی:635/1)

(3) یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے لیے وعید ہے۔

(4) فراغت سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فراغت نہیں ہے۔ یہ وعید کے لئے بولا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''؟(32)

سوال: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کو جھٹلانے کا سوال کس فضا میں کیا ہے؟

جواب: (1) ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' یعنی تم اپنے رب سے غافل ہو کر کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے کہ تم شکر کرو، نہ عبادت کرو، نہ تقویٰ اختیار کرو گویا کہ نہ حساب ہے اور نہ رب حساب لینے والا ہے؟

(2) یہ سوال غضب اور انتقام کی فضا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے دھمکی دی ہے کہ ہم تم سے حساب لینے کے لئے فارغ ہوئے جاتے ہیں۔ یہ بتاؤ تم اپنے رب کی کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

''اے گروہِ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو

فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾

تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے''(33)

سوال: ﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ ۔۔۔ بِسُلْطٰنٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اے گروہِ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو'' جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرے گا تو ان کی کمزوری اور بے بسی کو ظاہر کرنے کے لیے فرمائے گا کہ اگر تمہیں زمین اور آسمان میں کوئی راستہ، کوئی سوراخ ملتا ہے جہاں تم اللہ تعالیٰ کی بادشاہت سے بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو۔

(2) ﴿فَانْفُذُوْا﴾ ''تو نکل جاؤ'' نفذ بمعنی آر پار نکل جانا جیسے لوہے کی سلاخ کے ایک سرے کو آگ پر گرم کیا جائے تو تھوڑی دیر بعد حرارت دوسرے سرے تک از خود جا پہنچتی ہے۔ اور نفاذ بمعنی قوت سے کسی چیز کا اجراء ہونا، جیسے کہتے ہیں کہ اس ملک میں کل سے فلاں قانون نافذ ہو چکا ہے اور بمعنی چیز کا بسرعت داخل ہونا اور آر پار ہو جانا جیسے برقی رو آر پار نکل جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 4/350) (3) ﴿لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ﴾ ''کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے'' سُلطٰنٍ بمعنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غلبہ اور شدید قوت بھی اور اتھارٹی لیٹر یا پروانہ راہداری بھی۔ اب اگر اس آیت کا اطلاق اس مادی دنیا پر کیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ زمین و آسمان کے کناروں تک پہنچنے کے لیے انتہائی قوت کی ضرورت ہے، جیسے انسان چاند پر، جو زمین کا سب سے قریبی سیارہ ہے، پہنچنے میں کامیاب ہوا ہے اور اس کے لیے انتہائی قوت اور بل بوتے کی ضرورت ہے اور اتنا بل بوتا تم میں کبھی نہیں آسکتا کہ تم: ﴿مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کو پھاند سکو اور اگر تم چاہو تو زور لگا کے دیکھ سکتے ہو اور اگر اس آیت کا ربط سابقہ آیت یعنی حساب کتاب سے ملایا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ حساب کتاب اور اللہ کی گرفت سے تم میں سے کوئی شخص بھی ادھر ادھر بھاگ کر بچ نہیں سکتا الا یہ کہ کسی کو جنت کا پروانہ مل جائے۔ اس صورت میں اسے بھاگنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ (تیسیر القرآن:350/4)

(4) یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے حکم سے نہیں بھاگ سکتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس کا فیصلہ نافذ ہو کر رہے گا۔ جدھر بھاگ کر جاؤ گے پکڑے جاؤ گے۔ میدان محشر میں ساری مخلوق کو چاروں طرف سے فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے۔ کوئی شخص اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھا سکے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ (10) كَلَّا لَا وَزَرَ (11) اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ﴾ ''اس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' ہرگز نہیں، کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ اُس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔'' (القیامہ:10-12) (6) ﴿وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ﴾ ''اور جن لوگوں نے بُرائیاں کمائیں تو بُرائی کا بدلہ اُس جیسا ہوگا اور اُن کو رسوائی ڈھانپے ہوگی، کوئی اُنہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا نہ ہوگا۔'' (یونس:27)

(7) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے کی ہے کہ بُرے لوگ برائیوں سے باز آ جائیں اور نیک لوگ زیادہ نیکیاں کمائیں۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' (34)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں کون سی نعمتوں کو جھٹلانے کی بات کی گئی ہے؟

جواب: (1) ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' یعنی موت کے بعد زندگی کی نعمت کو یا صالحین کی عزت و اکرام کو اور فاسدوں کی اہانت کو جھٹلاؤ گے اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے جس کے برابر دنیا کی زندگی میں نہ کوئی رحمت ہے اور نہ نعمت۔ (ایسر التفاسیر:1562)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)اللہ تعالیٰ نے انسان کو قضا سے بھاگ نہ سکنے کا شعور دلایا ہے جو نعمت ہے کیونکہ انسان خود کو بے اختیار سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ﴾

''تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا، پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے''(35)

سوال: قیامت کے دن جن وانس پر آگ کا شعلہ چھوڑ دیا جائے گا جس کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے، اس کی وضاحت ﴿يُرْسَلُ۔۔۔تَنْتَصِرٰنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ ''تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑ دیا جائے گا'' یعنی تم پر آگ کے شعلے اور دھواں ملے شعلے چھوڑے جائیں گے جو تمہیں گھیر لیں گے۔(2)﴿شُوَاظٌ﴾''شعلہ'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شواظ سے مراد وہ شعلہ ہے جس میں دھواں نہ ہو۔سیدنا مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نحاس سے مراد پیتل ہے جو پگھلایا جائے گا اور ان کے سروں پر بہایا جائے گا۔(ابن کثیر:236)(3)شُوَاظٌ بمعنی خالص آگ کا شعلہ جس میں دھوئیں کی آمیزش نہ ہو اور اگر آمیزش ہو تو اسے نحاس کہتے ہیں۔مگر اس کی بھی صورت یہ ہونی چاہیے کہ آگ زیادہ اور دھواں کم ہو۔ایسی آگ کی رنگت تانبے جیسی ہو جاتی ہے اور نحاس تانبے کو بھی کہتے ہیں۔

(4)﴿فَلَا تَنْتَصِرٰنِ﴾ ''پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے'' پھر نہ تم خود مدد کر سکو گے اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تمہارا مددگار ہوگا۔

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں کا حشر تین فرقوں میں ہوگا، ایک (فرقہ میں) تو امید رکھنے والے اور ڈرنے والے لوگ ہوں گے اور (دوسرا فرقہ) ان لوگوں کا ہوگا جو دو دو، تین تین، چار چار اور دس دس ایک ایک اونٹ پر سوار ہوں اور باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی۔جہاں وہ آرام کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہر جائے گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ رات گزارے گی اور جہاں وہ صبح کریں گے وہیں وہ آگ بھی ان کے ساتھ صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ شام کرے گی۔(اور بالآخر ان کو میدان حشر تک پہنچا کر دم لے گی)۔''(بخاری:6522)

(6)یعنی انسان مجبور اور بے بس ہوگا۔وہ حساب وکتاب یا اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھاگنے کی کوشش میں کامیاب نہ ہوگا۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''(36)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے کس نعمت کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' چونکہ اپنے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی تخویف، اس کی طرف سے ان کے لیے ایک نعمت اور ایک کوڑا ہے جو انہیں بلند ترین اور بہترین مواہب کے حصول کے لیے رواں دواں رکھتا ہے۔ اس لیے اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ (تفسیر سعدی: 2675,2674/4)

﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾

''پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سُرخ چمڑے جیسا سُرخ ہو جائے گا'' (37)

سوال: قیامت کے دن آسمان کی جو حالت ہوگی، اس کی وضاحت ﴿فَاِذَا ... كَالدِّهَانِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ﴾ ''پھر جب آسمان پھٹ جائے گا'' جب قیامت کے روز آسمان پھٹ جائے گا، سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے، جب تارے جھڑ جائیں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (۱) وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ (۲)﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔'' (الانفطار: 2,1) (2) ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۱) وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ (۲)﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور وہ اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گا اور یہی اُس کا حق ہے۔'' (الانشقاق: 2,1)

(3) ﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا﴾ ''اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے، لگاتار نازل کیا جانا۔'' (الفرقان: 25)

(4) ﴿فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾ ''تو وہ سُرخ چمڑے جیسا سُرخ ہو جائے گا'' تو خوف اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے تانبے اور پگھلے ہوئے سیسے کی طرح لال ہو جائے گا، تب سیاروں کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ عالم بالا میں یوں لگے گا کہ آگ لگی ہوئی ہے۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' (38)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے کس نعمت کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' اللہ تعالیٰ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے یہاں اس جہان کی ہر چیز کے فنا ہونے کو نعمت قرار دیا ہے کیونکہ فانی جہان کے خاتمے کے بعد ابدی جہان کا آغاز ہوگا۔اس اعتبار سے یہ نعمت ہے اور رب العزت نے سوال کیا ہے کہ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ﴾

''پھر اس دن نہ کسی انسان سے اور نہ کسی جن سے اُس کے گناہ کا پوچھا جائے گا''(39)

سوال:﴿فَيَوْمَئِذٍ۔۔۔وَّلَا جَآنٌّ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَيَوْمَئِذٍ﴾''پھر اُس دن''یعنی جس دن قبروں سے نکلیں گے۔

(2)﴿لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ﴾''نہ کسی انسان سے اور نہ کسی جن سے اُس کے گناہ کا پوچھا جائے گا'' ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔لوگ اپنی سیاہ یا سفید رنگت سے پہچانے جائیں گے اور حساب کتاب کے وقت سوال کیے جائیں گے۔(ایسر التفاسیر:1563)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ (۳۵) وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (۳۶)﴾''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے۔اور نہ ہی اُنہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں۔''(المرسلات:35,36)

(4)یہ ایک حالت ہوگی،جب کہ دوسری حالت میں تمام مخلوق سے تمام اعمال کے بارے میں باز پرس کی جائے گی جیسا کہ رب العزت کا فرمان ہے:﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۹۲) عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۹۳)﴾''سو قسم ہے آپ کے رب کی!یقیناً ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔اس کے متعلق جو وہ عمل کرتے تھے۔''(الحجر:92,93)اسی لیے امام قتادہ رحمہ اللہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ پہلے پوچھا جائے گا،پھر ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے اعمال کے بارے میں ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔(تفسیر طبری:27/185)(المصباح المنیر:6/59)

(5)سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور(ہم سے)پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟''ہم نے عرض کی:اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''(قیامت کے روز)بندے کی اپنے رب سے ہونے والی گفتگو پر مجھے ہنسی آئی ہے۔انسان کہے گا،اے میرے رب!کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی(یعنی تیرا وعدہ ہے کہ میں کسی پر ظلم نہیں کروں گا)؟اللہ تعالیٰ فرمائے گا،ہاں! کیوں نہیں۔انسان کہے گا:میں اپنے خلاف کسی دوسرے کی گواہی جائز نہیں سمجھتا،سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:اچھا آج تیری ذات کی گواہی ہی تیرے لیے کافی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی(اس پر زائد ہوگی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ انسان کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کے اعضا کو حکم دیا جائے گا، بولو: چنانچہ وہ انسان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس کے بعد انسان کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی اور وہ اپنے اعضا سے مخاطب ہو کر کہے گا: ہلاکت ہو تمھارے لیے اور دوری ہو، میں تمہاری خاطر ہی جھگڑا کر رہا تھا (کہ تم جہنم سے بچ جاؤ)۔" (مسلم:7439)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

"تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟" (40)

سوال: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے کس نعمت کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ "تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے" اللہ تعالیٰ نے اعمال کے ریکارڈ کو نعمت قرار دیا ہے جس کے مطابق مجرموں کو پہچان لیا جائے گا۔

﴿یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ﴾

"مجرموں کو ان کی علامت ہی سے پہچان لیا جائے گا، پھر انہیں ان کی پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا" (41)

سوال 1: قیامت کے دن مخصوص علامات پہچان کے لیے کافی ہوں گی، اس کی وضاحت ﴿یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ﴾ "مجرموں کو ان کی علامت ہی سے پہچان لیا جائے گا" رب العزت نے قیامت کے دن اچھے برے لوگوں کی کچھ ایسی علامات رکھی ہیں جو چہروں پر ظاہر ہوں گی۔ فرمایا ﴿یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۫ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ "جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے پوچھا جائے گا کہ) کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو اب عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔" (آل عمران:106)

(2) ﴿وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا﴾ "اور اس دن ہم اس حال میں مجرموں کو جمع کریں گے کہ وہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے۔" (طٰہٰ:102)

سوال 2: مجرم جکڑ دیے جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ﴾ ''پھر انہیں ان کی پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا'' مجرم اس دن جکڑ دیے جائیں گے۔ دوزخ کے فرشتے ان کے قدموں کو پیشانی کے پاس لا کر جکڑ دیں گے اور دوزخ میں دھکیل دیں گے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی پیشانیوں اور پیروں کو پکڑ کر لکڑی کی طرح توڑ کر جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1978)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (42)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' یہاں اللہ تعالیٰ نے مجرموں پر اپنی گرفت کو نعمت قرار دیا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے سوال کریں گے کہ اب بتاؤ کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے!

﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾

''یہ وہی جہنم ہے جس کو مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے'' (43)

سوال: مجرم جہنم کو دیکھ لیں گے تو ان سے کیا کہا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿هٰذِهٖ ... الْمُجْرِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''یہ وہی جہنم ہے جس کو مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے'' اس وقت ان سے کہا جائے گا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو جھٹلایا کہ یہی جہنم ہے جس کے تم قائل نہیں تھے۔ دیکھو موجود ہے! اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ اس وقت رسوا کرنے کے لیے ان سے یہ سب کچھ کہا جائے گا۔

﴿يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ﴾

''اُس کے اور کھولتے گرم پانی کے درمیان میں وہ چکر کھاتے رہیں گے'' (44)

سوال: مجرم ہمیشہ آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گھومتے رہیں گے، اس کی وضاحت ﴿يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا﴾ ''وہ اُس کے درمیان چکر کھاتے رہیں گے'' یعنی وہ جہنم اور اس کے شعلوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درمیان گھومیں گے۔

(2)﴿وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ﴾ ''اور کھولتے گرم پانی کے درمیان میں'' کبھی انہیں سخت کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گھمایا جائے گا جس کی حرارت انتہا کی ہوگی۔(3) حمیم پگھلے ہوئے تانبے جیسا مشروب ہے جو آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔

(4) رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ (۷۱) فِي الْحَمِيْمِ ۚ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ (۷۲)﴾ ''جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔'' (المؤمن:72,71)

(5)﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُّصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ (۱۹) يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (۲۰)﴾ ''یہ دو جھگڑنے والے (گروہ) ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا ہے، تو جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جا چکے، کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں کے اوپر ڈالا جائے گا۔ جس سے وہ سب پگھلا دیا جائے گا جو ان کے پیٹوں میں ہوگا اور ان کی کھالیں بھی۔'' (الحج:20,19) (6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک گرم پانی ان (جہنمیوں) کے سروں پر بہایا جائے گا، وہ جسم کو چیرتے ہوئے ان کے پیٹ میں جا پہنچے گا اور پیٹ کے اندر جو کچھ ہے اس کو یوں نکال دے گا کہ وہ بہہ کر قدموں کی طرف سے نکل جائے گا، یہی صھر (پگھلنا) ہے (جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے)، پھر ان کو وہی وجود دے دیا جائے گا جو پہلے تھا۔'' (صحیح:3470)

(7) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آسمان اور زمین کی ابتدائی پیائش کے وقت سے آج تک وہ گرم کیا جا رہا ہے۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بدکار شخص کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے اس گرم پانی میں ایک غوطہ دیا جائے گا۔ تمام گوشت گل جائے گا اور ہڈیوں کو چھوڑ دے گا بس دو آنکھوں اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائے گا۔ (ابن کثیر)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''پس اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' (45)

سوال:﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ اللہ تعالیٰ نے یہاں کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب:(1)﴿فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''پس اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے'' اللہ تعالیٰ نے مجرموں کے انجام تک پہنچنے کو نعمت قرار دیا ہے۔(2) کبھی جہنم میں جھونک کر، کبھی گرم کھولتے ہوئے پانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں گھما کر ان سے پوچھا جائے گا تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾

''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اُس کے لیے دو باغ ہیں'' (46)

سوال: رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنے کا بدلہ جنت میں دو باغ ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلِمَنْ ... جَنَّتٰنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ ''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اُس کے لیے دو باغ ہیں'' یعنی اس شخص کے لیے جو اپنے رب اور اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، اس نے نواہی کو ترک کر دیا اور جس کام کا اسے حکم دیا گیا، اس کی تعمیل کی، دو جنتیں ہیں جن کے برتن، زیورات، عمارتیں اور ان میں موجود تمام چیزیں سونے کی ہوں گی۔ ایک جنت ان کو اس امر کی جزا کے طور پر عطا کی جائے گی کہ انھوں نے منہیات کو ترک کیا اور دوسری نیکیوں کی جزا ہوگی۔ (تفسیر سعدی: 2677/3)

(2) عبداللہ بن قیس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(جنت میں) دو باغ ہوں گے جن کے برتن اور تمام دوسری چیزیں چاندی کی ہوں گی اور دو دوسرے باغ ہوں گے جن کے برتن اور تمام دوسری چیزیں سونے کے ہوں گے اور جنت عدن سے جنتیوں کے اپنے رب کے دیدار میں کوئی چیز سوائے کبریائی کی چادر کے جو اس کے منہ پر ہوگی، حائل نہ ہوگی۔'' (بخاری: 4878)

(3) ایک جنت عدن اور دوسری جنت نعیم یا ایک بلند اور دوسرا پائیں باغ یا ایک روحانی اور دوسرا جسمانی باغ۔ یا ایک مردانہ باغ اور دوسرا زنانہ باغ، ایک اطاعت کے بدلہ میں اور دوسرا ترک معصیت کے بدلہ میں یا ایک باغ صحت عقیدہ کے بدلہ میں اور دوسرا نیک عمل کے بدلہ میں۔ دو باغوں کے مفسرین نے یہ سب معنی بیان کئے ہیں۔ واللہ اعلم (شوکانی)

(4) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (۴۰) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (۴۱)﴾ ''لیکن جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور جس نے نفس کو بری خواہشات سے روکا۔ تو یقیناً جنت اُس کا ٹھکانہ ہوگی۔'' (النازعات: 41,40)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (47)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' یہاں اللہ تعالیٰ نے، اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والوں کے لئے تیار کیے گئے باغات کو اپنی نعمت قرار دے کر یہ سوال کیا ہے کہ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ﴾

''دونوں ہی بہت شاخوں والے ہیں'' (48)

سوال: اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرنے والے کے جنت کے باغ کیسے ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ﴾ ''دونوں ہی بہت شاخوں والے ہیں'' افنان۔فن کی جمع ہے یعنی بہت بڑا اور لمبا ٹہنا یعنی ان دو باغوں کے جتنے درخت ہوں گے ان سب کے دو بڑے بڑے ٹہنے ہوں گے پھر ان ٹہنوں کی چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں نکلیں گی۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کا اظہار ہے کہ ان باغوں کے درختوں کی نشوونما میں ایک دوسرے سے پوری طرح یکسانیت اور ہم آہنگی ہوگی۔ (تیسیر القرآن: 353/4)

(2) ﴿ اَفْنَانٍ﴾ لمبی شاخ کو کہتے ہیں یہاں حقیقی معنی ہیں یا کنایہ ہے ہر قسم کی نعمتوں پر مشتمل ہونے سے۔ (تفسیر کمالین جلالین: 390/6)

﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (49)

سوال: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اللہ تعالیٰ نے، بہت سی شاخوں والے، بہت پھلوں والے، بہت گھنے سائے والے باغات کی نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے۔

﴿فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ﴾

''اُن دونوں میں دو چشمے بہہ رہے ہیں'' (50)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: جنتوں کے اندر دو چشمے جاری ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ﴾ ''اُن دونوں میں دو چشمے بہہ رہے ہیں'' جنتوں کے اندر دو چشمے جاری ہوں گے۔ ایک کا نام تسنیم اور دوسرے کا سلسبیل۔ یہ کبھی خشک نہیں ہوں گے۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (51)

12

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' یہاں اللہ تعالیٰ نے دو بہتے چشموں تسنیم اور سلسبیل کی نعمت کا ذکر کیا ہے جن کا پانی رواں ہوگا، بکثرت ہوگا۔

﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ﴾

''دونوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں'' (52)

سوال: دونوں باغوں میں پھلوں کی کتنی قسمیں ہیں، اس کی وضاحت ﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ﴾ ''دونوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں'' ان جنتوں میں ہر قسم کے پھلوں کی دو دو قسمیں ہیں۔ ہر ایک کا اپنا رنگ، اپنی لذت، اپنا مزہ اور اپنی خوشبو ہوگی، جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (53)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' رب العزت نے پھلوں اور ذائقوں کی نعمتوں کے تذکرے کے بعد سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا

''وہ مسندوں پر تکیہ لگائے ہوں گے جن کے اَستر موٹے ریشم کے ہوں گے اور دونوں باغوں کے

الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ﴾

تروتازہ پھل بالکل ہی قریب ہوں گے'' (54)

سوال: اہل جنت اپنے باغوں میں کس حال میں ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿مُتَّكِـِٕيْنَ ... دَانٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ﴾ ''وہ مسندوں پر تکیہ لگائے ہوں گے جن کے اَستر موٹے ریشم کے ہوں گے'' اہل جنت کے بچھونوں اور ان بچھونوں پر ان کے بیٹھنے کا وصف ہے، نیز یہ کہ وہ تکیے لے کر ان بچھونوں پر بیٹھیں گے، یعنی ان کا بیٹھنا تمکنت، قرار اور راحت کا بیٹھنا ہوگا، جیسے بادشاہ تختوں پر بیٹھتے ہیں۔ ان بچھونوں کا وصف اور حسن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ ان کے نیچے والے حصے جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے ہوتے ہیں، استبرق کے ہوں گے جو ریشم کی خوبصورت ترین اور اعلیٰ ترین قسم ہے تب ان بچھونوں کے ظاہری حصے جن پر بیٹھا جاتا ہے ان کی خوبصورتی کیسی ہوگی؟ (تفسیر سعدی: 2677/3)

(2) ﴿وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ﴾ ''اور دونوں باغوں کے تروتازہ پھل بالکل ہی قریب ہوں گے'' ان باغوں کے پھل اتنے جھکے ہوئے ہوں گے کہ جب چاہیں جو چاہیں پکے ہوئے پھل توڑ لیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا﴾ ''اور جنت کے سائے اُن پر جھکے ہوں گے اور اُس کے خوشے اُن کے بالکل تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔'' (الدھر: 14)

(3) جنت کے پھلوں کے بارے میں رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾ ''جس کے پھل قریب ہوں گے۔'' (الحاقۃ: 23)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (55)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' رب العزت نے جنتیوں کے فرش کی نعمت اور پھلوں کے قریب ہونے کی نعمت کا احساس دلا کر سوال کیا ہے کہ اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ یعنی اس انعام واکرام کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾

''اُن میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی، جنہیں اُن سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں'' (56)

سوال: جنت کے باغوں میں جنتیوں کی کیسی بیویاں ہوں گی، اس کی وضاحت ﴿فِيْهِنَّ ... وَلَا جَآنٌّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جنتیوں کی بیویوں کے اوصاف کا تذکرہ ہے: ﴿فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ﴾ ''اُن میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی'' یعنی ان کی نگاہیں، اپنے حسن وجمال اور اپنے شوہروں کے ساتھ کامل محبت کی بنا پر صرف انہی پر لگی ہوئی ہوں گی، اسی طرح ان کے شوہروں کی نگاہیں بھی ان کے حسن وجمال، ان کے وصل کی لذت اور ان کے ساتھ شدید محبت کی بنا پر صرف انہی پر جمی ہوئی ہوں گی۔ (تفسیر سعدی: 2678/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۹) مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (۲۰)﴾ ''خوب مزے سے کھاؤ اور پیو اُس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ وہ صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔'' (الطور: 19:20)

(3) ﴿وَحُوْرٌ عِيْنٌ (۲۲) كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُوِ الْمَكْنُوْنِ (۲۳) جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۲۴)﴾ ''اور گورے جسم، سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں (ہوں گی) گویا چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں۔ اُن کاموں کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (الواقعہ: 22-24)

(4) ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ ''جنہیں اُن سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں'' یہ دو شیزائیں بالکل اچھوتی ہوں گی۔ ان کے شوہروں سے پہلے ان کو کسی انسان یا جن نے چھوا نہیں ہوگا۔ ہم عمر اور دل ربا ہوں گی۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (57)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: (1) ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' یعنی تم اس انعام کو جھٹلاؤ گے؟

(2) یہاں جنتی عورت کی پاکیزگی کی نعمت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ آخر کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ﴾

''گویا کہ وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہیں'' (58)

سوال: جنتی عورتیں اپنے حسن میں یاقوت اور مرجان جیسی ہیں، اس کی وضاحت ﴿كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ ''گویا کہ وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہیں'' جنتی عورت کا حسن، صفائی اور پاکیزگی یاقوت کی طرح ہوگی۔ وہ گورے پن میں اور سفیدی میں موتی کی طرح ہوگی۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں داخل ہونے والی پہلی جماعت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی اور اس کے بعد والی جماعت آسمان میں سب سے زیادہ چمکنے والے ستارے کی مانند، ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ دو دو بیویاں عطا فرمائے گا کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے نظر آ رہا ہوگا اور جنت میں کوئی شخص بھی بیوی کے بغیر نہیں ہوگا۔'' (مسلم: 2834)

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اہل جنت میں سے کوئی عورت (یعنی حور) زمین والوں کی طرف جھانک لے تو وہ تمام فضا کو جو آسمان و زمین کے درمیان ہے، روشن کر دے اور اس کو خوشبو سے بھر دے اور بے شک اس کا دوپٹہ جو اس کے سر پر ہے تمام دنیا والوں اور جو کچھ اس میں ہے، سے بہتر ہے۔'' (بخاری: 2796)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (59)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے جنتی عورت کے حسن کا تذکرہ کر کے یہ سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ، اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾

''نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے'' (60)

سوال: مخلصوں کے صلے کی وضاحت ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ﴾ ''نیکی کا بدلہ'' یعنی ایمان، اطاعت اور عبادت کی جزا۔

(2) ﴿اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾ ''نیکی ہی ہے'' یعنی جس نے دنیا میں خلوص سے عمل کیا، اس کا بدلہ اعلیٰ درجے کی نعمت ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی اُن کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے۔'' (یونس:26) (مختصر ابن کثیر:1980)

(3) یعنی کیا اس شخص کی جزا جس نے بہترین طریقے سے اپنے رب کی عبادت کی اور اس کے بندوں کو فائدہ پہنچایا، اس کے سوا کچھ اور ہو سکتی ہے کہ ثواب جزیل، فوز کبیر، نعمتیں، اور تکدر سے سلامت زندگی عطا کر کے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے؟ پس یہ دو بلند مرتبہ جنتیں مقربین کے لیے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2678/3)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (61)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' یعنی اے جن وانس! نیکی کے بدلے یعنی جنت کی کون کون سی نعمتوں کو کب تک جھٹلاؤ گے؟

﴿وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ﴾

''اور اُن دو کے علاوہ اور بھی دو باغ ہیں'' (62)

سوال: ﴿وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ﴾ ''اور اُن دو کے علاوہ اور بھی دو باغ ہیں'' عربی زبان میں ''دون'' کا لفظ اگرچہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ماسوا اور علاوہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال ایک چیز کے دوسری چیز کے مقابلہ میں نیچے یا بلحاظ مرتبہ کم ہونے کے معنی میں ہوتا ہے اس لئے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو باغ پہلے دو باغوں سے نیچے یا ان کے مقابلے میں کم مرتبہ ہوں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ دو جنتیں سونے کی اور چاندی کی ہوں گی۔ شاید پہلی جنتیں مقرب لوگوں کے لیے ہیں اور دوسری اصحاب الیمین کے لئے۔ واللہ اعلم (تفسیر ابن کثیر) (اشرف الحواشی:1/636)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اس سے فردوس طلب کرو کیونکہ وہ جنت کا افضل اور اعلیٰ حصہ ہے۔'' (بخاری:2790)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن و انس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (63)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن و انس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' رب العزت نے سوال کیا ہے کہ دو باغوں جیسی عظیم نعمت کو جس کا یقین دل کے اندر نہیں بیٹھ رہا کب تک جھٹلاؤ گے؟

﴿مُدْهَآمَّتٰنِ﴾

''دونوں سیاہی مائل گہرے سبز ہیں'' (64)

سوال: ﴿مُدْهَآمَّتٰنِ﴾ جنت کے ان باغوں کا رنگ کیسا ہوگا؟

جواب: ﴿مُدْهَآمَّتٰنِ﴾ ''دونوں سیاہی مائل گہرے سبز ہیں'' ان دونوں باغوں کے پتے اپنی سیرابی کی وجہ سے اتنے گہرے سبز ہوں گے کہ سیاہ ہو رہے ہوں گے۔

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن و انس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (65)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن و انس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اللہ تعالیٰ نے جنت کے دو دوسرے باغوں کی سرسبزی اور شادابی کی نعمت کا ذکر کیا ہے کہ آخر کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ﴾

''اُن دونوں میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہیں'' (66)

سوال: جنت کے باغوں کے چشمے کیسے ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ﴾ ''اُن دونوں میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہیں'' نضاخ کا معنی پانی کا چشمہ سے زور سے پھوٹنا۔ مگر نضاخ میں جوش مارنے کی وجہ کثرت آب اور دباؤ ہوتی ہے نہ کہ حرارت اور نضاخ موسلا دھار بارش کو بھی کہتے ہیں۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ چشموں کے سوراخ تنگ اور پانی کی کثرت روانی کی تیزی کی وجہ سے وہ چشمے جوش مار رہے ہوں گے۔ (تیسیر القرآن: 354/4) (2) یعنی ان جنتوں میں ابلتے ہوئے چشمے یعنی فوارے ہوں گے۔ (3) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے: ہیں خیر و برکت سے جوش مار رہے ہوں گے۔ (تفسیر مراغی: 395/9)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن و انس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (67)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن و انس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' یہاں اللہ تعالیٰ نے جوش سے اُبلنے والے پانی کی نعمت کا ذکر کیا ہے کہ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ﴾

''ان دونوں میں پھل اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں'' (68)

سوال: ﴿فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ﴾ ''ان دونوں میں پھل اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں'' فَكِهَة بمعنی خوشی طبعی، خوش مزاجی اور ہنسنے ہنسانے والا ہونا اور فَكِهَة کے معنی کسی کو میوہ کھلانا بھی اور اپنے شریں کلام سے کسی کو خوش کرنا اور فواکہ سے مراد ایسے پھل ہیں جن کے کھانے کا اصل مقصد لذت و سرور اور لطف حاصل کرنا ہو نہ کہ غذائیت حاصل کرنا۔ (تیسیر القرآن: 355/4) (2) کھجور کے ساتھ انار کا پانی مل جائے تو کھانا پینا اور لطف و سرور سب حاصل ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (69)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اللہ تعالیٰ نے یہاں کھجور، انار اور دوسرے پھلوں کی نعمت کا ذکر کیا ہے کہ تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

﴿فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ﴾

''اُن میں کئی خوب سیرت، خوب صورت عورتیں ہیں'' (70)

سوال: ان دو باغوں میں رہنے والی عورتیں کیسی ہوں گی، اس کی وضاحت ﴿فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ﴾ ''اُن میں کئی خوب سیرت، خوب صورت عورتیں ہیں'' یعنی جنت میں بہترین اخلاق اور خوب صورت چہروں والی عورتیں ہوں گی۔ ان کا ظاہری اور باطنی حسن، ان کا حسن خلق اور حسن خلقت اپنے کمال پر ہوگا۔

(2) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے اس آدمی کی بیوی کہتی ہے: اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے اسے تکلیف نہ دے، یہ چند روز کے لیے تیرے پاس ہے عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔'' (ابن ماجہ: 2014)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (71)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اللہ تعالیٰ نے یہاں نیک کردار اور خوب صورت عورت کی نعمت کا ذکر کیا ہے کہ آخر کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ﴾

''گوری سیاہ آنکھوں والی عورتیں، خیموں میں روکی ہوئی ہیں'' (72)

سوال: حوروں کی خصوصیات کی وضاحت ﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ ''گوری سیاہ آنکھوں والی عورتیں، خیموں میں روکی ہوئی ہیں'' یعنی وہ حوریں موتیوں کے خیموں میں مستور ہوں گی جنہوں نے اپنے آپ کو اپنے شوہروں کے لیے تیار کر رکھا ہوگا۔ ان کا خیموں میں مستور ہونا، ان کے جنت کے باغات میں نکلنے کے منافی نہیں، جیسا کہ باپردہ شہزادیوں کی عادت ہے۔ (تفسیر سعدی: 2679/3)

(2) نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں موتیوں کے خیمے ہوں گے۔ ان کا عرض ساٹھ میل ہوگا، اس کے ہر کونے میں جنتی کے گھر والے ہوں گے جس کو دوسرے کونے والے نہیں دیکھ سکیں گے۔ مومن اس میں گھومے گا۔'' (صحیح مسلم)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (73)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اللہ تعالیٰ نے یہاں گوری رنگت کی خیموں میں ٹھہرائی ہوئی حور کی نعمت کا ذکر کیا ہے کہ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾

''ان سے پہلے کسی انسان اور کسی جن نے اُنہیں چھوا تک نہیں'' (74)

سوال: حوروں کے اوصاف کی وضاحت ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ﴾ ''ان سے پہلے کسی انسان اور کسی جن نے اُنہیں چھوا تک نہیں'' اہل جنت کو ملنے والی حوریں کنواری ہوں گی۔ طمث کے معنی حیض کا خون بھی ہے اور عورت کا حیض والا ہونا بھی اور مرد کا، عورت کا پردہ بکارت زائل کرنا بھی۔ گویا یہ لفظ پہلی بار مجامعت سے مخصوص ہے۔ (تیسیر القرآن: 355/4)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا (۳۱) حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا (۳۲) وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (۳۳) وَّكَاْسًا دِهَاقًا (۳۴)﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے۔ باغات اور انگور ہیں۔ اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔'' (النباء:31-34)

(3)﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً (۳۵) فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (۳۶) عُرُبًا اَتْرَابًا (۳۷)﴾ ''بلاشبہ ہم نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا ہے۔ پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے۔ شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔'' (الواقعہ:35-37)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (75)

سوال:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب:﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اللہ تعالیٰ نے یہاں جنتی عورت کی نعمت کی بات کی ہے کہ تم کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ﴾

''نادر ونفیس، خوب صورت سبز قالینوں پر تکیہ لگائے ہوں گے'' (76)

سوال: جنتیوں کے فرش کیسے ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿مُتَّكِـِٕيْنَ ... حِسَانٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ﴾ ''سبز قالینوں پر تکیہ لگائے ہوں گے'' رَفْرَفٍ یعنی گدے، مسندیں اور جنت کے باغات۔ اہل جنت سبز رنگ کے بیش بہا قالینوں اور مسندوں پر ٹیک لگا کر آرام سے بیٹھے یا لیٹے ہوں گے۔ یہ وہ جگہیں ہیں جو بلند جگہوں کے نیچے ہوں گی۔ ان کے بیٹھنے کی جگہ کے پیچھے خوب صورت پردے لٹک رہے ہوں گے۔

(2)﴿وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ﴾ ''نادر ونفیس، خوب صورت'' غالیچہ، قالین، منقش ریشم۔ عبقری ہر اس بنے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں جسے خوب صورت طریقے سے بنا گیا ہو۔ اس کے لمس میں ملائمت ہو اور دیکھنے میں ورطۂ حیرت میں گم کر دینے والا ہو۔

(3)﴿وَّعَبْقَرِيٍّ﴾ عرب کے دور جاہلیت کے انسانوں میں جنوں کے دارالسلطنت کا نام عبقر تھا جہاں صرف جن اور پریاں ہی رہتے تھے جسے ہم اردو میں پرستان بھی کہتے ہیں یعنی پریوں کے رہنے کی جگہ۔ پھر لفظ عبقری کا اطلاق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر نفیس اور نادر چیز پر ہونے لگا تو یہ پرستان کی چیز ہے جس کا مقابلہ دنیا کی عام چیزیں نہیں کر سکتیں۔ پھر اس لفظ کا اطلاق ایسے آدمی پر بھی ہونے لگا جو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہو۔ اسی لیے اہل عرب کو جنت کے سروسامان کی غیر معمولی نفاست اور خوبی کا تصور دلانے کے لیے یہاں عبقری کا لفظ آیا ہے۔ (تیسیر القرآن:4/355)

(4) ﴿عَبْقَرِيٍّ﴾ ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لئے یہ لفظ استعمال کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے کوئی ایسا عبقری نہیں دیکھا جو عمر کی طرح کام کرتا ہو۔'' (بخاری)

﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' (77)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کس نعمت کو جھٹلانے کی بات کی ہے؟

جواب: ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ ''تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اللہ تعالیٰ نے یہاں جنتیوں کے فرش کی بات کی ہے کہ آخر کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ع 3 33 13

﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾

''آپ کے رب کا نام بڑا ہی بابرکت ہے جو بڑی شان والا اور بڑی عزت والا ہے'' (78)

سوال: ﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ﴾ ''آپ کے رب کا نام بڑا ہی بابرکت ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات کا بابرکت نام الرحمٰن۔

(2) ﴿ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ ''جو بڑی شان والا اور بڑی عزت والا ہے'' اپنے اولیاء کے لیے عظمت واکرام والا اور اپنے بندوں پر احسان کرنے والا۔ (ایسر التفاسیر:1566)

(3) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز سے سلام پھیرتے تو (پہلے) تین بار استغفار پڑھتے، پھر یہ دعا پڑھتے: ﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ﴾ ''یا اللہ! تو ہی سلامتی والا ہے اور تجھی سے سلامتی ہے، اے بزرگی اور عزت والے! تو بڑی برکت والا ہے۔'' (صحیح مسلم:1334)

(4) اللہ تعالیٰ بڑی بزرگی اور عزت والا ہے، عزت عطا کرنے والا ہے، لطف واحسان کرنے والا ہے۔ اس کا نام بابرکت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے تو اس کی ذات کتنی بابرکت ہوگی۔

﴿یاارحم الراحمین ہمیں اپنی خیر و برکت اور رحمت میں رکھیے﴾

اٰیَاتُهَا 96 | 56 - سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ - 46 | رُكُوْعَاتُهَا 3

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے تین رکوع اور 96 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 56 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 46 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بوڑھے ہو گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے سورۃ ہود، سورۃ الواقعہ، سورۃ المرسلات، سورۃ النبا اور سورۃ التکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔" (ترمذی: 3297)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾

"جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی" (1)

سوال: قیامت کا ایک نام الواقعہ ہے، اس کی وضاحت ﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ "جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی" واقعہ قیامت کے ناموں میں سے ہے کیونکہ اس کے قیام اور وقوع میں یقین ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1982/2)

(2) (i) قیامت کے لازماً واقع ہونے کی وجہ سے اس کا نام الواقعہ ہے۔ (ii) الواقعہ ہر قسم کے شک کو ختم کر دیتا ہے۔ اس لئے الواقعہ کے نام سے قیامت کو موسوم کیا گیا۔ (iii) الواقعہ کا نام انسان کو یقین دیتا ہے۔ اس لئے قیامت کا نام الواقعہ ہے کیونکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیامت یقینی امر ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾''تو اُس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔''(الحاقۃ:15)

﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾

''اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے''(2)

سوال:﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ﴾''اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے''یعنی جب اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرنا چاہے گا تو کوئی اسے ٹالنے والا اور جھٹلانے والا نہ ہوگا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی۔''(الشوریٰ:47)

(2)﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾﴾''سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے۔کافروں کے لیے،اُس کو ہٹانے والا کوئی نہیں۔''(المعارج:1,2)

﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ﴾

''پست کرنے والی،بلند کرنے والی ہے''(3)

سوال:قیامت کچھ لوگوں کو پست اور کچھ لوگوں کو بلند کردے گی،اس کی وضاحت﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ﴾''پست کرنے والی،بلند کرنے والی ہے''یعنی قیامت کا واقعہ کچھ لوگوں کو اسفل السافلین تک پہنچادے گا اور کچھ کو اعلیٰ علیین کی بلندیوں تک پہنچائے گا۔

(2)ابن ابی حاتم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قیامت اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آگ میں گرائے گی اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو جنت کی بلندی تک پہنچائے گی۔(فتح القدیر:5/186)

(3)کوئی ماں یا کوئی باپ اپنی اولاد کو اور کوئی شخص اپنے رشتے دار کو ذلت اور رسوائی سے بچا نہیں سکتا۔کوئی نہ کسی کو عزت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے سکتا ہے، نہ کوئی کسی کو ذلت دے سکتا ہے پھر بھی ساری زندگی عزت کے حصول کے لیے انسان کوششیں کرتا ہے اور رب العزت فرماتے ہیں: ﴿وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ﴾ ''اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔'' (آل عمران:26) جب قیامت آئے گی تو اس دنیا سے بالکل مختلف حالات ہوں گے کیونکہ دنیا میں پستی اور بلندی کے، چھوٹے اور بڑے ہونے کے اصول مختلف ہیں۔ دنیا میں بڑا وہ ہے جس کے پاس مال ہے، جس کے پاس اقتدار ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مال اور اقتدار کی کوئی وقعت نہیں۔ دیکھئے مال سمیت فرعون کو اور قارون کو کہاں پہنچا دیا گیا؟ قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور فرعون کو سمندروں میں ڈبو دیا گیا۔

﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾

''جب زمین سخت ہلا دی جائے گی'' (4)

سوال: قیامت کے دن زمین کی کیا حالت ہوگی، اس کی وضاحت ﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا﴾ ''جب زمین سخت ہلا دی جائے گی'' یعنی جب قیامت آئے گی تو زمین پر خوب زلزلے آئیں گے جو مقامی طور پر نہیں بلکہ عالمی طور پر آئیں گے۔ تب ساری زمین ہچکولے کھانے لگے گی۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔'' (الحج:1)

(3) ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ ''جب زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی اس کا سخت ہلایا جانا۔'' (الزلزال:1)

﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾

''اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا'' (5)

سوال: قیامت کے دن پہاڑوں کی کیا حالت ہوگی، اس کی وضاحت ﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا﴾ ''پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا'' یعنی پہاڑوں کی زمین پر گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾ ''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔'' (المزمل:14)

(2) ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا۔ اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک ہی بار ٹکرا دینا۔'' (الحاقۃ:14,13)

﴿فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا﴾

''چنانچہ وہ اڑتا ہوا غبار بن کر رہ جائیں گے'' (6)

سوال: قیامت کے دن ریزہ ریزہ ہونے کے بعد پہاڑوں کا کیا انجام ہوگا، اس کی وضاحت ﴿فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا﴾ ''چنانچہ وہ اڑتا ہوا غبار بن کر رہ جائیں گے'' یعنی پہاڑوں کے پتھر ایک دوسرے پر گر کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر ہوا پہاڑوں کے ذرات کو اڑا لے جائے گی۔ اس طرح ان کا وجود غبار ہو جائے گا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے۔'' (القارعۃ:5) کیا اس وقت زمین پر کسی کا رہنا ممکن ہوگا؟

(3) زمین پر نہ پہاڑ رہیں گے نہ کھائیاں بس ہموار چٹیل میدان ہوگا۔

﴿وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً﴾

''اور تم تین قسموں میں ہو جاؤ گے'' (7)

سوال: قیامت کے دن لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً﴾ ''اور تم تین قسموں میں ہو جاؤ گے'' یعنی تم اپنے اعمال کے اعتبار سے تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ (2) جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسی سورہ مبارکہ کے آخری حصے میں موت کا ذکر کرتے ہوئے بھی لوگوں کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں، اسی طرح اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو تین اصناف میں تقسیم فرمایا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾ ''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا چنانچہ اُن میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور ان میں سے کوئی میانہ رَو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(فاطر:32)(المصباح المنیر:6/7172)(3)قیامت کے دن لوگ مقرب،اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال میں تقسیم ہوجائیں گے۔

﴿فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾

''پس دائیں ہاتھ والے،کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!''(8)

سوال:دائیں ہاتھ والے کیا ہی خوب ہیں،اس کی وضاحت ﴿فَاَصْحٰبُ۔۔۔الْمَيْمَنَةِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾''پس دائیں ہاتھ والے''یعنی جن لوگوں کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔(2)﴿مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾''کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!''یعنی دائیں ہاتھ والے کیا ہی خوب ہیں۔یہ وہ لوگ ہوں گے جو سیدنا آدم علیہ السلام کی دائیں کروٹ سے نکلے۔یہ تمام جنتی ہیں جو دائیں جانب چلائے جائیں گے۔(3)دائیں ہاتھ والوں یعنی اہل جنت کی خوش نصیبی اور خیر و برکت کا کیا کہنا اور ان کے حالات کی برتری کو یہ سوال ظاہر کر رہا ہے۔ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دائیں جانب جگہ ملے گی۔

﴿وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾

''اور بائیں ہاتھ والے کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے!''(9)

سوال:بائیں ہاتھ والے کیا ہی برے ہیں،اس کی وضاحت ﴿وَاَصْحٰبُ۔۔الْمَشْئَمَةِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾''اور بائیں ہاتھ والے''یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور بائیں جانب چلائے جائیں گے۔یہ عام جہنمی لوگ ہوں گے۔﴿اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ﴾ ''اے اللہ ہمیں جہنم سے بچا۔''

(2)﴿مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ﴾''کیا ہی برے ہیں بائیں ہاتھ والے!''بائیں ہاتھ والے کیا ہی برے ہیں۔

(3)بدبخت گروہ والوں کی شقاوت کا نہ پوچھو،یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بائیں جانب کھڑا کرے گا۔

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ﴾

''اور سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں''(10)

سوال:تیسری قسم کے لوگ سبقت لے جانے والے ہیں،اس کی وضاحت ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ﴾''اور سبقت لے جانے والے تو سبقت لے جانے والے ہی ہیں''اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے مراد خاص مومن ہیں۔ یہ تیسری قسم کے لوگ ہیں جو دوسروں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ سابقون ایمان میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ سابقون نیکی کے کاموں میں دوسروں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہیں۔

(2) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سابقین سے مراد انبیاء ہیں، ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور بیت اللہ کی طرف نماز پڑھی ہے وہ سابقین ہیں اور سیدنا حسن وقتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر امت میں سابقین ہوں گے، بعض مفسرین نے فرمایا کہ مسجد کی طرف سب سے پہلے جانے والے سابقین ہوں گے۔ (تفسیر معارف القرآن:270/8)

(3) یہ وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی دعوت میں سبقت کرنے والے، بھلائیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔'' (آل عمران:133)

(4) ﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ ''دوڑو اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جتنی ہے، اُن لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے۔'' (الحدید:21)

﴿اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾

''یہی لوگ مقرب ہیں'' (11)

سوال: سابقون ہی اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ ''یہی لوگ مقرب ہیں'' سابقون کو رب تعالیٰ کے قرب کی نعمت سے نوازا جائے گا۔ یہ قرب سب سے بڑا اعزاز ہے۔

(2) سابقون سدا بہار جنتوں میں ہوں گے۔ اعلیٰ علیین میں بلند مقام پر ہوں گے۔

﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾

''نعمت بھری جنتوں میں ہیں'' (12)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ''نعمت بھری جنتوں میں ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے نعمتوں بھرے دائمی باغات میں ہوں گے۔ (2) مقرب لوگوں کی بہت عزت کی جائے گی۔ (ایسر التفاسیر:1568)

(3) ان کے درجات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند ہوں گے۔ (فتح القدیر:183/5)

﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''پہلے لوگوں میں سے بڑی جماعت ہیں'' (13)

سوال: مقرب لوگ پہلوں میں سے بہت ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُلَّةٌ﴾ ''بڑی جماعت ہیں'' سے مراد ایسا گروہ ہے جس کو گننا ناممکن ہے۔

(2) ﴿مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''پہلے لوگوں میں سے'' مراد سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت کے لوگ ہیں۔

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک خیمے میں تقریباً چالیس آدمی ہوں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تمہاری تعداد اہل جنت کی چوتھائی ہو؟'' ہم نے کہا: ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ تمہاری تعداد اہل جنت کی ایک تہائی ہو؟'' ہم نے کہا: ہاں! (ہم خوش ہیں)۔ آپ ﷺ نے (تیسری بار) فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے امید ہے کہ تمہاری تعداد اہل جنت کی نصف ہوگی اور یہ اس لیے کہ جنت میں صرف وہی جائے گا جو مسلمان ہے اور مسلمان مشرکوں کے اندر ایسے ہیں جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل کی کھال میں ہو یا ایک سیاہ بال ایک لال بیل کی کھال میں ہو۔'' (مسلم:530)

(4) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا سب زمانوں سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے، پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔'' (بخاری:3650)

(5) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ (حق پر رہ کر) غالب رہے گی۔ (ان کے دشمن انہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، ان کے مخالف انہیں رسوا اور پست نہیں کر سکیں گے) یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ لوگ غالب ہی رہیں گے۔'' (بخاری:7311، مسلم:395)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے جنت میں جائیں گے۔" (مسلم:520)

﴿وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾

"اور پچھلے لوگوں میں سے کم ہیں" (14)

سوال: مقرب لوگ پچھلوں میں سے تھوڑے ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ "اور پچھلے لوگوں میں سے کم ہیں" یہ آیت کریمہ اولین کی آخرین پر فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

(2) ان آیات میں اولین اور آخرین کی تعیین میں اختلاف کی بناء پر ان آیات کے تین مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اولین سے مراد سابقہ امتوں کے لوگ لیے جائیں اور آخرین سے مراد اس امت کے۔ اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ سابقہ انبیاء پر ایمان لانے والوں، حق کے معرکہ میں دوسروں سے آگے نکل جانے والوں اور خیر و بھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے والوں کی تعداد اس امت کے سابقین کی تعداد سے بہت زیادہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ اولین اور آخرین سے مراد ہماری ہی امت مسلمہ کے لوگ ہوں۔ اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ اس کے اولین یعنی صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین میں سے سابقین کی تعداد آخرین سے بہت زیادہ ہوگی۔ تیسرے یہ کہ اولین اور آخرین سے مراد ہر نبی کی امت کے اولین اور آخرین لیے جائیں۔ اس لحاظ سے یہ ایک اصل بن جائے گا۔ یعنی ہر نبی کی امت کے اولین میں سے سابقین کی تعداد آخرین میں سابقین کی تعداد سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ (تیسیر القرآن:4/358)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "ہم دنیا میں تمام امتوں کے بعد ہونے کے باوجود قیامت میں سب سے آگے رہیں گے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کتاب انہیں ہم سے پہلے دی گئی تھی۔ یہی (جمعہ) ان کا بھی دن تھا جو تم پر فرض ہوا ہے لیکن ان کا اس کے بارے میں اختلاف ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن بتا دیا اس لئے لوگ اس میں ہمارے تابع ہوں گے۔ یہود دوسرے دن ہوں گے اور نصاریٰ تیسرے دن۔" (صحیح بخاری:876)

﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ﴾

"سونے اور جواہرات سے بنے ہوئے تختوں پر ہوں گے" (15)

سوال: مقربین کے تخت سونے اور جواہرات سے بنے ہوئے ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ﴾''سونے اور جواہرات سے بنے ہوئے تختوں پر ہوں گے''﴿مَّوْضُوْنَةٍ﴾ باریک بنی ہوئی یا سونے کے تاروں سے بنی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔

(2)مقربین جو اللہ تعالیٰ کے خاص لوگ ہیں وہ سونے اور موتیوں اور یاقوت سے بنے ہوئے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ﴾

''تکیہ لگائے ہوئے اُن پر وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے''(16)

سوال:مقربین اپنی مجلسوں میں کیسے بیٹھیں گے،اس کی وضاحت ﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا﴾''تکیہ لگائے ہوئے اُن پر''یعنی مقربین ان تختوں پر انتہائی اطمینان اور آرام سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔

(2)﴿مُتَقٰبِلِيْنَ﴾''وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے''باہمی محبت اور ایک دوسرے کا ادب اور لحاظ رکھنے کی وجہ سے کوئی کسی کی طرف پشت نہیں کرے گا۔ہر ایک کا چہرہ دوسرے کی طرف ہوگا۔

(3)رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ (۴۵) اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ (۴۶) وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (۴۷)﴾''بلاشبہ متقی باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔سلامتی اور امن کے ساتھ ان میں داخل ہو جاؤ۔اور ان کے سینوں میں سے کینہ ہم کھینچ نکالیں گے،وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائی بھائی ہوں گے۔''(الحجر:45-47)

﴿يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ﴾

''ان پر نوخیز لڑکے چکر لگائیں گے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے''(17)

سوال:اہل جنت کے خدمت گار کیسے ہوں گے،اس کی وضاحت ﴿يَطُوْفُ ... مُّخَلَّدُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ﴾''ان پر نوخیز لڑکے چکر لگائیں گے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے''جنت میں اہل جنت کی خدمت کے لئے انتہائی حسین وجمیل لڑکے گھومیں گے۔

(2)جن کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اوراُن کے لیے نوعمر غلام پھر رہے ہوں گے گویا وہ چھپا کر رکھے موتی ہوں۔'' (الطور:24)

(3)﴿مُّخَلَّدُوْنَ﴾ ''جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے'' یعنی ایک ہی عمر میں رہنے والے۔ نہ ان کی شکلیں بدلیں گی نہ ان پر جوانی آئے گی نہ بڑھاپا۔ وہ ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

(4) جنت کے خدمت گار مشروبات لے کر ان کے درمیان گھومیں گے۔

﴿بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ﴾

''اُن پر جاری چشمے کی شراب کے ساغر، صراحیاں اور جام پیش کریں گے'' (18)

سوال: اہل جنت کے خدمت گار انہیں شراب کیسے پیش کریں گے، اس کی وضاحت ﴿بِاَكْوَابٍ ... مَّعِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿بِاَكْوَابٍ﴾ ''ساغر'' یعنی ایسے پیالوں کے ساتھ جن کے ہینڈل نہیں ہوتے۔

(2)﴿وَّاَبَارِيْقَ﴾ ''صراحیاں'' اور ایسی صراحیوں کے ساتھ جن کے ہینڈل ہوتے ہیں۔

(3)﴿وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ﴾ ''اور جام پیش کریں گے جاری چشمے کی شراب کے'' اور ایسے جام جن میں شراب طہور چھلک رہی ہوگی، جو شراب کی جاری نہر سے بھرے جائیں گے۔

(4) یہ شراب انتہائی لذیذ ہوگی جس میں نشہ نہیں ہوگا۔ (5) اس شراب کو نازک اندام ساقی اہل جنت کو پیش کریں گے۔

﴿لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ﴾

''اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے'' (19)

سوال: جنت کی شراب کی خصوصیات کی وضاحت ﴿لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا﴾ ''اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کو چار عیبوں سے محفوظ رکھا ہے۔ نشہ، سر درد، قے، پیشاب۔ (تفسیر مراغی:402/9)

(2) دنیا کی شراب کی طرح جنت کی شراب سر درد میں مبتلا نہیں کرے گی۔

(3) اس شراب کو پینے سے عقل زائل ہوگی نہ ہوش و حواس ساتھ چھوڑیں گے۔

(4) یہ بے پناہ سرور اور کیف کرنے والی پاک شراب ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ (۱۵)﴾ ”جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور اُن کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے، کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔“ (محمد:15)

(6) ﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ (۴۵) بَيْضَاۗءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ (۴۶) لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (۴۷)﴾ ”ان پر صاف بہتی ہوئی شراب کے ساغر پھرائے جائیں گے۔ سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہ اُس میں دردِ سر ہوگا اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے۔“ (الصافات:45-47)

﴿وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ﴾

”اور پھل بھی جو وہ پسند کریں گے“ (20)

سوال: اہل جنت کو کیسے پھل پیش کیے جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَفَاكِهَةٍ﴾ ”اور پھل“ اہل جنت کو ان کی پسند کے پھل پیش کئے جائیں گے۔

(2) ﴿مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ﴾ ”جو وہ پسند کریں گے“ وہ لذیذ اور خوش ذائقہ پھل منتخب کریں گے۔ انہیں یہ پھل انتہائی قرینے سے پیش کئے جائیں گے۔

﴿وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾

”اور پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے“ (21)

سوال: اہل جنت کو کیسا گوشت پیش کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَحْمِ طَيْرٍ﴾ ”اور پرندوں کا گوشت“ اہل جنت کو ہر قسم کے پرندوں کا گوشت پیش کیا جائے گا۔

(2) ﴿مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ ”جس کی وہ خواہش کریں گے“ جنتی جس قسم کا گوشت چاہیں گے انہیں سلیقے سے پیش کیا جائے گا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے پرندے بختی اونٹوں کی طرح ہوں گے اور وہ جنت کے درختوں سے چریں گے۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ پرندے تو خوب موٹے تازے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں کھانے والے ان سے بھی بڑھ کر صحت مند ہوں گے۔'' یہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: ''البتہ مجھے امید ہے کہ تم بھی اے ابوبکر! ان کھانے والوں میں سے ہو گے۔'' (مسند احمد: 13316)

(4) پرندوں کا گوشت لذت، غذائیت اور قوت تینوں اعتبار سے چوپاؤں کے گوشت سے اعلیٰ اور عمدہ ہوتا ہے۔ لہٰذا بالخصوص پرندوں کے گوشت کا ذکر کیا گیا۔ (تیسیر القرآن: 4/359)

﴿وَحُوْرٌ عِيْنٌ﴾

''اور گورے جسم، سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں (ہوں گی)'' (22)

سوال: مقربین کی بیویاں کیسی ہوں گی، اس کی وضاحت ﴿وَحُوْرٌ عِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَحُوْرٌ عِيْنٌ﴾ ''اور گورے جسم، سیاہ بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں (ہوں گی)'' جنت میں بڑی بڑی آنکھوں والی، گوری عورتیں اہل جنت کے لئے ہوں گی۔

(2) ﴿اَلْحُوْرَاء﴾ اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھیں سرمگیں ہوں اور ان میں ملاحت اور حسن و جمال ہو۔ بڑی بڑی حسین آنکھوں والی عورتوں کو کہا جاتا ہے۔

(3) ﴿عِيْنٌ﴾ عورت کی آنکھوں کا حسن، اس کے حسن و جمال کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2684)

﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ﴾

''گویا چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں'' (23)

سوال: حوروں کو چھپا کر رکھے گئے موتیوں سے تشبیہ دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ﴾ ''گویا چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں'' چھپے ہوئے موتیوں کو سنبھال کر رکھا جاتا ہے جن کو نہ چھوا جاتا ہے نہ اُن پر نظر پڑتی ہے۔ جنتی عورت کی پاکیزگی کو واضح کرنے کے لئے چھپے ہوئے موتی سے تشبیہ دی گئی کہ اُس عورت کو نہ کسی نے چھوا ہے نہ اُس پر کسی کی نظر پڑی ہے۔ اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نزدیک عورت قیمتی متاع ہے جس تک نہ ہر نظر کی رسائی ہونی چاہئے نہ ہاتھوں کی رسائی ممکن ہونی چاہئے۔عورت قیمتی ہے، چھپا کر رکھے جانے کے لائق ہے۔قیمتی چیز کی حفاظت ضروری ہے۔اسی لئے اسلام نے عورت کو باہر نکلنے کی صورت میں حجاب کا اور بصورتِ دیگر گھروں میں وقار کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے۔

﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اُن کاموں کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے''(24)

سوال:اہل جنت کو یہ نعمتیں ان کے اعمال کے بدلے میں ملیں گی،اس کی وضاحت ﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾''اُن کاموں کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے''اہل جنت کو تحفے اور انعام میں جنت دی جائے گی۔

(2)جو ان کے رب کی طرف سے ایمان لانے کے بعد نیک اعمال،توحید اور نافرمانیوں کو چھوڑنے کی جزا ہوگی۔(ایسر التفاسیر:1569)

(3)﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ(۱۷)وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ(۱۸)وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ(۱۹)﴾''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے۔اور سحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔اور اُن کے مالوں میں سائل اور محروم کا حق تھا۔''(الذاریات:17-19)

﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا﴾

''نہ اُس میں وہ بے ہودہ گفتگو سُنیں گے اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات''(25)

سوال:اہل جنت کوئی بے ہودہ یا گناہ میں ڈالنے والی بات نہیں سنیں گے،اس کی وضاحت ﴿لَا ... تَاْثِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا﴾''نہ اس میں وہ سنیں گے''یعنی وہ نعمتوں بھری جنت میں کوئی ایسی چیز نہیں سنیں گے جو ان کی زندگی کی لذتوں کو مکدر کردے۔

(2)﴿لَغْوًا﴾''بے ہودہ گفتگو''یعنی فحش کلام:لغو بیکار باتیں،کمزوری یا برائی کا کوئی کلام ان کے کانوں میں نہیں پڑے گا۔

(3)رب العزت کا فرمان ہے:﴿لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً﴾''اُس میں وہ کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔''(الغاشیہ:11)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَّلَا تَاْثِيْمًا﴾ ''اور نہ کوئی گناہ میں ڈالنے والی بات'' جو کہنے سننے والے کو گناہ گار کر دے۔

(5)جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت جس کا قرآن مجید میں بہ تکرار ذکر آیا ہے، یہ ہے کہ وہاں کی سوسائٹی نہایت پاکیزہ اخلاق والی ہوگی۔ان میں بدتمیزی اور بدزبانی کا نام ونشان تک نہ ہوگا۔ان کی گفتگو ہر قسم کے عیوب سے پاک ہوگی۔(ترجمان القرآن:3/439,440)

﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾

''مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے'' (26)

سوال: جنت میں سلام ہی سلام گونجے گا، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا﴾ ''مگر یہ کہنا کہ سلام ہے، سلام ہے'' اہل جنت کو چاروں طرف سے سلام پر سلام کی آواز آئے گی۔ (2)اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے تو اس کی آوازیں کانوں میں پڑیں گی۔

(3)﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اُن کی دعا اس میں یہ ہوگی ''پاک ہے تو اے اللہ!'' ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی اور اُن کی دعا کا اختتام یہ ہوگا کہ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔'' (یونس:10)

(4)اہل جنت کی ہر بات گناہ سے سلامتی والی ہوگی۔

(5)یعنی سوائے اچھی بات کے، کوئی بات نہیں سنیں گے کیونکہ یہ پاک لوگوں کا گھر ہوگا، اس میں صرف پاک چیزیں ہوں گی۔ یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ اہل جنت ایک دوسرے سے مخاطب ہونے میں حسن ادب سے کام لیں گے، ان کا کلام بہترین کلام اور دلوں کو خوش کرنے والا ہوگا، ہر قسم کی لغویات اور گناہ سے پاک ہوگا، ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی اہل جنت میں شامل کرے۔(تفسیر سعدی:3/2685)

﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾

''اور دائیں ہاتھ والے، کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!'' (27)

سوال:﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾ ''اور دائیں ہاتھ والے'' اس سے مراد تمام مومن ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾ ''کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے!''یعنی نیک لوگوں کا حال بھی کتنا شان دار ہوگا۔

﴿فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ﴾

''وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں''(28)

سوال: دائیں ہاتھ والے خاص بیریوں میں ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿سِدْرٍ﴾ بیری کے درخت کو کہتے ہیں جس کے ساتھ کانٹے ہوتے ہیں۔

(2)﴿فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ﴾ ''وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں'' دائیں ہاتھ والے ایسی خاص بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کر دیے گئے ہوں گے۔

(3)یعنی بیری کے کانٹے اور ردی قسم کی ضرر رساں شاخیں تراش دی گئی ہوں گی اور ان کی جگہ نہایت لذیذ پھل لگا دیے جائیں گے۔ گہرا سایہ اور راحت جسم، بیری کے درخت کے خواص میں شمار ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2685/3)

(4)ابوبکر بن سلمان نجاد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ اعرابیوں کا نبی کریم ﷺ کے سامنے آنا اور آپ سے مسائل پوچھنا ہمیں بہت نفع دیتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آ کر کہا: یارسول اللہ ﷺ! قرآن میں ایک ایسے درخت کا بھی ذکر ہے جو ایذاء دیتا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: ''وہ کون سا''، اس نے کہا: بیری کا درخت، آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ ﴿مَّخْضُوْدٍ﴾ نہیں پڑھا؟ اس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے ہیں اور ان کے بدلے پھل پیدا کر دیئے ہیں۔ ہر ایک بیری میں بہتر قسم کے ذائقے ہوں گے جن کا رنگ و مزہ مختلف ہوگا۔'' (مستدرک حاکم:476/2)

﴿وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ﴾

''اور تہ بہ تہ لگے ہوئے کیلوں میں ہوں گے''(29)

سوال: ﴿وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّطَلْحٍ﴾ ''اور کیلوں میں ہوں گے'' معروف درخت ہے، یہ بہت بڑا درخت ہوتا ہے جو صحراؤں میں اگتا ہے، اس کی شاخیں لذیذ اور مزیدار پھل سے لدی ہوئی ہوتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:2685/3)

(2)﴿مَّنْضُوْدٍ﴾ ''تہ بہ تہ لگے ہوئے'' یعنی تہ بہ تہ پھلوں والا، پھلوں سے لدا پھندا جیسے کیلوں کا خوشہ ہوتا ہے کہ اس پر اوپر تلے پھلیاں ہوتی ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1988/3)

(3)ان دونوں درختوں کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا کہ قریش ان کی میٹھی اور گھنی چھاؤں کو پسند کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) ابوسعید رحمہ اللہ کہتے ہیں: طلح یا کیلا، یمن والے کیلے کو طلح اور حجازی موز کہتے ہیں۔ (السراج المنیر: 1988/3)

﴿وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾

''اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں'' (30)

سوال: دائیں ہاتھ والے پھیلی ہوئی چھاؤں میں ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ ''اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں'' سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جنت میں ایسا سماں رہے گا جیسے طلوع فجر سے طلوع آفتاب کے درمیان رہتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا (۵۷)﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے انہیں جلد ہی ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ، اُن کے لیے اس میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔'' (النساء: 57) ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ﴾ ''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے، اُس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اُس کا پھل اور اُس کا سایہ دائمی ہیں۔ یہ اُن لوگوں کا انجام ہے جو متقی بنے اور کافروں کا انجام آگ ہے۔'' (الرعد: 35) ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔'' (المرسلات: 41) (السراج المنیر: 1988/2)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک درخت طویل ہوگا سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلے گا اور پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا اور اگر تمہارا جی چاہے تو آیت ﴿وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ کی قرأت کر لو۔'' (صحیح بخاری: 4881)

(3) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سایہ میں اگر عمدہ اور تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو برس تک چلتا رہے تو پھر بھی اس سائے کو طے نہیں کر سکے گا۔'' (بخاری: 6535)

﴿وَّمَاۗءٍ مَّسْكُوْبٍ﴾

''اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے'' (31)

سوال: دائیں ہاتھ والے کیسے پانی میں ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَّمَاۗءٍ مَّسْكُوْبٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ﴾''اور ایسے پانی میں جو گرایا جارہا ہے''یعنی بہت سے چشموں اور بہتی ہوئی ندیوں کا بہتا اور اچھلتا ہوا پانی ہے۔(تفسیر سعدی:3/2685)(2)یہ پانی ہموار زمین پر بہتا ہے،گڑھوں میں نہیں۔(مختصر ابن کثیر:2/1988)

﴿وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ﴾

''اور کثیر پھلوں میں''(32)

سوال:دائیں ہاتھ والے کثیر پھلوں میں ہوں گے،اس کی وضاحت﴿وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ﴾''اور کثیر پھلوں میں''یعنی اہل جنت کے پاس قسم قسم کے کثیر پھل ہوں گے جن کو آنکھوں نے دیکھا،نہ کانوں نے سنا اور نہ دل میں کبھی ان کا تصور آیا۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾''اور اُن لوگوں کو خوشخبری دے دو جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے کہ یقیناً اُن کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں جب کبھی اُن میں سے کوئی پھل اُنہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے:''یہ وہی پھل ہیں جو اس سے پہلے بھی ہمیں دیئے گئے تھے''اور انہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا اور اُن کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(البقرہ:25)

﴿لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴾

''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے''(33)

سوال:دائیں ہاتھ والوں کو دیئے جانے والے پھل نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ کبھی روکے جائیں گے،اس کی وضاحت ﴿لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴾''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے''یعنی سدا بہار درخت ہوں گے۔جو پھل ختم ہوگا فوراً دوسرا تیار ہوجائے گا۔(2)نہ ان کا موسم ختم ہوگا اور نہ وہ ختم ہوں گے۔

(3)یعنی یہ پھل دنیا کے پھلوں کے مانند نہیں ہوں گے جو کسی وقت ختم ہوجاتے ہیں اور ان کو تلاش کرنے والوں کے لیے ان کا حصول مشکل ہوجاتا ہے بلکہ یہ ہمیشہ کے لیے موجود رہیں گے،ان کو بہت قریب سے چنا جاسکے گا،بندہ مومن ہر حال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ان کو حاصل کر سکے گا۔ (تفسیر سعدی:3/2686)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی، لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے دیکھا کہ آپ نے اس جگہ کسی چیز کو پکڑا، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جنت کو دیکھا تو اس کے انگوروں کے ایک خوشے کو پکڑ لیا اور اگر میں اسے پکڑے رہتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔'' (بخاری:748)

﴿وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾

''اور بلند مسندوں میں'' (34)

سوال: دائیں ہاتھ والے کیسی مسندوں میں ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾ ''اور بلند مسندوں میں'' یعنی بلند و بالا، نرم و نازک فرش ہوں گے۔

(2) یعنی ان بچھونوں کو بہت بلند تختوں سے بھی بلند کیا گیا ہوگا۔ یہ بچھونے ریشم، سونے، موتیوں اور ایسی ایسی چیزوں سے بنے ہوئے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر سعدی:3/2686)

﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً﴾

''بلاشبہ ہم نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا ہے'' (35)

سوال: اللہ تعالیٰ نے جنتی عورتوں کو کیسے پیدا فرمایا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً﴾ ''بلاشبہ ہم نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا ہے'' جنت کی عورتوں کو رب العزت نے اس طرح تخلیق کیا ہے کہ ان کو فنا نہیں۔ یہ دنیا کی تخلیق سے مختلف ہے۔ (2) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے بہت زیادہ بوڑھی ہو جانے کے بعد ہم نشأت اخریٰ میں انہیں کنواریاں اور ہم عمر بنا دیں گے کہ وہ حلاوت، ظرافت اور ملاحت (خوبصورتی) کی وجہ سے اپنے شوہروں کی محبوب ہوں گی۔ (المصباح المنیر:6/81)

﴿فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا﴾

''پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے'' (36)

سوال: ﴿فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: ﴿فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا﴾ ''پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے'' جنت کی عورتیں دوشیزائیں ہوں گی۔

﴿عُرُبًا اَتْرَابًا﴾

''شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں'' (37)

سوال: جنت کی عورتوں کی خصوصیات کیا ہیں، اس کی وضاحت ﴿عُرُبًا اَتْرَابًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿عُرُبًا اَتْرَابًا﴾ ''شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں'' العروب اس عورت کو کہا جاتا ہے جو اپنے حسن ہیئت، اپنی ناز وادا، اپنے جمال اور اپنی محبت کی وجہ سے شوہر کو بہت محبوب ہو، یہی وہ عورت ہے کہ جب وہ بات کرتی ہے تو عقلوں کو غلام بنالیتی ہے اور سننے والا چاہتا ہے کہ اس کی بات کبھی ختم نہ ہو، خاص طور پر جب کہ وہ اس نرم اور مترنم آوازوں میں طربیہ نغمے گا رہی ہوں گی جب اس کا شوہر اس کے ادب، اس کی ہیئت اور اس کے ناز وادا کی طرف دیکھتا ہے تو اس کا دل فرحت وسرور سے لبریز ہوجاتا ہے، جب وہ اس جگہ سے کسی اور جگہ منتقل ہو جاتی ہے تو وہ جگہ اس کی خوشبو اور نور سے لبریز ہوجاتی ہے، اس میں جماع کے وقت ناز وادا بھی داخل ہے۔ اور ﴿اَلْاَتْرَابُ﴾ ان عورتوں کو کہا جاتا ہے جو ایک ہی عمر میں ہوں، یعنی تینتیس سال کی عمر میں ہوں گی جس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ تمنا کی جاتی ہے اور یہ جوانی کی کامل ترین عمر کی انتہا ہے۔ پس ان کی بیویاں ان کو بہت محبوب، ہم عمر، اتفاق اور الفت کرنے والی، راضی رہنے والی ہوں گی اور ان کے شوہر ان پر راضی ہوں گے بلکہ وہ دلوں کی فرحت، آنکھوں کی ٹھنڈک اور نگاہوں کی روشنی ہوں گی۔ (تفسیر سعدی: 2686/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا (٣١) حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا (٣٢) وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (٣٣) وَّكَاْسًا دِهَاقًا (٣٤)﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے۔ باغات اور انگور ہیں۔ اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔'' (النباء: 31-34)

﴿اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾

''دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہوں گی'' (38)

سوال: ﴿اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ﴾ ''دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہوں گی'' یعنی یہ دوشیزائیں دائیں ہاتھ والے نیک لوگوں کے لیے ہوں گی۔

ع 1 38 14

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے''(39)

سوال: اولین میں سے بہت سے اصحاب الیمین ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے'' یعنی ماضی کی امتوں میں سے۔ (ایسر التفاسیر: 1571)

(2) اولین میں مقربین زیادہ ہوں گے اور اصحاب الیمین بھی بہت سے ہوں گے۔

﴿وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾

''اور پچھلے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے''(40)

سوال: آخرین میں بھی بہت سے اصحاب الیمین ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''اور پچھلے لوگوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہے'' آخرین میں مقربین کم ہوں گے جب کہ اصحاب الیمین میں سے بہت ہوں گے۔

(2) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ پاک قیامت کے دن سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمائے گا: اے آدم! وہ عرض کریں گے: میں حاضر ہوں اے رب! تیری فرماں برداری کے لئے۔ پروردگار آواز سے پکارے گا یا فرشتہ پروردگار کی طرف سے آواز دے گا: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کا جتھا نکالو۔ وہ عرض کریں گے: اے پروردگار! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں؟ حکم ہوگا: ہر ہزار آدمیوں میں سے نو سو ننانوے۔ یہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ پیٹ والی کا حمل گر جائے گا اور بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور تو قیامت کے دن لوگوں کو ایسے دیکھے گا جیسے وہ نشے میں متوالے ہو رہے ہوں حالانکہ ان کو نشہ نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ایسا سخت ہوگا۔'' یہ حدیث جو صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر تھے ان پر سخت گزری۔ ان کے چہرے مارے ڈر کے بدل گئے۔ اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا: ''تم اتنا کیوں ڈرتے ہو؟ اگر یاجوج ماجوج کی نسل تم سے ملائی جائے تو ان میں سے نو سو ننانوے کے مقابل تم میں سے ایک آدمی پڑے گا، غرض تم لوگ حشر کے دن دوسرے لوگوں کی نسبت ایسے ہو گے جیسے سفید بیل کے جسم پر کالا بال ہوتا ہے یا جیسے کالے بیل کے جسم پر ایک دو سفید بال ہوتے ہیں اور مجھ کو امید ہے تم لوگ سارے جنتیوں کا چوتھائی حصہ ہو گے۔'' یہ سن کر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلکہ تم تہائی ہو گے۔'' ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پھر فرمایا: ''نہیں بلکہ آدھا حصہ ہو گے۔'' ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ (بخاری: 4741)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ﴾

''اور بائیں ہاتھ والے، کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے!''(41)

سوال: بائیں ہاتھ والوں کے اعمال اور انجام بہت برا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ﴾ ''اور بائیں ہاتھ والے'' یہ وہ لوگ ہوں گے جنہیں میدان حشر میں قیامت کے دن بائیں ہاتھ رکھا جائے گا اور وہ اہل شرک اور نافرمان لوگ ہوں گے۔(ایسر التفاسیر:1571)

(2)﴿مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ﴾ ''کیا ہی بُرے ہیں بائیں ہاتھ والے'' کتنے ہی حقیر ہوں گے بائیں ہاتھ والے جن کے منحوس اعمال انہیں دوزخ کی آگ میں لے جائیں گے۔

﴿فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ﴾

''وہ انتہائی گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے''(42)

سوال: بائیں ہاتھ والوں کو گرم ہوا میں رکھا جائے گا اور کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فِیْ سَمُوْمٍ﴾ ''وہ انتہائی گرم ہوا میں ہوں گے'' یعنی بائیں ہاتھ والے جہنم کی آگ کی لو کی تپش میں ہوں گے۔ وہ اس آگ میں جھلس رہے ہوں گے اور سخت عذاب میں ہوں گے۔

(2)﴿وَّحَمِیْمٍ﴾ ''اور کھولتے ہوئے پانی میں'' وہ ایسے کھولتے پانی میں ہوں گے جو ان کے دماغ پگھلا دے گا اور انتڑیاں کاٹ ڈالے گا۔

﴿وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ﴾

''اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے''(43)

سوال: بائیں ہاتھ والے جہنم میں سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ﴾ ''اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے'' یَحْمُوْمٍ۔ حَمَّ کے بنیادی معنوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے ایک معنی سیاہ ہونا بھی ہے اور حُمَمَۃ بمعنی کوئلہ، راکھ اور آگ میں جلی ہوئی ہر شے اور یَحْمُوْمٍ ایسے دھوئیں کو کہتے ہیں جو گرم بھی ہو، سیاہ بھی اور غلیظ بھی، یعنی دوزخ کی آگ سے جو سیاہ دھواں اٹھے گا وہ اس کے سایہ میں پناہ لینے جائیں گے۔ (تفسیر تیسیر القرآن: 361/4)

(2) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (٢٩) اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (٣٠) لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ (٣١) اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (٣٢) كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (٣٣) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''تم چلو اُس (عذاب) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ تم چلو ایک سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلوں سے (بچانے کے) کام آسکتا ہے۔ بلاشبہ وہ آگ محل جیسی چنگاریاں پھینکے گی۔ گویا وہ زرد اُونٹ ہیں۔ اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔'' (المرسلات: 29-34)

﴿لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ﴾

''نہ ہی ٹھنڈا ہے اور نہ ہی باعزت ہے'' (44)

سوال: جہنم میں دھوئیں کا سایا کیسا ہوگا، اس کی وضاحت ﴿لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ﴾ ''نہ ہی ٹھنڈا ہے اور نہ ہی باعزت ہے'' یعنی نہ تو وہ سایہ ٹھنڈا ہے جو کہ سائے کا مقصد ہے کہ انسان اس میں سکون محسوس کرے اور نہ خوبصورت خوشگوار کہ آنکھوں کو اچھا لگے یعنی وہاں کوئی بھلائی نہیں ہوگی بلکہ غم اور گھبراہٹ ہوگی۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ﴾

''اس سے پہلے بلاشبہ وہ نعمتوں میں پالے ہوئے تھے'' (45)

سوال: جہنم والوں کے کن اعمال نے انہیں اس حال تک پہنچا دیا، اس کی وضاحت ﴿اِنَّهُمْ ... مُتْرَفِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهُمْ﴾ ''بلاشبہ وہ'' یعنی وہ لوگ اتنی ہولناک سزاؤں کے مستحق کیوں بنیں گے؟ کن اعمال نے انہیں اس حالت تک پہنچا دیا؟ رب العزت نے فرمایا: (2) ﴿كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ﴾ ''اس سے پہلے تھے'' یعنی دنیا میں۔

(3) ﴿مُتْرَفِيْنَ﴾ ''نعمتوں میں پالے ہوئے'' یعنی نعمتوں میں پل رہے تھے۔ شہوتوں اور لذتوں میں گم، مست اور مگن تھے۔ دنیا کی لذتوں پر قربان تھے۔ (4) خوش حالی کی وجہ سے انسان غافل ہو جاتا ہے اور اگر تھوڑی سی غفلت اور ہو تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تکبر کرنے لگ جاتا ہے۔ یہ غفلت اور تکبر حق کے معاملے میں ہوتا ہے۔ ایسے لوگ کبھی حق کو قبول نہیں کرتے۔

﴿وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ﴾

''اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے'' (46)

سوال: ﴿وَكَانُوا ... الْعَظِيمِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ﴾ ''اور وہ بہت بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے'' حنث سے مراد ایسا گناہ ہے جس کا تعلق عہد و پیمان یا قسم توڑنے سے ہو۔ اور ایسے گناہ سب کے سب کبیرہ یا عظیم ہی ہوتے ہیں۔ (تیسیر القرآن)

(2) یعنی عظیم گناہ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ (جامع البیان: 200/27)

(3) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ بڑا گناہ جس سے وہ توبہ نہیں کرتے۔

(4) شعبی نے کہا: وہ جھوٹی قسم ہے اور وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (تفسیر قرطبی: 156/9)

(5) وہ قسمیں کھاتے تھے کہ انہیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا اور یہ کہ بت اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ یہ ان کا بڑا گناہ ہے۔ رب العزت نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ﴾ ''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا۔'' (النحل: 38)

﴿وَكَانُوا يَقُولُونَ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا

''اور وہ کہا کرتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے،

أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ﴾

تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہوں گے؟'' (47)

سوال: جہنم جانے والے موت کے بعد جی اٹھنے کو جھٹلاتے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَكَانُوا ... لَمَبْعُوثُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَانُوا يَقُولُونَ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ﴾ ''اور وہ کہا کرتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے، تو کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہوں گے؟'' وہ موت کے بعد جی اٹھنے کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بات عقل سے بعید تر ہے کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے تو ہم پھر زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ بَلْ هُمْ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں۔'' (السجدہ:10)

﴿اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾

''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟'' (48)

سوال: ﴿اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ جہنم جانے والے اپنے باپ دادا کے بارے میں تعجب سے کیا سوال کرتے تھے؟

جواب: ﴿اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟'' وہ موت کے بعد کی زندگی کا انکار کرتے ہوئے کہتے تھے کہ کیا ہمارے بزرگ بھی زندہ کئے جائیں گے؟

﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے'' (49)

سوال: رب العزت نے ان کے سوال کا جو جواب دیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے'' یعنی آپ کہہ دیں کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر تمہارے باپ دادا، تم اور تمہارے بعد میں آنے والی تمہاری اولاد اور آخری انسان تک سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ (ایسر التفاسیر:1527)

﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾

''ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں'' (50)

سوال: سارے انسان کب زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ ۔۔۔ مَّعْلُوْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَمَجْمُوْعُوْنَ﴾ ''یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں'' تمام مخلوقات کے ختم ہو جانے کے بعد سب لوگ میدان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حشر میں جمع کیے جانے والے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اس کے لیے جو آخرت کے عذاب سے ڈرے، وہ ایسا دن ہے جس کے لئے سب جمع کیے جائیں گے اور وہ حاضری کا دن ہوگا۔'' (ہود:103)

(3) ﴿وَیَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔'' (الکہف:47)

(4) ﴿اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر'' یعنی ایک مقرر دن ان اعمال کی جزا و سزا دینے کے لیے جو دنیا میں کیے تھے سب کو اکٹھا کیا جائے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَیَعْمَلْ صَالِحًا یُّكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ ''جب اجتماع کے دن کے لیے وہ تم سب کو جمع کرے گا، وہی ہار جیت کا دن ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، تو وہ اُس کی برائیاں اُس سے دور کر دے گا اور اُس کو باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ہمیشہ اُس میں رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (التغابن:9)

(6) ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا۔'' (النساء:87)

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ﴾

''پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو!'' (51)

سوال: اللہ تعالیٰ نے آخرت کا انکار کرنے والے خوش حال لوگوں کو کن خصوصیات سے مخاطب کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ ... الْمُكَذِّبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ﴾ ''پھر بلاشبہ تم ہی اے گمراہو! جھٹلانے والو!'' اللہ تعالیٰ نے گمراہی اور تکذیب کو اُن کی شناخت بنا کر اسی سے انہیں پکارا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿الضَّآلُّوْنَ﴾ ''اے گمراہو!'' جو ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے۔

(3)﴿الْمُكَذِّبُوْنَ﴾ ''جھٹلانے والو!'' جو بعث اور جزا کو جھٹلاتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1527)

(4) یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی اور ہلاکت کا راستہ اختیار کیا اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے حق کو اور وعد و وعید کو جھٹلایا۔

﴿لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ﴾

''یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو'' (52)

سوال: آخرت کا انکار کرنے والے جہنم میں تھوہر کا درخت کھائیں گے، اس کی وضاحت ﴿لَاٰكِلُوْنَ...زَقُّوْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ﴾ ''یقیناً تھوہر کا درخت کھانے والے ہو'' یعنی انہیں جلد موت آجائے گی۔ پھر جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔ وہاں انہیں کھانے کو زقوم کا درخت ملے گا۔

(2) زقوم بمعنی تھوہر کا درخت جس کے پتے چوڑے، موٹے، بڑے بڑے اور خاردار ہوتے ہیں۔ ذائقہ میں نہایت کڑوا اور اس کا لعاب زہریلا ہوتا ہے۔ بدن کے کسی حصے سے لگ جائے تو پھوڑے اور پھنسیاں نکل آتی ہیں۔(تیسیر القرآن:362/4)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ (۶۴) طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ (۶۵)﴾ ''یقیناً وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے۔ اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں'' (الصافات:65,64)

(4)﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (۴۳) طَعَامُ الْاَثِيْمِ (۴۴) كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ (۴۵) كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ (۴۶)﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا۔ کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے کی طرح۔'' (الدخان:43-46)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تھوہر کا ایک قطرہ دنیا میں گرا دیا جائے تو ساری دنیا کے جانداروں کے اسباب زندگی یعنی خورد و نوش کی چیزیں تباہ کر دے، تب اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی تھوہر ہو؟'' (ترمذی:2585)

﴿فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾

''پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو'' (53)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اہل جہنم زقوم سے پیٹ بھریں گے، اس کی وضاحت ﴿فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ﴾ ''پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو'' یعنی جو چیز اس گندے درخت کو کھانے پر مجبور کرے گی وہ شدید بھوک ہے جس سے ان کی آنتیں کٹی جا رہی ہوں گی۔

(2) اس کھانے سے وہ اپنی بھوک مٹائیں گے جو نہ ان کو موٹا کرے گا اور نہ بھوک مٹائے گا۔

﴿فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ﴾

''پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو'' (54)

سوال: اہل جہنم کھولتا ہوا پانی پئیں گے، اس کی وضاحت ﴿فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ﴾ ''پھر اس پر کھولتے ہوئے پانی سے پینے والے ہو'' زقوم کھانے کے بعد اہل جہنم کھولتا ہوا پانی پئیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝﴾ ''کھولتے ہوئے چشمے سے انہیں پانی پلایا جائے گا۔ سوکھی خاردار جھاڑی کے سوا اُن کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کافی ہوگا۔'' (الغاشیہ: 5-7)

(2) کیا ہی بدترین مشروب ہے۔

﴿فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾

''پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو'' (55)

سوال: جہنمی پیاسے اونٹوں کی طرح پئیں گے، اس کی وضاحت ﴿فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾ ''پھر پیاس کی بیماری والے اونٹ کی طرح پینے والے ہو'' ﴿الْهِيْمِ﴾ سے مراد ایک بیماری ہے جو اونٹوں کو لاحق ہوتی ہے، اس بیماری کی وجہ سے پانی پینے سے اونٹ کی پیاس نہیں بجھتی۔ (تفسیر سعدی: 2689/3)

(2) وہ شدید پیاسے اونٹ کی طرح پانی پئیں گے جس سے ان کی پیاس کبھی نہیں بجھے گی۔

﴿هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾

''یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن'' (56)

سوال: ﴿هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ﴾ ''یہی ہے اُن کی مہمانی بدلے کے دن'' جزا کے دن ان کی یہی مہمان نوازی ہوگی۔(2) یہ اس کا صلہ ہوگا جو زندگی میں انہوں نے اپنے لئے آگے بھیجا تھا۔

(3) اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مہمان نوازی کے بارے میں فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (۱۰۷) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (۱۰۸)﴾ ''یقینا جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُن کی میزبانی کے لیے فردوس کی جنتیں ہیں۔ وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔'' (الکہف:108,107)

﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾

''ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے تو تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟'' (57)

سوال: زندگی بعد الموت کے ثبوت کی وضاحت ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے زندگی بعد الموت کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا ہے:﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ﴾ ''ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے'' یعنی تم اعتراف کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اس لیے کہ جب تم سے ہم سوال کرتے ہیں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اب یہ بتاؤ﴿فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾ ''تو تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟'' یعنی تم بعث اور دوسری زندگی کی تصدیق کیوں نہیں کرتے جب کہ وہ پہلی بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو اس کا اعادہ کرنے پر بھی وہ قادر ہے۔ یہ ہماری قدرت کی دلیل ہے۔ تم پہلے اس پر غور و فکر کرو۔ (ایسر التفاسیر:1574)

(2) رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی کی عقلی دلیل دی ہے کہ جب ہم نے پیدا کیا ہے، تم ایک بار کی تخلیق کو مانتے ہو تو دوسری زندگی کی تصدیق کیوں نہیں کرتے!

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ﴾

''تو کیا تم نے دیکھا کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو؟'' (58)

سوال:﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو؟'' یعنی یہ بتاؤ کہ رحم میں انسان تم بناتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟ کیا تم نے منی کے ذریعے تخلیق کی ابتدا پر غور کیا؟ کیا اس منی کے خالق تم ہو یا اس کے جو اس منی کو مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراحل سے گزارنے کے بعد وجود میں آتا ہے۔کیا تم خالق ہو یا اللہ تعالیٰ؟

﴿ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ﴾

''کیا تم اُسے پیدا کرتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟''(59)

سوال: کیا تم خالق ہو یا اللہ تعالیٰ، اس کی وضاحت ﴿ءَاَنْتُمْ ... الْخٰلِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ﴾ ''کیا تم اُسے پیدا کرتے ہو'' یعنی کیا بچہ تم بناتے ہو؟

(2)﴿اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ﴾ ''یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' یہ بتاؤ کہ انسان کا نطفہ بذاتِ خود کیا چیز ہے! وہ کن چیزوں سے بنتا ہے؟ جن چیزوں سے نطفہ بنتا ہے وہ زندہ تھیں یا مردہ؟ اور اس نطفے کے بننے میں یا بنانے میں تمہارا بھی کچھ عمل دخل یا اختیار تھا؟ پھر اس نطفہ کو رحم مادر میں پکانے کی حد تک تو اختیار انسان کو ہے۔اس کے بعد پھر کلی اختیار ختم ہو جاتا ہے۔نطفہ کا ایک قطرہ لاکھوں جراثیم یا کیڑوں پر مشتمل ہوتا ہے جو صرف طاقتور خوردبین سے نظر آسکتے ہیں۔اسی طرح رحم مادر میں نسوانی بیضہ کا وجود بھی خوردبین کے بغیر نظر نہیں آسکتا۔نطفہ کا ایک جرثومہ جب نسوانی بیضہ میں داخل ہوتا ہے پھر ان دونوں کے ملنے سے ایک چھوٹا سا زندہ خلیہ (cell) بن جاتا ہے۔یہی انسانی زندگی کا نقطہ آغاز ہے اور اس کا نام استقرار حمل ہے۔نطفہ پکانے کی حد تک تو مرد کو اختیار ہے مگر یہ طاقت نہ مرد میں ہے نہ عورت میں، نہ دنیا کی کسی اور طاقت میں کہ وہ نطفہ سے حمل کا استقرار کر دے۔

(3) پھر اس نقطہ آغاز سے ماں کے پیٹ میں بچے کی درجہ بدرجہ پرورش، ہر بچے کی الگ الگ صورت گری، ہر بچے کے اندر مختلف ذہنی اور جسمانی قوتوں کو ایک خاص تناسب کے ساتھ رکھنا جس سے وہ امتیازی انسان بن کر اٹھے، کیا یہ ایک خالق کے سوا کسی اور کا کام ہو سکتا ہے یا اس میں ذرہ برابر کسی اور کا عمل دخل ہے؟

(4) پھر یہ فیصلہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ بچہ لڑکی ہو یا لڑکا؟ خوش شکل ہو یا بدشکل، اس کے نقوش تیکھے ہوں یا بھرے، طاقت ور قد کاٹھ والا ہو یا کمزور ونحیف اور تھوڑے وزن والا؟ تندرست ہو یا اندھا بہرا لنگڑا ہو، ذہین ہو یا کند ذہن؟ یہ سب ایسی باتیں ہیں جو خالصتاً اللہ تعالیٰ خالق کائنات کے اختیار میں ہیں۔(5) کیا ان سب باتوں کو سمجھ لینے کے بعد بھی انسان یہ تصدیق نہیں کر سکتا کہ اسے پیدا کرنے والا اللہ رب العالمین ہی ہو سکتا ہے!(تیسیر القرآن:4/363,364)

﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾

''ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں''(60)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اللہ تعالیٰ نے موت کا وقت مقرر کر دیا ہے، اس کی وضاحت ﴿نَحْنُ ... بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ﴾ ''ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے'' یعنی ہم نے موت کو تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور تم پر مقرر کر دیا ہے اور ہم نے ہر ایک کے لئے اجل مقرر کر دی ہے۔ اس سے نہ ایک گھڑی پہلے آسکتی ہے نہ ایک گھڑی بعد میں۔

(2) ﴿وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾ ''اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں'' موت پر اللہ تعالیٰ کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے موت کی بات اس لئے کی ہے کہ ہر شخص کی موت کا جو وقت مقرر ہے اسے آگے پیچھے نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ کسی کو بچپن میں، کسی کو جوانی اور کسی کو بڑھاپے میں موت آتی ہے۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی بنائی تقدیر بدلنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ انسان اپنی روزمرّہ زندگی میں اس کا تجربہ کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موت کے تذکرے سے انسان کو اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے۔

﴿عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اس سے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں نئے سرے سے اس شکل میں پیدا کر دیں جسے تم نہیں جانتے'' (61)

سوال: ﴿عَلٰٓى ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ﴾ ''اس سے کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور پیدا کر دیں'' یعنی تم جس صورت اور تخلیق میں ہو ہم اسے تبدیل کر سکتے ہیں۔

(2) ﴿وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور تمہیں نئے سرے سے اس شکل میں پیدا کر دیں جسے تم نہیں جانتے'' یعنی تمہارے طریقہ تخلیق کو ہی یکسر بدل ڈالے اور وہ اس بات پر بھی قادر ہے۔ پہلے تمہاری تخلیق ماں کے پیٹ میں ہوئی تھی دوبارہ تمہاری تخلیق زمین کے پیٹ میں ہوگی۔

(3) ماں کے پیٹ میں تمہارے تخلیقی مراحل اور قسم کے تھے۔ زمین کے پیٹ میں تمہارے تخلیقی مراحل، ان مراحل سے بالکل جداگانہ ہوں گے۔ پہلے تم بچے کی صورت میں پیدا ہوئے تھے اور دوبارہ تم اس حالت میں پیدا ہو گے جس حالت میں تم مرے تھے اور اسی قد و قامت کے ساتھ پیدا ہو گے۔ (4) پھر رحم مادر کی تخلیق کے بعد جو طبعی قوانین تمہارے لئے مقرر تھے دوسری بار کی پیدائش کے لئے طبعی قوانین بھی جداگانہ ہوں گے۔ اس دنیا میں موت تمہارے لئے مقدر تھی اور موت سے فرار ممکن نہ تھا۔ آخرت میں زندگی مقدر ہوگی اور موت کبھی نہ آئے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)اس دنیا میں تمہاری آنکھوں کے سامنے غیب کے پردے حائل تھے۔اُس دنیا میں تمام حقائق واشگاف نظر آنے لگیں گے حتیٰ کہ انسان اللہ تعالیٰ کے دیدار سے بھی مشرف ہو سکے گا۔اگر تم اپنی پہلی تخلیق کا بنظر غائر مطالعہ کرلو گے تو تمہیں دوسری تخلیق میں کوئی بات ناممکن نظر نہیں آئے گی۔(تیسیر القرآن:4/364,363)

﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اپنی پہلی پیدائش کو تم جانتے ہی ہو تو کیوں نہیں تم سبق حاصل کرتے؟''(62)

سوال:﴿وَلَقَدْ...تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى﴾''اور بلاشبہ یقیناً اپنی پہلی پیدائش کو تم جانتے ہی ہو''یعنی تم جانتے ہو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تو کیسے تمہیں تکمیل تک پہنچایا اور اب تم کیسے ہو؟

(2)﴿فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ﴾''تو کیوں نہیں تم سبق حاصل کرتے؟''تم جانتے ہو کہ جس نے پہلی بار پیدا کیا وہ تمہاری موت اور فنا کے بعد تمہیں دوسری بار پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔(ایسر التفاسیر:1573)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا﴾''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟''(مریم:67)

(4)﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (۷۷) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸) قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ (۷۹)﴾''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا،اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے۔''(یٰس:77-79)(5)﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (۳۶) اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى (۳۷) ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى (۳۸) فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (۳۹) اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى (۴۰)﴾''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے؟ پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا۔پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں۔کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟''(القیامہ:36-40)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ﴾

''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟''(63)

سوال: پیدا کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ﴾ ''پھر کیا تم نے دیکھا جو کچھ تم بوتے ہو؟'' یعنی زمین کا جوتنا، اسے تیار کرنا پھر اس میں قاعدے سے بیج بکھیرنا تو تمہارا کام ہے پھر اس میں بکھرا ہوا بیج اگانا اور اسے پروان چڑھانا ہمارا کام ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1993/2) (2) یہ بتاؤ کہ بکھرا ہوا بیج تم اگاتے ہو؟ سخت اور بے جان زمین سے نرم و نازک کونپل جو زمین سے باہر آجاتی ہے اس کو تم باہر نکالتے ہو یا ہم؟ پھر اس کے پھول اور پھل تم اگاتے ہو یا ہم؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اگر کوئی آدمی عربی زبان میں یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں نے فصل کاشت کی تو) وہ زَرَعْتُ نہ کہے، بلکہ حرثت کہے۔'' پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: ﴿اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ (٦٣) ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (٦٤)﴾ ''اچھا پھر یہ بھی بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو۔ اسے تم ہی اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔'' (الواقعہ: 63، 64) (صحیحہ: 2875)

(3) یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر احسان ہے جس کے ذریعے سے وہ انہیں اپنی توحید، اپنی عبادت اور اپنی طرف رجوع کی دعوت دیتا ہے کہ اس نے ان کے لیے کھیتی باڑی اور باغات کو میسر کر کے انہیں نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس کھیتی باڑی اور باغات سے خوراک، رزق اور پھل مہیا ہوتے ہیں جو ان کی ضرورت، حاجات اور ان کے مصالح میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا شکر ادا کرنا اور ان کا حق ادا کرنا تو کجا، وہ ان نعمتوں کو شمار تک نہیں کر سکتے۔ (تفسیر سعدی: 2990/3)

﴿ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾

''کیا تم ہی اس کو اگاتے ہو یا اگانے والے ہم ہیں؟''(64)

سوال: ﴿ءَاَنْتُمْ ... الزّٰرِعُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ﴾ ''کیا تم ہی اُس کو اُگاتے ہو یا اُگانے والے ہم ہیں؟'' یعنی تمہارا کام صرف زمین میں بیج ڈالنا ہے پھر اس کے بعد زمین کی تاریکیوں میں اس بیج پر جو تخلیقی مراحل آتے ہیں یا جو تغیرات واقع ہوتے ہیں ان کا نہ تمہیں علم ہے اور نہ ہی کچھ تمہارا دخل ہے۔ دانہ سے نازک سی کونپل کیسے بنتی ہے اور اس نازک سی کونپل میں اتنا زور کہاں سے آتا ہے کہ وہ زمین کو پھاڑ کر باہر نکل آتی ہے۔ بیج بے جان اور مردہ تھا۔ اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاندار نباتات پیدا ہوگئیں جو پھلتی پھولتی اور بڑھتی ہیں اور تمہارے لئے رزق کا سامان مہیا کرتی ہیں۔اب دیکھئے لاکھوں کی تعداد میں مردہ بیج زمین کے پیٹ میں دفن کئے جاتے ہیں۔پھر اس زمین کے قبرستان سے وہی مردہ بیج نئی زندگی اور نئی آن بان سے تمہارے سامنے پیدا ہو رہے ہیں۔پھر بھی تمہیں اس بات میں شک ہے کہ تم زمین میں دفن ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کئے اور زمین سے نکالے نہیں جا سکتے؟ (تیسیر القرآن:364/4)

(2) یعنی کیا تم نے اس کو اگا کر زمین سے نکالا ہے؟ کیا تم نے اس کو نشوونما دی ہے؟ کیا تم ہو جنہوں نے اس کے خوشوں اور اسکے پھل کو نکالا، یہاں تک کہ وہ تیار شکل میں اناج اور پکا ہوا پھل بن گیا؟ یا یہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے جو یہ سب کچھ سرانجام دینے میں منفرد ہے اور اسی نے تمہیں ان نعمتوں سے نوازا ہے؟ تمہارے فعل کی غایت اور انتہا تو بس یہ ہے کہ تم زمین میں ہل چلاتے اور اسے پھاڑ دیتے ہو اور پھر اس میں بیج ڈال دیتے ہو، تمہیں کوئی علم نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے اور اس سے زیادہ پر تمہیں کوئی قدرت و اختیار نہیں، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ فرمایا کہ کھیتی خطرات کی زد میں رہتی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کر کے، تمہاری گزران اور ایک مدت مقررہ تک استعمال کے لیے اسے باقی نہ رکھتا (تو یہ کھیتی کبھی محفوظ نہ رہتی)۔(تفسیر سعدی:2990/3)

﴿لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ﴾

''اگر ہم چاہیں تو ضرور اُس کو ریزہ ریزہ کر دیں۔پھر تم تعجب سے باتیں ہی بناتے رہ جاؤ'' (65)

سوال: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی قدرت اور انسان کی بے بسی کا شعور کیسے دلایا ہے، اس کی وضاحت ﴿لَوْ نَشَآءُ ... تَفَكَّهُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو ضرور اُس کو ریزہ ریزہ کر دیں۔پھر تم تعجب سے باتیں ہی بناتے رہ جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے اختیار کا شعور دلایا ہے کہ دیکھو جب کھیتی پک جاتی ہے اور تم اُس سے اُمیدیں باندھ لیتے ہو، اُس وقت کون ہے جو اُسے ریزہ ریزہ کر سکتا ہے اور اگر وہ ریزہ ریزہ کر دے تو تم اپنی بے اختیاری پر باتیں بنانے کے سوا کر ہی کیا سکتے ہو؟ کرنے والا اپنے اختیار کا بے دریغ استعمال کر سکتا ہے۔

(2) ﴿لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو ضرور اس کو کر دیں'' اگر ہم چاہتے تو کاشت کی گئی کھیتی کو مضبوط تنے پر کھڑا ہونے سے پہلے اور پھل کے پکنے سے پہلے ہی۔

(3) ﴿حُطَامًا﴾ ''ریزہ ریزہ'' اسے ریزہ ریزہ کر کے دکھا دیتے جس میں کوئی فائدہ نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿فَظَلْتُمْ﴾ ''پھر تم رہ جاؤ'' پھر کھیتی کے سوکھ جانے پر اس پر کیے جانے والے اخراجات اور مشقت کی وجہ سے تم ہو جاتے۔ (5)﴿تَفَكَّهُوْنَ﴾ ''تعجب سے باتیں ہی بناتے'' حسرت میں مبتلا ہونے والے یعنی تم افسوس کرتے اور باتیں بناتے رہ جاتے۔(6) تفکھہ یعنی ملامت کرنا اور پچھتانا یعنی یا تو تم بیج کے برباد ہو جانے پر پچھتاتے یا گناہوں پر نادم ہوتے کہ ہمارے عملوں کی شامت ہمارے سامنے آئی۔(مختصر ابن کثیر:2/1992)

﴿اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ﴾

''یقیناً ہم پر تو ضرور تاوان ڈال دیا گیا''(66)

سوال:﴿اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم پر تو ضرور تاوان ڈال دیا گیا'' یعنی تم کہتے کہ ہائے ہماری شامت! ہمارا تو بیج بھی واپس نہ لوٹا اور ہم محنت کر کے تھک کے بیٹھ گئے اور سرمایہ الگ غارت ہوا۔ہم پر تاوان پڑ گیا کاش کہ ہم بیج نہ ڈالتے۔ہمیں کس بات کی سزا ملی اور کیوں برباد کیا گیا۔(مختصر ابن کثیر:2/1993)

(2) یعنی ہم نے نقصان اٹھایا اور اس مصیبت نے ہمیں ہلاک کر دیا۔

﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾

''بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے''(67)

سوال:﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے'' یعنی تم یہ کہتے کہ ہمارے حصے کچھ بھی نہ آیا۔ہم تو محروم ہی ہو کر رہ گئے۔

﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ﴾

''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟''(68)

سوال:﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی'' یعنی کبھی تم نے پانی پر غور کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔﴿الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ﴾ ''جو تم پیتے ہو؟'' یعنی وہ پانی جو تمہاری زندگی کی ناگزیر ضرورت ہے، جو تمہارا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مشروب ہے، یہ پانی تمہارے لئے قابل استعمال کیسے بنایا جاتا ہے۔اس کا حاصل کرنا آسان ہے۔اگر رب العزت نے اس کا حصول مشکل بنایا ہوتا تو تمہاری زندگی کس قدر مشکلات کا شکار ہو جاتی۔

(2)اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ اس نے اپنے بندوں کو طعام کی نعمت سے نوازا ہے تو اس نے اس خوشگوار شیریں پانی کی نعمت کا بھی ذکر فرمایا جسے وہ پیتے ہیں،اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو حاصل کرنا آسان اور سہل نہ بنایا ہوتا تو اس کے حصول کا تمہارے پاس کوئی راستہ نہ تھا۔وہی ہے جس نے بادل میں سے اس کو نازل کیا۔اللہ تعالیٰ ہی بارش نازل کرتا ہے۔ پھر روئے زمین پر اور زمین کے نیچے،اس پانی سے بہتے ہوئے دریا اور ابلتے ہوئے چشمے بن جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2991/3)

﴿ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾

''کیا اُسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟''(69)

سوال:اللہ تعالیٰ ہی پانی برساتا ہے،اس کی وضاحت ﴿ءَاَنْتُمْ ... الْمُنْزِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ﴾ ''کیا اُسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے''یعنی کیا یہ پانی جو بارش کی صورت میں نازل ہوتا ہے اس کے لئے تم انتظام کرتے ہو؟سمندروں کے کھارے پانی کو آبی بخارات میں تبدیل کرنے کا نظام تم نے بنایا؟ یا اس عمل کے لئے کچھ تمہارا حصہ بھی شامل ہے؟

(2)سورج کس کے حکم کا پابند ہے جس کی حرارت کی وجہ سے بخارات اٹھتے ہیں؟ وہ کون ہے جو بخارات کو بادلوں میں تبدیل کرتا ہے؟ کہیں تمہارا حصہ بھی ہے؟ اس وقت جب یہ بادل اپنے اندر کا پانی بارش کی صورت میں برساتے ہیں اس وقت تمہاری کسی کوشش کا دخل ہوتا ہے؟

(3)﴿اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾ ''یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟'' مان لو کہ وہی ہے جو کھارے پانی کو سورج کی حرارت سے آبی بخارات میں تبدیل کرتا ہے۔وہی ہے جو بخارات کو بادلوں میں تبدیل کرتا ہے اور بادلوں سے بارش برساتا ہے۔یہ water cycle ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے۔وہی بارش برساتا ہے اور پھر زمین کے اوپر اور نیچے اس پانی سے چشمے اور دریا تمہارے لئے بہاتا ہے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ﴾

''وہی ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا اس میں سے تمہارے لیے پینا ہے اور اسی سے پودے ہوتے ہیں جن میں تم (جانور) چراتے ہو۔''(النحل:10)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾

''اگر ہم چاہیں تو اُسے سخت کھاری بنادیں پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟''(70)

سوال: اللہ تعالیٰ نے پانی پر اپنی قدرت بیان کر کے انسان کو احساس دلایا ہے کہ اسے شکر ادا کرنا چاہیے، اس کی وضاحت ﴿لَوْ نَشَآءُ ... تَشْكُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا﴾''اگر ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنادیں''یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے پانی کو میٹھا، خوشگوار اور شیریں بنایا۔ اگر وہ چاہتا تو اسے کڑوا بنا دیتا تو آب ماہی کے قابل ہوتا، نہ پینے کے قابل۔

(2)﴿فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾''پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟''پھر تم اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے جو اس نے تمہیں عطا کی ہے۔

﴿اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ﴾

''تو کیا تم نے وہ آگ دیکھی ہے جو تم سلگاتے ہو؟''(71)

سوال: اللہ تعالیٰ ہی آگ پیدا کرتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ﴾''تو کیا تم نے وہ آگ دیکھی ہے جو تم سلگاتے ہو؟''تیسری نعمت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے رب العزت نے فرمایا کہ کبھی تم نے آگ پر غور کیا ہے؟ جسے تم جلاتے ہو اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہو۔ دوسری کوئی مخلوق آگ سے یہ فوائد حاصل نہیں کر سکتی۔

(2) یہ ایک ایسی نعمت ہے جو ضروریات زندگی میں داخل ہے جس سے مخلوق مستغنی نہیں رہ سکتی کیونکہ لوگ اپنے بہت سے امور اور حوائج میں اس کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے آگ کی نعمت کو متحقق کیا ہے جس کو اس نے درختوں کے اندر وجود بخشا، مخلوق میں یہ قدرت نہ تھی کہ وہ اس کے درخت کو پیدا کرتے۔ یہ تو اللہ ہی ہے جس نے سرسبز درخت سے آگ کو پیدا کیا، تب یکا یک یہ بندوں کی ضرورت کے مطابق جل اٹھتی ہے، جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو جاتے ہیں تو اس کو بجھا دیتے ہیں۔(تفسیر سعدی:3/2692)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ﴾

''جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کر دی ہے پھر اچانک تم اُس سے آگ جلاتے ہو۔''(یٰس:80)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ﴾

''کیا تم نے اُس کا درخت پیدا کیا؟ یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟''(72)

سوال: ﴿ءَاَنْتُمْ ... الْمُنْشِـُٔوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا﴾ ''کیا تم نے اُس کا درخت پیدا کیا؟'' یعنی آگ کے لئے درخت تم نے ایجاد کئے؟ وہ تم ہو جنہوں نے سرسبز درخت سے آگ کو پیدا کیا؟

(2)﴿اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ﴾ ''یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ وہ درخت جس سے تم آگ سلگاتے ہو، اس کی پیدائش میں تمہارا حصہ کیا ہے؟ تم اس درخت کو پیدا کرنے والے ہو یا ہم؟ اختیار تمہارا ہے یا ہمارا؟ قدرت تمہاری ہے یا ہماری؟ اللہ تعالیٰ نے عام زندگی کے تجربے سے انسان کو اپنی ذات کا شعور دلایا ہے۔

(3) درختوں کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، جن کی پیدائش میں کسی اور کا کوئی دخل نہیں۔

﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾

''ہم ہی نے اُسے نصیحت اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز بنایا ہے''(73)

سوال: ﴿نَحْنُ ... لِّلْمُقْوِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً﴾ ''ہم ہی نے اُسے نصیحت بنایا'' یعنی ہم نے اس آگ کو یاد دہانی کرنے والی بنایا۔ اسے دیکھ کر جہنم کی آگ یاد کرو۔

(2) یہ آگ اللہ تعالیٰ کی یاد دہانی کا ایسا عصا ہے جو اس کے بندوں کو جنت کی طرف ہانکتا ہے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری آگ (کی گرمی) جہنم کی آگ کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے'' عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ ﷺ! دنیا کی آگ ہی جلانے کے لیے کافی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اس پر انہتر حصے بڑھا دی گئی ہے، ہر ایک حصہ اسی کے برابر گرم ہے۔'' (بخاری:3265)

(4)﴿وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ﴾ ''اور مسافروں کے لیے فائدہ کی چیز'' یعنی مسافروں اور فائدہ اٹھانے والوں کے لئے زندگی کا سامان بنا دیا۔ (5) مقوین کہتے ہیں ان لوگوں کو جو رزق کی تلاش میں ادھر ادھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

(6) مقوین کے اصلی معنی قواء یعنی بیابان میں ٹھہرنے یا رہنے والے لوگ ہیں جیسے مسافر یا خانہ بدوش۔ کوئی شک نہیں کہ آگ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت ہر ایک کو پڑتی ہے لیکن ان لوگوں کو اس سے زیادہ کام لینا پڑتا ہے خصوصاً سردی کے موسم میں۔ اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔ (ابن کثیر)

(7) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزوں میں تمام مسلمانوں کا برابر کا حصہ ہے آگ، گھاس اور پانی۔'' (سنن ابوداود: 3477)

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾

''چنانچہ آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کریں'' (74)

سوال: اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح کرو، اس حکم کی وضاحت ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَبِّحْ﴾ ''چنانچہ آپ تسبیح کریں'' اللہ تعالیٰ نے تسبیح کرنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ رب عظیم ہے، نقص سے پاک ہے اور انسان نقص والا ہے۔

(2) ﴿بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾ ''اپنے رب عظیم کے نام کی'' یعنی اپنے رب عظیم کی تنزیہہ بیان کیجئے جو اسماء وصفات میں کامل اور بے پایاں احسانات اور بھلائیوں کا مالک ہے۔ اپنے دل، زبان اور جوارح کے ساتھ اس کی حمد وستائش بیان کیجئے کیونکہ وہ اس کا اہل اور اس بات کا مستحق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے، اس کی ناشکری نہ جائے، اس کو یاد رکھا جائے، اس کو فراموش نہ کیا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے، نافرمانی نہ کی جائے۔ (تفسیر سعدی: 2992/3)

(3) یعنی تمہیں چاہیے کہ اتنی بڑی وسیع قدرت والے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے رہو جس نے اپنی ہمہ گیر قدرت سے یہ متضاد چیزیں پیدا کر کے تمہیں عیش وآرام پہنچایا۔ آسمان سے صاف، میٹھا اور خالص پانی برسایا۔ اگر وہ چاہتا تو اس پانی کو سمندر کے پانی کی طرح کڑوا بنا دیتا۔ اس نے پتھروں میں، لوہے میں اور دھاتوں میں اور سرسبز ٹہنیوں میں آگ ودیعت فرما دی جسے انسان کے استعمال کے قابل بنایا کہ وہ اس سے اپنی دنیوی زندگی میں ہر طرح کا فائدہ اٹھائے اور اسے دیکھ کر جہنم کی آگ یاد کر کے اپنی اخروی زندگی سنوار لے۔ (مختصر ابن کثیر: 1994/2)

﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ﴾

''پس نہیں! میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے گرنے کی جگہوں کی'' (75)

سوال: اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر قرآن مجید کی صداقت کا یقین دلایا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) ﴿فَلَآ﴾ ''پس نہیں!'' اس سے مراد کسی بات کی نفی ہے اور یہ وہی بات ہے جو مکہ میں ہر طرف سے کہی جا رہی تھی کہ قرآن کہانت ہے یا جادو یا شاعری ہے۔ یہاں یہ کہا گیا ہے کہ نہ یہ شاعری ہے، نہ جادو ہے، نہ کہانت بلکہ میں تاروں کے مقامات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ قرآن بڑا عظیم ہے۔

(2) ﴿اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ﴾ ''میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے گرنے کی جگہوں کی'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ستاروں کی اور ان کی منازل، یعنی ان کے غروب کے مقامات اور ان کے سقوط کی جگہ کی قسم کھائی ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ان حوادث کی قسم کھائی ہے جو ان اوقات میں واقع ہوتے ہیں جو اس کی عظمت، اس کی کبریائی اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2693/3) (3) مواقع النجوم کا معنی ستاروں کے گرنے کی جگہ بھی ہو سکتا ہے۔ فضائے بسیط میں بے شمار سیارے ایسے ہیں جو ہر وقت ٹوٹتے اور گرتے رہتے ہیں اور اس کا دوسرا معنی ستاروں کے ڈوبنے کی جگہ بھی اور وقت بھی۔ یعنی افق مغرب جہاں ہمیں ستارے ڈوبتے نظر آتے ہیں یا صبح کی روشنی کے نمودار ہونے کا وقت، جب ستارے غائب ہو جاتے ہیں، جو معنی بھی لیے جائیں اس سے مراد ستاروں کی گردش اور اپنے اپنے مدارات میں سفر کرنے کا وہ پیچیدہ اور حیران کن مربوط اور منظم نظام ہے جس میں غور وفکر کرنے سے انسان اس قادر مطلق ہستی کی حکمت اور وسعت علم تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو اس کائنات پر کنٹرول کر رہی ہے۔ (تیسیر القرآن: 366,365/4)

(4) تاروں اور ستاروں کے مواقع (مقامات ومنازل) کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عالم بالا میں اجرام فلکی کا نظام نہایت محکم اور مضبوط ہے ویسا ہی مضبوط اور محکم یہ کلام بھی ہے۔ جس خدا نے وہ نظام بنایا ہے، اسی خدا نے یہ کلام بھی نازل کیا ہے۔ کائنات کی بیشمار کہکشاؤں اور ان کے اندر بے حد وحساب تاروں اور سیاروں میں جو کمال درجہ ربط ونظم قائم ہے اسی طرح یہ کتاب بھی ایک کمال درجہ منظم اور مضبوط ضابطہ حیات پیش کرتی ہے جس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر مفصل ہدایات دی گئی ہیں حالانکہ یہ نظام فکر 23 سالہ دور نبوت میں پھیلا ہوا ہے۔ (ترجمان القرآن: 444,443/3)

(5) کسی چیز کی قسم کھانا اس کی عظمت کی دلیل ہے۔ اس اعتبار سے آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن حکیم کے بارے میں آپ لوگوں کا گمان غلط ہے۔ یہ عزت والا قرآن ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ﴾

''اور یقیناً وہ اگر تم جانتے ہو تو واقعتاً ایک بہت بڑی قسم ہے'' (76)

سوال: ﴿وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ﴾ ''اور یقیناً وہ واقعتاً ایک قسم ہے'' یعنی وہ عظیم قسم ہے اور قسم کھانے والا عظیم ہے اور یہ اس کا قول ہے۔

(2)﴿لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ﴾ ''اگر تم جانتے ہو تو بہت بڑی ہے'' اور یہ قسم صرف اس لیے عظمت کی حامل ہے کہ ستاروں، ان کی رفتار اور ان کے غروب کے مقامات، میں ان کے سقوط کی جگہوں میں بہت سی نشانیاں اور عبرتیں ہیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ جس امر پر قسم کھائی گئی ہے، وہ ہے قرآن کا اثبات، نیز یہ کہ قرآن حق ہے جس میں کوئی شک ہے نہ شبہ۔ یہ کریم ہے، یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہت زیادہ علم والا ہے، ہر بھلائی اور ہر علم اللہ تعالیٰ کی کتاب سے مستفاد اور مستنبط ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2693/3)(3) اگر تمہیں اس کی عظمت اور قدر معلوم ہو تو جواب قسم کو بھی عظیم سمجھو اور قرآن کے رب کی طرف سے اتارے جانے میں قطعی شک نہ کرو۔ (مختصر ابن کثیر:1995/2)

﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ﴾

''یقیناً وہ بلاشبہ قرآن ہے، بڑی عزت والا ہے'' (77)

سوال: قرآن بڑی عزت والا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ﴾ ''یقیناً وہ بلاشبہ قرآن ہے، بڑی عزت والا ہے'' یعنی یہ باطل پرستوں کے قول کے مطابق شاعری، جادوگری یا جھوٹ نہیں ہے۔ (ایسر التفاسیر:1526)

(2) یہ قرآن کریم ہے، بڑی عزت والا ہے اور یہ عزت والی لوح محفوظ میں درج ہے جس کی فرشتے بھی بہت عزت کرتے ہیں۔

(3) زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ کریم جامع نام ہے جس کی تعریف کی جائے۔ قرآن کریم ہے، اس کی تعریف کی جاتی ہے اس بنا پر کہ اس میں ہدایت ہے، روشن دلائل، علم اور حکمت ہے، فقیہہ اس سے استدلال اور استنباط کرتے ہیں، دانا اس سے اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں اور ادیب اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس سے تقویٰ حاصل کرتے ہیں۔ ہر عالم اس کو حاصل کرتا ہے اور اس کے علم کی بنیاد یہی ہے۔ (تفسیر مراغی:414/9)

(4) مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو عزت دی کیونکہ یہ اس کا کلام ہے۔ (معالم التنزیل:289/4)

(5) یہ بلند پایہ کتاب ہے جو اللہ رب العزت نے انسانوں کی ہدایت اور فلاح کے لیے نازل فرمائی ہے۔

﴿فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ﴾

''ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے'' (78)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ﴿فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ﴾ ''ایک ایسی کتاب میں جو چھپا کر رکھی گئی ہے'' یعنی یہ قرآن لوح محفوظ میں لکھا ہوا موجود ہے جو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ اور ملاء اعلیٰ میں فرشتوں کے ہاں قابل عظمت ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد وہ کتاب ہو جو ان فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوتی تھی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی وحی اور رسالت کے لیے نازل کرتا ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ کتاب شیاطین سے مستور ہے۔ شیاطین کو اس میں تغیر و تبدل، کمی بیشی اور چوری کرنے کی قدرت حاصل نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2693/3)

﴿لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾

''جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا'' (79)

سوال: ﴿لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ ''جسے پاک کیے گئے فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا'' اس کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ پاکیزہ لوگوں سے مراد فرشتے ہیں یعنی یہ کتاب قرآن کریم لوح محفوظ میں ثبت ہے اور وہاں سے پاکیزہ فرشتے ہی اسے لا کر رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے ہیں اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے مضامین و مطالب تک رسائی صرف ان لوگوں کی ہو سکتی ہے جن کے خیالات پاکیزہ ہوں، کفر و شرک کے تعصّبات سے پاک ہوں، عقل صحیح اور قلب سلیم رکھتے ہوں۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کو صرف پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں یا چھونا چاہیے۔ مشرک اور ناپاک لوگوں کو ہاتھ نہ لگانا چاہیے۔ اسی آیت سے بعض علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ بے وضو لوگوں کو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہیے۔ لیکن راجح تر بات یہی ہے کہ بے وضو بھی قرآن کو چھو سکتا اور تلاوت کر سکتا ہے۔ صرف جنبی اور حیض و نفاس والی عورت قرآن کو چھو نہیں سکتے جب تک پاک نہ ہوں۔ البتہ حیض و نفاس والی عورت زبانی قرآن پڑھ بھی سکتی ہے اور پڑھا بھی سکتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 366/4)

(2) یعنی قرآن کریم کو صرف ملائکہ کرام ہی چھوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام آفات، گناہوں اور عیوب سے پاک کیا ہے۔ جب قرآن کو پاک ہستیوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا اور ناپاک اور شیاطین اس کو چھو نہیں سکتے تو آیت کریمہ تنبیہاً اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ پاک شخص کے سوا کسی کے لیے قرآن کو چھونا جائز نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2693/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے''(80)

سوال: قرآن مجید جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے، اس کی وضاحت ﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے''نسفی رحمہ اللہ نے کہا: یہ قرآن مجید کی چوتھی صفت ہے۔ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: یعنی یہ قرآن اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔وہ ویسا نہیں ہے جو وہ کہتے ہیں کہ یہ جادوگری، کہانت یا شاعری ہے بلکہ وہ حق ہے جس میں کوئی شک نہیں اور نہ اس کے ماوراء کوئی نفع دینے والا حق ہے۔(الاساس فی التفسیر:5701/10)

(2) یہ قرآن جوان صفات جلیلہ سے موصوف ہے، رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہے جو دینی اور دنیاوی نعمتوں کے ذریعے سے اپنے بندوں کی تربیت کرتا ہے، وہ جلیل ترین چیز جس کے ذریعے سے اس نے اپنے بندوں کی تربیت کی، اس قرآن کو نازل کرنا ہے جو دونوں جہانوں کے مصالح پر مشتمل ہے، جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایسا رحم فرمایا ہے کہ وہ اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ان پر واجب ہے کہ وہ اس قرآن کو قائم کریں، برسرعام اس کا اعلان کریں، اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیں اور اس کو کھلم کھلا بیان کریں۔(تفسیر سعدی:2694,2693/3)

(3) قرآن مجید میں جو صداقت ہے اس سے زیادہ کوئی صداقت ہو نہیں سکتی۔

(4) جو جہانوں کا بادشاہ ہے وہی قرآن کو نازل کرنے والا ہے اور اس کا ثبوت قرآن مجید کا بے خطا ہونا ہے۔صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی۔قرآن مجید کے مضامین میں تضاد نہیں، یہ انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل لئے ہوئے بے مثال کلام ہے۔قرآنِ مجید کا دلوں پر جو تاثر مرتب ہوتا ہے وہ بھی یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔

﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾

''تو کیا تم اس کلام سے بے اعتنائی برتنے والے ہو؟''(81)

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے بے اعتنائی برتنے والوں سے جو سوال کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَبِهٰذَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے بے اعتنائی برتنے والوں سے سوال کیا ہے: ﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ﴾ ''تو کیا اس کلام سے'' یعنی قرآن۔

(2) ﴿اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ﴾ ''تم بے اعتنائی برتنے والے ہو؟'' یعنی تم نے جھٹلانے والوں کے لیے نرمی اختیار کر لی ہے جس سے ان کے دل اس کو جھٹلانے اور اس کا انکار کرنے سے بھر گئے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 1576) (3) ﴿مُّدْهِنُوْنَ﴾ دھن بمعنی روغن، تیل، چکنائی اور ادھن بمعنی کسی چیز کو تیل لگا کر نرم کرنا۔ مداہنت کے کئی معنی ہیں۔ مثلاً کسی بات میں لچک پیدا کر لینا، ڈھیلا پڑنا، منافقت کا رویہ اختیار کرنا، کسی چیز کو اپنی سنجیدہ توجہ کے قابل ہی نہ سمجھنا۔ (تیسیر القرآن: 366/4)

(4) یعنی کیا تم اس کتاب عظیم اور ذکر حکیم کو مخلوق کے خوف، ان کی عار اور ان کی زبانوں کے ڈر سے چھپاتے ہو؟ ایسا کرنا مناسب ہے نہ لائق شان ہے۔ لائق شان اور مناسب تو یہ ہے کہ اس بات میں مداہنت کی جائے جس کے بارے میں انسان کو وثوق حاصل نہ ہو۔ رہا قرآن کریم تو یہ ایسا حق ہے کہ جب بھی کوئی مقابلہ کرنے والا اس قرآن کے ذریعے سے مقابلہ کرتا ہے تو یہی غالب آتا ہے اور کوئی بھی حملہ آور اگر اس قرآن کے ساتھ حملہ کرتا ہے تو یہ اپنے مدمقابل کے مقابلے میں کامیاب رہتا ہے۔ قرآن ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں مداہنت کی جائے نہ اسے چھپایا جائے بلکہ برسر عام اس کا اعلان کیا جائے۔ (تفسیر سعدی: 2694/3)

﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾

''اور تم اپنا حصہ یہی ٹھہراتے ہو کہ یقیناً تم اسے جھٹلاتے رہو'' (82)

سوال: ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ﴾ ''اور تم اپنا حصہ یہی ٹھہراتے ہو'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے۔ (2) ﴿اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''کہ یقیناً تم اسے جھٹلاتے رہو'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی۔

(3) زید بن خالد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حدیبیہ کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے تو ایک دن، رات کو بارش ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز پڑھانے کے بعد ہم سے خطاب کیا اور دریافت فرمایا کہ معلوم ہے تمہارے رب نے کیا کہا؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبح ہوئی تو میرے کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بندوں نے اس حالت میں صبح کی کہ ان کا ایمان مجھ پر تھا اور کچھ نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ میرا انکار کئے ہوئے تھے۔ تو جس نے کہا کہ ہم پر یہ بارش اللہ کے رزق' اللہ کی رحمت اور اللہ کے فضل سے ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستارے کا انکار کرنے والا ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ بارش فلاں ستارے کی تاثیر سے ہوئی ہے تو وہ ستاروں پر ایمان لانے والا اور میرے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔'' (بخاری:4174)

(4) یہ کلام اللہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے، سوچو تو سہی تم کلام اللہ کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کر رہے ہو؟

﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ﴾

''پھر کیوں نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے'' (83)

سوال: ﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ﴾ ''پھر کیوں نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے'' یعنی ایک شخص جو اپنی زندگی کے اختتام کو پہنچ گیا۔ سکرات کا عالم ہے، آخری سانسیں ہیں۔ روح حلق تک آن پہنچی ہے۔ اردگرد سب بیٹھے حسرت سے دیکھ رہے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ (٢٦) وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ (٢٧) وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (٢٨) وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (٢٩) اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِۨ الْمَسَاقُ (٣٠)﴾ ''ہرگز نہیں! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی۔ اور کہا جائے گا: ''کون ہے دم کرنے والا؟'' اور وہ یقین کرے گا کہ یقیناً اب جدائی کا وقت ہے۔ اور پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی۔ اُس دن تیرے رب کی طرف روانگی ہے۔'' (القیامہ:26-30)

(2) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے۔ ہم قبر کے پاس پہنچے تو ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تھی تو رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہوں (نہایت پرسکون اور خاموشی سے بیٹھے تھے) آپ ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ اس سے زمین کرید رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے عذاب قبر کی امان مانگو۔'' آپ نے یہ دو یا تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا: ''بندہ مومن جب رخصتی اور سفر آخرت پر جانے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے، جن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں آتے ہیں، ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی حنوط ہوتی ہے، تا حد نگاہ وہ بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں: اے نفس مطمئنہ! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف نکل چل، چنانچہ اس کی روح اس طرح بہہ کر نکل جاتی ہے جیسے مشکیزے کے منہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانی کا قطرہ بہہ جاتا ہے۔ وہ فرشتہ اسے پکڑتا ہے اور اس کے ہاتھ میں روح کو ایک لمحہ بھی نہیں گزرتا کہ دوسرے فرشتے اسے پکڑ لیتے ہیں اور اسے جنت کے لباس اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے وہ بہترین کستوری کی خوشبو آنے لگتی ہے جو زمین کی سطح پر موجود ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر وہ فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کے جس گروہ کے پاس سے بھی گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں: یہ پاکیزہ روح کون ہے؟ تو وہ کہتے ہیں: یہ فلاں کا بیٹا ہے اور اس کا وہ بہترین نام ذکر کرتے ہیں جس کے ساتھ اسے دنیا میں پکارا جاتا تھا حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں۔ اس کے لیے دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے اگلے آسمان تک اس کے ساتھ چلتے ہیں حتیٰ کہ وہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں: میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں رکھ دو اور اسے زمین کی طرف اس کے جسم میں لوٹا دو۔

اور جب کافر کا دنیا سے روانگی اور آخرت کی طرف کوچ کا وقت آتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہرے والے فرشتے اترتے ہیں۔ ان کے پاس (انتہائی بدبودار) ٹاٹ کا کفن ہوتا ہے۔ وہ اس کے قریب سے تاحد نگاہ پھیل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر موت کا فرشتہ آتا ہے حتیٰ کہ اس کے سر کے قریب آ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے خبیث روح! نکل کہ تیرا رب تجھ سے بڑا ہی ناراض ہے۔ اس کی روح جسم سے نکلنا نہیں چاہتی لیکن وہ فرشتہ اسے اس طرح کھینچ کر نکال لیتا ہے جیسے کانٹے دار لوہے کی سلاخ کو گیلی اون سے زور سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے۔ وہ اسے پکڑتا ہے اور ایک لمحہ بھی نہیں گزرتا کہ دوسرے فرشتے اسے پکڑ کر اس (سخت بدبودار) ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں اور اس سے وہ بدترین مردار کی بدبو آنے لگتی ہے جو سطحِ زمین پر پائی جاتی ہے۔ پھر وہ اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور جب بھی فرشتوں کی کسی جماعت کے قریب سے گزرتے ہیں تو وہ دریافت کرتے ہیں کہ یہ کون خبیث روح ہے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے اور اس کا وہ سب سے برا نام بتاتے ہیں جس کے ساتھ اسے دنیا میں پکارا جاتا تھا حتیٰ کہ وہ اسے لے کر آسمان دنیا تک پہنچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں۔ اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ ''ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔'' (الاعراف:40) پھر اللہ عزوجل فرماتے ہیں: اس کا اعمال نامہ زمین کے نچلے حصے میں سجین میں رکھ دو۔ پھر اس کی روح کو (زمین کی طرف) پھینک دیا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ ''اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا اور پھر پرندے اسے اچک لیتے ہیں یا پھر ہوائیں اسے کسی گہری کھائی میں گرا دیتی ہیں۔'' (الحج:31) پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔ (اور فرشتے اس سے سوال و جواب کرتے ہیں)۔ (حسن، الترغیب والترہیب:5119، مسند احمد:4/287)

(3) انسان عارضی زندگی پر اس قدر بھروسہ کر کے بیٹھ جاتا ہے کہ اسے یوں لگتا ہے جیسے سدا ہی جیوں گا۔ جاتے ہوئے انسان کو پتہ لگتا ہے کہ اس کی جان کی حقیقت کیا ہے۔

﴿وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ﴾

''اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو'' (84)

سوال: ﴿وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ﴾ ''اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو'' یعنی موت کے وقت تم اپنے مریض کے پاس بیٹھے سکرات موت کو دیکھ رہے ہوتے ہو۔

(2) یعنی تم اس وقت اللہ تعالیٰ کے اختیار، اس کے حکم اور اس کی بادشاہت کو میت میں دیکھ رہے ہوتے ہو۔

(3) کبھی موت کا منظر کسی ہسپتال کے اندر دیکھیں۔ جب مریض آخری سانسوں پر ہوتا ہے تو صرف اسی بات کا انتظار کیا جاتا ہے کہ یہ جو زندہ انسان ہے جسے تھوڑی سانسیں آ رہی ہیں کس وقت اس کی سانسوں کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو تم روح کو نکلتے دیکھتے ہو لیکن اسے جانے سے روک نہیں سکتے، جس کی جان نکل رہی ہوتی ہے اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ تمہارے اختیار میں ہے ہی کیا؟ یہ بتاؤ اپنے کسی پیارے کو بچا سکتے ہو؟ ﴿وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ﴾ ''اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو'' یہ بے اختیار انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھے کھڑا ہے۔ کچھ کرنے کے قابل نہیں ہے۔ جانے والے کو اپنی زندگی ہار کر بھی نہیں بچا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ جس کے حق میں آ گیا سو آ گیا۔

﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴾

''اور ہم تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے'' (85)

سوال: مرنے والے کے پاس ہمارے فرشتے ہوتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَنَحْنُ ... تُبْصِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ﴾ ''اور ہم تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں'' یعنی ہم اپنے فرشتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے علم اور اپنی قدرت کے ذریعے تم سے زیادہ مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں۔

(2)﴿وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ﴾ ''لیکن تم نہیں دیکھ سکتے'' لیکن تم فرشتوں کو دیکھ نہیں سکتے۔

(3) اللہ تعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے مرنے والے کے قریب ہوتے ہیں۔ یہاں آ کر انسان کے علم اور قدرت کی حدود ختم ہو جاتی ہیں، جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اور انسان زبانِ حال سے اعتراف کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ لامحدود قوت کا مالک ہے۔

(4)﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (۶۱) ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۡ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ (۶۲)﴾ ''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے، ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے، سُن لو! حکم اُسی کا ہے اور وہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے۔'' (الانعام:61،62)

﴿فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ﴾

''سو کیوں نہیں! اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو'' (86)

سوال: الوداعی ماحول میں جہاں انسان اپنی بے بسی کا اعتراف کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ انسان کو اس کے رویے کا احساس کس طرح دلاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ﴾ ''سو کیوں نہیں! اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو'' یہ سوال ایسے موقع پر کیا گیا ہے جب انسان کی روح بھی اعتراف کر لیتی ہے کہ میری قوت محدود ہے، کوئی لامحدود قوت والا ہے جس کا مجھ پر اور مجھ جیسوں پر پورا اختیار ہے۔ ایسے موقع پر کہا گیا کہ تم اگر کسی کے محکوم نہیں ہو اور اپنی بات میں سچے ہو تو اس جان کو لوٹا لاؤ۔

(2)﴿فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ﴾ ''سو کیوں نہیں! اگر تم کسی کے محکوم نہیں ہو'' یعنی اگر تم سب حساب دینے والے نہیں ہو اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا نہیں ملنی۔

(3) یعنی بھلا جب تم اس زعم باطل میں مبتلا ہو کہ تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا نہ تمہارا حساب کتاب کر کے تمہیں جزا و سزا دی جائے گی تو تم روح کو بدن میں واپس کیوں نہیں لے آتے؟ (تفسیر سعدی:2694/3)

﴿تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اگر تم اس میں سچے ہو تو اس جان کو واپس لوٹا لاتے'' (87)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ﴿تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿تَرْجِعُوْنَهَآ﴾ ''تو اس جان کو واپس لوٹا لاتے'' یعنی اگر موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا کو نہیں مانتے تو روح کو نکلنے کیوں دیتے ہو۔ اسے واپس کیوں نہیں لاتے؟

(2) جب تمہارا موت اور زندگی میں کوئی دخل نہیں تو موت کے بعد کی زندگی کو کیوں نہیں مانتے؟

(3)﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم اس میں سچے ہو'' موت کے وقت تم سچائی کے تجربے سے گزرتے ہو۔ میت کا مشاہدہ تمہیں یقین دلاتا ہے کہ اس بدن میں روح ڈالنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور وہ اپنے حکم سے اسے نکلوا رہا ہے۔ تمہیں اپنی بے بسی کا یقین بھی آجاتا ہے تو پھر محمد ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں اسے مان کیوں نہیں لیتے؟ اس کا اقرار کرلو۔ اگر نہیں مانو گے تو دیکھ لو ایسے ہی تم نے بھی اپنے رب کے پاس چلے جانا ہے۔ پھر سوچو تمہارا کیا انجام ہوگا؟

﴿فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾

''پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے'' (88)

سوال: مرنے والے کا ایک ممکنہ انجام یہ ہے کہ وہ مقربین میں سے ہو، اس کی وضاحت ﴿فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ ''پھر اگر وہ مقربین میں سے ہے'' اللہ رب العزت نے اس سورت کے آغاز میں جن تین گروہوں کا ذکر فرمایا تو آخر میں موت کے وقت کا ذکر کیا جب بندہ اپنے انجام کو پہنچتا ہے اس وقت کیا کیفیت ہوگی؟ حقیقت یہ ہے کہ کسی راستے کا تعین اس کے انجام کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: اگر مرنے والا مقرب بندوں میں سے ہوگا یعنی وہ اپنی زندگی میں واجبات و مستحبات پر عمل کرنے والا اور حرام اور مکروہ اور بے فائدہ مباحات سے بچنے والا ہوگا۔

(3) اللہ تعالیٰ کے قرب کے راستوں میں سے پہلا راستہ واجبات کا ہے پھر مستحبات کا اور قرب کے لیے حرام اور مکروہات اور بے فائدہ کاموں سے اجتناب ضروری ہے۔

﴿فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ﴾

''تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمت والی جنت ہے'' (89)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: مقربین موت کے بعد کس حال میں ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرَوْحٌ﴾ ''تو راحت'' مقرب لوگوں کے لیے راحت، سرور اور قلبی، ذہنی اور روحانی نعمتیں ہوں گی۔

(2) ﴿وَّرَيْحَانٌ﴾ ''اور خوشبودار پھول'' اس سے مراد معروف خوشبو ہے۔

(3) ﴿وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ﴾ ''اور نعمت والی جنت ہے'' یعنی اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی انسان نے ان کا تصور کیا ہے۔ (4) مقربین کو سکرات موت کے وقت فرشتے مبارک دیتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں کہ تم راحت اور سرور کی زندگی کی طرف چلو۔ ﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (٢٧) ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (٢٨) فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ (٢٩) وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (٣٠)﴾ ''اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ، راضی ہونے والی، پسند کی ہوئی ہو۔ چنانچہ میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ اور میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' (الفجر: 27-30)

(5) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (٣٠) نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (٣١) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (٣٢)﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے پھر وہ ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔ بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔'' (حم السجدہ: 30-32)

﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾

''اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو'' (90)

سوال: موت کے بعد دوسری صورت یہ ہے کہ مرنے والا دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو، اس کی وضاحت ﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ ''اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو'' اصحاب الیمین وہ ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کو ادا کیا اور اس کے حرام کردہ امور کو ترک کر دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے کچھ حقوق کے بارے میں کوتاہی ہوئی لیکن اس سے ان کے ایمان میں جو کمی آئی وہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کے ذریعے اور بعد میں نیک اعمال کے ذریعے پوری کر لی۔ (2) فرشتے اصحاب الیمین کو خوشخبری دیتے ہیں کہ آپ کے لیے امن اور سلامتی ہے۔

﴿فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾

''تو سلام ہے تجھ پر! کہ تو دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے'' (91)

سوال: دائیں ہاتھ والوں کے لیے موت کے بعد سلامتی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ﴾ ''تو سلام ہے تجھ پر! کہ تو دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے'' قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ سلام اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے ہوگا۔ (جامع البیان: 220/2)

(2) سلام یعنی آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہیں۔ (3) امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ﴾ کا یہ معنی ہے۔ ﴿مُسَلَّمٌ لَكَ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِيْنِ﴾ یعنی یہ بات مان لی گئی ہے کہ تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے تو إِنَّ کا لفظ گرا دیا گیا مگر اس کا معنی قائم رکھا گیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی کہے میں اب تھوڑی دیر میں سفر کرنے والا ہوں اور تو اس سے کہے ﴿انت مصدق مسافر، عن قليلٍ﴾ یہاں بھی إِنَّ محذوف ہے یعنی ﴿انت مصدق انك مسافر، عن قليلٍ﴾ کبھی سلام کا لفظ بطور دعا کے مستعمل ہوتا ہے اگر مرفوع ہو جیسے ﴿فَسَقْيًا﴾ نصب کے ساتھ دعا کے معنوں میں آتا ہے یعنی اللہ تجھ کو سیراب کرے۔ (بخاری: 4881)

﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ﴾

''اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہوا'' (92)

سوال: مرنے والے کے لیے تیسری صورت یہ ہے کہ وہ گمراہوں اور جھٹلانے والوں میں سے ہو، اس کی وضاحت ﴿وَاَمَّآ...الضَّآلِّيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ ''اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہوا'' یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور بعث اور آخرت کو جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوا جو ہدایت کے راستے سے بھٹک گئے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حق کو جھٹلا کر دور نکل گئے۔

﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ﴾

''تو کھولتے ہوئے پانی سے ضیافت ہے''(93)

سوال: جھٹلانے والے گمراہوں کی ضیافت کھولتے ہوئے پانی سے ہوگی، اس کی وضاحت ﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ ''تو کھولتے ہوئے پانی سے ضیافت ہے'' یعنی جھٹلانے والے گمراہوں کی مہمان نوازی کھولتے ہوئے پانی سے ہوگی۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکہف:29)

﴿وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ﴾

''اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے''(94)

سوال: جھٹلانے والے گمراہوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ﴾ ''اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے'' یعنی جہنم کی آگ انہیں گھیر لے گی۔ ان کی کھال کو بھون دے گی۔ (2) وہ آگ کی خوفناک لپٹوں میں جلتے بھنتے رہیں گے اور آگ ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ﴾

''یقیناً یہی قطعی حق ہے''(95)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ ''یقینا یہی قطعی حق ہے'' یعنی لوگوں کا تین گروہوں میں بٹ جانا ثابت شدہ حق ہے۔ اعمال کی جزا و سزا حق ہے۔ ان کے یقینی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(2) جیسے موت ایک اٹل حقیقت ہے اسی طرح جی اٹھنا بھی حق ہے۔

ع 3 22 16

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾

''چنانچہ اپنے ربِ عظیم کے نام کی آپ تسبیح کریں'' (96)

سوال 1: تسبیح کے حکم کی وضاحت ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ ''چنانچہ اپنے رب عظیم کے نام کی آپ تسبیح کریں'' اللہ تعالیٰ نے حقائق کا علم دیا، اس کا فہم عطا کیا اور یقین نصیب فرمایا۔ اس پر اس کی حمد و ثنا ہے۔ یقیناً ہمارا رب پاک ہے، عظیم ہے اور بہت بلند ہے ان باتوں سے جو مشرک بناتے ہیں۔

(2) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ ''چنانچہ اپنے ربِ عظیم کے نام کی آپ تسبیح کریں'' (الواقعہ:74) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو رکوع میں پڑھا کرو'' اور جس وقت آیت کریمہ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ ''اپنے بہت ہی بلند رب کے نام پاکیزگی بیان کرو'' (سورۃ الاعلیٰ:1) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو بحالت سجدہ پڑھا کرو۔'' (ابوداؤد:869) (3) تم رب کی عظمت کے لیے دنیا میں بھیجے گئے ہو اپنی عظمت اپنی بڑائی کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

سوال 2: العظیم اور الاعلیٰ میں کیا فرق ہے؟

جواب: (1) العظیم قرب پر دلالت کرتا ہے اور الاعلیٰ بُعد یعنی دوری پر۔ (2) پس وہ پاک ہے ہر ممکنہ قریب چیز سے زیادہ قریب ہے اور وہ اعلیٰ ہے ہمارا ادراک اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ وہ ہر چیز کی بُعد (دوری) کی انتہا پر ہے۔ (تفسیر منیر:306/14)

سوال 3: تسبیح و تحمید کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر بڑے ہلکے ہیں، لیکن میزان میں بڑے بھاری اور رحمن کو بہت پیارے ہیں (اور وہ ہیں) ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِحَمْدِهٖ﴾ ''اللہ پاک ہے، عظمتوں والا ہے۔ اللہ پاک ہے اپنی تعریفوں اور خوبیوں کے ساتھ۔'' (بخاری:6406)

(2) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب کلام کی خبر نہ دوں؟ بے شک اللہ تعالیٰ کو جو سب سے زیادہ کلام محبوب ہے: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ اور ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا۔ کون سا کلام افضل ہے؟ فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کے لیے پسند فرمایا: ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے۔'' (صحیح مسلم)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایک دن میں سو مرتبہ ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے'' پڑھا اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ زیادتی میں سمندر کے جھاگ کے برابر بھی کیوں نہ ہوں۔'' (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس دنیا کی تمام چیزیں جن پر سورج کی روشنی پڑتی ہے ان سب چیزوں کے مقابلے میں مجھے یہ زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ﴾ کہوں۔'' (صحیح مسلم)

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ پاک ہے'' کہے اس کے اعمال نامہ میں ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا ایک ہزار گناہ معاف کئے جائیں گے۔'' (صحیح مسلم)

اٰيَاتُهَا: 29 — 57 - سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ - 94 — رُكُوْعَاتُهَا: 4

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مدنی سورت ہے۔ اس کے 4 رکوع اور 29 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 57 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 94 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سونے سے پہلے مسبحات پڑھتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: ''ان میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔'' (ترمذی:2921) (مختصر ابن کثیر:2/1997)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے''(1)

سوال: آسمان اور زمین کا ذرہ ذرہ تسبیح خواں ہے، اس کی وضاحت ﴿سَبَّحَ ... الْحَكِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا بیان کیا ہے ہر چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے'' یعنی زمین و آسمان کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح زبان حال اور زبان قال سے کر رہی ہے۔(ایسر التفاسیر:1528,1529)

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی عظمت وجلال اور اپنی لامحدود قوت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات، حیوانات ناطقہ اور جمادات وغیرہ، اپنے رب کی حمد وستائش کے ساتھ، اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور ان اوصاف سے اسے منزہ قرار دے رہے ہیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں، نیز یہ کہ تمام موجودات اپنے رب کی مطیع اور اس کے غلبے کے سامنے سرنگوں ہیں۔ ان موجودات میں اس کی حکمت کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔(تفسیر سعدی:3/2697,2698)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:44)

(4)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب ہے، کمال حکمت والا ہے'' اس آیت کریمہ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام مخلوقات اپنے تمام احوال میں ہر لحاظ سے اپنے رب کی محتاج ہیں۔ اس کے لامحدود غلبہ وقہر نے تمام اشیاء کو مغلوب ومقہور کر رکھا ہے۔ اس کی حکمت عامہ اس کے خلق وامر میں جاری وساری ہے۔(تفسیر سعدی:3/2697,2698)

(5) چونکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے لہٰذا اس پر پورا پورا تصرف اور اختیار بھی رکھتا ہے اور ہر چیز کو جس مقصد کے لئے اس نے بنایا ہے اس سے وہ کام لے رہا ہے۔ اس قدر بے پناہ اور ہمہ گیر قوت اور غلبہ کے باوجود اس نے کبھی اس قوت کا غلط استعمال نہیں کیا بلکہ جو چیز بھی بنائی اس میں کئی حکمتیں مضمر ہوتی ہیں خواہ وہ انسان کے علم میں آچکی ہوں یا نہ آئی ہوں اور وہ ہمیشہ اپنی تخلیق کا مقصد پورا کرتی اور مثبت نتائج پیدا کرتی ہے اور یہی بات اللہ تعالیٰ کی کمال حکمت پر دلیل ہے۔(تیسیر القرآن:4/369)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کی تسبیح سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے تسبیح میں متفق ہونے سے اپنے الحکیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ ہر چیز اس کی تسبیح کر رہی ہے یقیناوہ حکمت والا ہے جس نے ہر چیز کو یہ شعور عطا کیا اور ہر ایک کو اس کام پر متحد کر دیا۔

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى

''آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے''(2)

سوال 1: اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اس کی وضاحت ﴿لَهٗ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے'' یعنی وہ سارے آسمانوں اور زمین کا مالک ہے وہ جیسے چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1579)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں کہ تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں، خوب بڑائی بیان کرنا۔'' (بنی اسرائیل:111)

(3) اللہ تعالیٰ کی بادشاہت آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی اس لیے وہ ان کو جیسے چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا اندازہ اس کی ملکیت سے ہوتا ہے۔ آسمان اور زمین میں رزق کے خزانے اس کی ملکیت میں ہیں۔ وہ جس کی چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے۔

(4) یعنی دنیا میں اسی کا اختیار ہے، وہی اس کا مالک ہے، موت اور زندگی اسی کے قبضے میں ہے اور جسے جس قدر چاہے، دینا دلانا اسی کو زیبا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1998/2)

(5) ﴿يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ ''وہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے'' وہ عدم کے بعد زندہ کرتا ہے اور ایجاد اور زندگی کے بعد موت دیتا ہے۔ زندگی اور موت دینے سے اس کی ملکیت اور اختیارات کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔

(6) ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ عظیم قدرت والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے زندگی دینے، موت دینے، عزت دینے اور ذلت دینے کے ارادے میں کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔(جامع البیان:223/27)

(7)وہ ہر چیز پر قادر ہے۔اس نے جو چاہا ہوگیا اور جو نہ چاہا، نہ ہوا، وہی مختار کل ہے۔(مختصر ابن کثیر:1998/2)

(8)اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کارفرمائی ہر جگہ نظر آتی ہے۔

(9)اس کا آسمان اور زمین میں اختیار ہے اس لیے کہ وہ ان کا مالک ہے، بادشاہ ہے۔

(10)اللہ تعالیٰ کی قدرت زندگی اور موت میں نظر آتی ہے۔نہ زندگی اس کے سوا کسی کے حکم سے آتی ہے نہ اس کے سوا کسی کے حکم سے موت آتی ہے۔یقیناً وہی قادر مطلق ہے۔

﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

''وہی اوّل ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''(3)

سوال1:﴿هُوَ الْاَوَّلُ ... عَلِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الْاَوَّلُ﴾''وہی اوّل ہے''یعنی ہر چیز سے پہلے بغیر حد کے۔

(2)﴿وَالْاٰخِرُ﴾''اور وہی آخر ہے''ہر چیز کے بعد بغیر انتہا کے۔کیونکہ وہ تھا جب اس کے سوا کچھ بھی موجود نہ تھا اور وہ ہر چیز کے فنا ہونے کے بعد بھی ہوگا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کے چہرے کے، فیصلہ اُسی کا ہے اور تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''(القصص:88)(3)﴿وَالظَّاهِرُ﴾''وہی ظاہر ہے''یعنی جس کے اوپر کچھ نہیں۔

(4)﴿وَالْبَاطِنُ﴾''اور وہی باطن ہے''یعنی وہ جس کے ماسوا کچھ نہیں۔(ایسر التفاسیر:1579)

(5)﴿وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾''اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن''اور وہ اس لحاظ سے کہ اس کی کاریگری کے آثار کھلے ہوئے ہیں اور اس کی ذات ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے''ظاہر''کی تفسیر بلند اور غالب سے کی ہے، ایک ماثور دعا میں ہے:﴿وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ﴾''تو ہی ظاہر ہے اور تیرے اوپر کوئی چیز نہیں۔''(ابن کثیر)(صحیح مسلم:2713)(6)﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾''اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''یعنی جس کے علم سے آسمان وزمین میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔(ایسر التفاسیر:1597)

(7)ابو زمیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: میرے دل میں کیسی کھٹک ہو رہی ہے؟ انہوں نے کہا: کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوا؟ میں نے کہا: قسم اللہ کی! میں اس کے متعلق کچھ نہ کہوں گا، تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا کوئی شک کی چیز ہے، یہ کہہ کر ہنسے اور بولے: اس سے تو کوئی نہیں بچا ہے، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ ''پھر اگر آپ اس بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھیں جو آپ سے پہلے اتاری ہوئی کتاب پڑھتے ہیں'' (یونس:94)، پھر انہوں نے مجھ سے کہا: جب تم اپنے دل میں اس قسم کا وسوسہ پاؤ تو ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''وہی اول ہے اور وہی آخر، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (الحدید:3)، پڑھ لیا کرو۔ (ابوداؤد:5110)

(8) سہیل کہتے ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی سونے لگتا تو ابو صالح اسے حکم دیتے کہ دائیں کروٹ پر لیٹ کر کہو: ﴿اَللّٰهُمَّ! رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى، وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ، اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ، اَللّٰهُمَّ! اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ، وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ۔ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ﴾ ''اے آسمانوں کے رب اور زمین کے رب اور عرش عظیم کے رب، ہمارے رب اور ہر چیز کے پروردگار۔ دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والے، تورات، انجیل اور فرقان کو نازل کرنے والے، میں ہر چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، تو ہی اس کی پیشانی کو پکڑنے والا ہے، اے اللہ! تو ہی ایسا اول ہے کہ تجھ سے پہلی کوئی چیز نہ تھی اور تو ہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی چیز نہ ہوگی اور تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو ہی باطن ہے تیرے علاوہ کوئی چیز نہیں۔ ہمارے قرض کو دور کر دے اور ہمیں فقر سے مستغنی فرما۔'' (صحیح مسلم:2713)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے اوّل و آخر ہونے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(1) جو سب سے پہلے تھا اس کا علم فائق ہے۔ (2) جو سب سے آخر میں ہوگا اس کا علم باقی ہے۔

(3) جو ظاہر ہے، غلبہ رکھتا ہے اس کا علم عظیم ہے۔ (4) جو باطن ہے اس کا علم قوی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ

''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے

مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ

جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو اُس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو اُس میں چڑھتا ہے

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾

اور جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُسے خوب دیکھنے والا ہے''(4)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں تخلیق فرمایا، اس کی وضاحت ﴿هُوَ الَّذِيْ ... عَلَى الْعَرْشِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی پیدائش کو چھ دنوں میں مکمل کر کے عرش پر مستوی ہوا۔

(2) جس کا پہلا دن اتوار تھا اور آخری دن جمعہ تھا۔ (ایسر التفاسیر:1529)

(3)﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''پھر وہ عرش پر بلند ہوا'' یعنی عرش پر بلند ہوا۔ (ایسر التفاسیر:1529)

(4) تمام مخلوقات کے اوپر وہ استوا جو اس کے جلال کے لائق ہے۔ (تفسیر سعدی:2698/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے علم کی وضاحت ﴿يَعْلَمُ ... بَصِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے'' یعنی جو کچھ زمین کے اندر جاتا ہے مثلاً بارش کے قطرے، بیج، مردے وغیرہ اللہ تعالیٰ کو ان سب کی تعداد معلوم ہے۔

(2)﴿وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا﴾ ''اور جو اُس سے نکلتا ہے'' یعنی وہ سب کچھ جو زمین سے باہر نکلتا ہے مثلاً نباتات، حیوانات، بوٹیاں، پھل وغیرہ اللہ تعالیٰ کو ان سب کی تعداد معلوم ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ زمین میں جانے والی چیزوں کے بارے میں ہر طرح کا علم رکھتا ہے مثلاً ان کی کمیت اور کیفیت کا۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59)

(5)﴿وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ﴾ ''اور جو آسمان سے اُترتا ہے'' یعنی آسمان سے اترنے والی بارش، رزق، تقدیریں، فرشتے اور وہ احکامات جو بزرگ فرشتوں کے ساتھ اتارے جاتے ہیں۔ رحمت اور عذاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو پورا علم ہے۔

(6)﴿وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا﴾ ''اور جو اُس میں چڑھتا ہے'' یعنی فرشتے، نیک اعمال، دعائیں اور روحیں وغیرہ آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے بارے میں خوب جانتا ہے۔

(7) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے اعمال رات سے پہلے اس کی جناب میں پیش کر دیے جاتے ہیں۔'' (مسلم:445) (8)﴿وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ ''اور جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اپنے علم سے تمہارے ساتھ ہے۔

(9) تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ کا علم تمہارے ساتھ ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ یقیناً جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تین میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ اُن کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ اُن کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اُس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوتے ہیں، پھر قیامت کے دن وہ اُن کو بتا دے گا جو اُنہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' (المجادلہ:7)

(10) یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے یعنی وہ تمہارا نگران ہے اور تمہارے عملوں کے وقت اس کا علم موجود ہے۔ تم جس حالت میں ہو، جہاں کہیں بھی ہو، خواہ خشکی میں ہو یا تری میں، رات میں ہو یا دن میں، گھروں میں ہو یا چٹیل میدانوں میں اور خلوت میں ہو یا جلوت میں، ہر حال، ہر عمل کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس کی آنکھیں ہر وقت اور یکساں تمہارے ساتھ ہیں اور اس کے کان تمہاری ہر بات یکساں سن رہے ہیں۔ وہ تمہاری باتیں سن رہا ہے۔ تمہارے عمل دیکھ رہا ہے۔ تمہارے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رازوں سے آگاہ ہے اور تمہاری سرگوشیوں سے واقف ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/1999)(11)﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں کے ظاہری اور باطنی اعمال چھپے ہوئے نہیں ہیں۔(ایسر التفاسیر:1579)(12) یعنی وہ اپنے بندوں کے چھوٹے بڑے تمام اعمال پر نگہبان ہے۔

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے متعلق سوال کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔(بخاری:50)

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾

''آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی جانب لوٹائے جاتے ہیں''(5)

سوال: اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کا مالک ہے، اس کی وضاحت ﴿لَهٗ ... تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی جانب لوٹائے جاتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ رب العزت نے فرمایا﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کہ سب اُسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور آخرت میں بھی سب تعریف اُسی کے لیے ہے اور وہی کمال حکمت والا پوری طرح خبر رکھنے والا ہے۔''(سبا:1)

(2)﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾ ''اور یقیناً آخرت اور دنیا ہمارے اختیار میں ہے۔''(اللیل:13)

(3) ''آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اُسی کے لیے ہے'' ملکیت، تخلیق اور عبدیت کے اعتبار سے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی ہے، وہ اپنے اوامر کونی وقدری اور اوامر شرعی جو حکمت ربانی کے مطابق جاری وساری ہیں، کے ذریعے سے ان میں جو چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2698,2699)

(4)﴿وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ﴾ ''اور تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی جانب لوٹائے جاتے ہیں'' یعنی تمام لوگ اور ان کے اعمال اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ سب کے اعمال کا ریکارڈ تو پہلے ہی اس کے پاس موجود ہے۔ ہر کام کا، ہر معاملے کا انجام بھی اسی کی طرف ہے۔ وہ پاک اور ناپاک کو الگ کر دے گا پھر اپنی مخلوق کا انصاف سے فیصلہ فرمائے گا۔ ایک ایک نیکی کا دس دس گنا اجر عطا فرمائے گا اور بدکاروں کو ان کی بدی کا بدلہ دے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ ''آسمان اورزمین میں جو کوئی بھی ہے، رحمٰن کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اُس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اُس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے۔ اور اُن میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔'' (مریم:93-95)

(5) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم میں کھڑے ہو کر چار باتیں ارشاد فرمائیں: ''اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی شان کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ میزان اعمال کو اونچا نیچا کرتا ہے، دن کے اعمال رات اور رات کے اعمال دن کو اس کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔'' (صحیح مسلم:447)

﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۭ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہ دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' (6)

سوال: ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ ... بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہ دن کو رات میں داخل کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے حکم سے رات اور دن آتے جاتے ہیں۔ کبھی رات دن پر چھا جاتی ہے تو لوگ آرام کرتے ہیں پھر دن رات پر چھا جاتا ہے تو انسان اور دیگر مخلوقات اپنے معاش کے انتظامات میں لگ جاتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ دن اور رات کو اپنی قدرت کاملہ سے گھٹاتا اور بڑھاتا رہتا ہے۔ کبھی دن رات برابر کر دیتا ہے، کبھی راتیں لمبی ہو جاتی ہیں تو دن چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ کبھی دن لمبے ہو جاتے ہیں تو راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں۔ اسی سے موسم جنم لیتے ہیں۔ اسی سے وقت کا حساب کتاب درست رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے لئے جو مناسب سمجھتا ہے کرتا ہے۔ وہ کائنات کا رب ہے، فضل و کرم کا مالک اور جواد ہے۔ وہ بندوں کو جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

(3) ﴿وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' یعنی بندوں کے دلوں میں جو خیر اور شر ہے وہ اس کو جانتا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ (جامع البیان:225/27)

(4) وہ جسے اہل سمجھتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے اور جسے اہل نہیں سمجھتا اسے اس کے حالات پر چھوڑ دیتا ہے۔

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

''ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر اور خرچ کرو اُس میں سے جس پر اُس نے تمہیں جانشین بنایا ہے، چنانچہ تم میں سے جو لوگ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾

ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے خرچ کیا، اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے" (7)

سوال 1: اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لانے کے حکم اور مال خرچ کرنے کے ترغیب کی وضاحت ﴿اٰمِنُوْا ... كَبِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ "ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر" یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کرو اور اپنے ایمان پر ثابت قدم رہو۔ (2) یہ غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر منیر: 322/14)

(3) اس کا مقصد انفاق اور دنیا سے بے رغبتی کی ترغیب دلانا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر: 304,303/4)

(4) ﴿وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾ "اور خرچ کرو اُس میں سے جس پر اُس نے تمہیں جانشین بنایا ہے" یعنی یہ وہ مال ہے جس میں تم دوسروں کے جانشین بنا دیے گئے ہو اور عنقریب تمہارے بعد والے اس مال میں تمہارے لئے جانشین ہوں گے۔ یہ مال چند دن کے لئے تمہیں دیا گیا ہے۔ اس لئے اس حالت کو غنیمت سمجھو اور دل کھول کر مال خرچ کرو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو یہ تمہارے پاس سے دوسروں کے پاس چلا جائے گا اور حق داروں کی حق تلفیاں تمہارے سر آئیں گی جس کی آخرت میں سخت پکڑ ہوگی۔ یہ مال کتنا جان لیوا ثابت ہوگا!

(5) ﴿اَنْفِقُوْا﴾ میں زکوٰۃ، صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ سب شامل ہیں۔ (الاساس فی التفسیر: 5724/10)

(6) ﴿جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾ "جس پر اُس نے تمہیں جانشین بنایا ہے" سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہو سکتا ہے تمہارا مال تمہارے کام نہ آئے۔ تمہارا جانشین اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کا پیارا بن جائے اور تم اس نعمت سے محروم رہ جاؤ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمہارا جانشین برا ہو اور وہ آوارگی میں خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کا مغضوب بن جائے جس کا ذریعہ تم بنے۔ نہ تم مال چھوڑتے نہ وہ آوارہ بنتا۔ (مختصر ابن کثیر: 2001/2)

(7) ﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ "چنانچہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے خرچ کیا، اُن کے لیے بہت بڑا اجر ہے" یعنی خلوص نیت کے ساتھ ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو یقینی سمجھو۔ اس نے ایمان لا کر خرچ کرنے والوں سے بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔

(8) اجر کبیر سے مراد بہت بڑا ثواب، بدلہ ہے اور وہ جنت ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1580)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کے مال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں: جو کھایا اور ختم کر لیا، جو پہنا اور پرانا کر لیا اور جو اس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) دیا اور (یہ اس نے آخرت کے لیے) جمع کر لیا۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے تو وہ (بندہ) جانے والا اور اس (مال) کو لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔" (مسند احمد: 16312، صحیح مسلم: 7422)

سوال 2: مال میں دوسروں کے جانشین بننے سے اللہ تعالیٰ نے کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: (1) مال میں دوسروں کے جانشین بننے سے اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ مال تمہارے پاس بھی نہیں رہے گا تمہارے وارثوں کے پاس چلا جائے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر تم نے مال خرچ نہ کیا اور تمہارے وارث تمہارا مال پا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر گئے تو تم سے زیادہ خوش نصیب ہو جائیں گے۔

(3) اگر تمہارے وارثوں نے مال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کیا تو ان کے ساتھ تعاون کرنے کے جرم میں تم بھی پکڑے جاؤ گے۔

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ

"اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ

مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

اور یقیناً اگر تم واقعی مومن ہو تو وہ تم سے پختہ عہد بھی لے چکا ہے" (8)

سوال: ایمان لانے سے کیا چیز روک رہی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا لَكُمْ ... مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ "اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے" یعنی تمہیں ایمان لانے سے کون سی چیز روکتی ہے؟

(2) ﴿وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ﴾ "حالانکہ خود رسول تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لے آؤ" یعنی محمد رسول ﷺ جو تمام رسولوں میں افضل ہیں وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہے ہیں۔ اس لئے تم ان کی دعوت پر لبیک کہنے کے لئے جلدی آگے بڑھو۔

(3) ﴿وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ "اور یقیناً اگر تم واقعی مومن ہو تو وہ تم سے پختہ عہد بھی لے چکا ہے" اس اقرار سے مراد عہد الست بھی ہو سکتا ہے جس کے مطابق ہر شخص نے اقرار کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنے گا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (۱۷۲) اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ (۱۷۳) وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (۱۷۴)﴾ ''اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کی جانوں پر انہیں گواہ بنایا: ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' اُنہوں نے کہا: ''کیوں نہیں! ہم نے گواہی دی۔'' ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن کہو کہ ہم تو یقیناً اس سے غافل تھے۔ یا تم کہو کہ اس سے پہلے ہمارے باپ دادا نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد کی ایک نسل تھے، تو کیا تُو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرے گا جو باطل پرستوں نے کیا؟ اور ہم آیات ایسے ہی تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ رجوع کریں۔'' (الاعراف:172-174)

(4) اس سے مراد اسلام لانا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اسلام میں داخل ہونا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فرماں بردار بن کر رہے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو اور اس کے عہد کو بھی جو اس نے تم سے مضبوط باندھا تھا، جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔'' (المائدہ:7)

﴿هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ

''وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور بلاشبہ اللہ

اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

تعالیٰ تم پر بے حد نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (9)

سوال 1:﴿هُوَ الَّذِيْ...رَّحِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾ ''وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے بندے پر آیات بینات یعنی قرآن مجید کی آیات اور معجزات نازل کیے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے کتنے نازک مراحل میں ایسے غیبی وسائل سے اپنے رسول کی مدد فرمائی جس سے واضح طور پر ان کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

صداقت کی دلیل ملتی ہے کہ ان کی پشت پر کوئی مافوق الفطرت قوت موجود ہے۔

(3)﴿لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے'' یعنی یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان کی طرف لائے اور گمراہی کے اندھیرے سے ہدایت کی طرف لائے۔(4) تاکہ وہ شک اور حیرت کے اندھیرے سے ایمان کے نور اور یقین کی طرف لائے۔

(5)﴿وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بے حد نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے کتابیں اور رسول بھیج کر تم پر رحمت کی۔ تمہارے شکوک وشبہات دور کر کے تمہیں ایمان اور یقین کی منزل تک پہنچایا۔ اگر تم سمجھو تو یہ تم پر اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الرؤف اور الرحیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آیات کے نازل کرنے سے اپنی رأفت ورحمت کا شعور دلایا ہے۔ یقیناً اندھیرے جان لیوا ہیں۔ سب سے جان لیوا اندھیرا شعور کا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے کتاب نازل کی تاکہ انسان کو شعور کے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لایا جائے۔ یقیناً اس کی مہربانی ہے کہ اس نے رسولوں کے توسط سے یہ اندھیرے دور کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ

''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، تم میں سے

مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ

جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ (بعد میں عمل کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہی لوگ درجے میں اُن لوگوں سے

الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ

بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھے بدلے کا ہی وعدہ کیا ہے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ع 1 10 17

اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے خوب باخبر ہے'' (10)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرو، اس کی وضاحت ﴿وَمَا لَكُمْ ... وَالْاَرْضِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟'' یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟(2)تم کیوں نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو جب کہ تمہاری ملکیت میں کوئی چیز نہیں۔

(3)﴿وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' یعنی تمہارا مال تمہارے مرنے کے بعد تمہارے وارثوں کے پاس چلا جائے گا۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا حتیٰ کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کی میراث میں چلا جائے گا۔

(4)اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ تم دنیا میں خالی ہاتھ آئے تھے اور جب جاؤ گے تو خالی ہاتھ جاؤ گے۔ پھر وہ سب کچھ جو آج تمہارے ہاتھ میں ہے تمہاری ملکیت کیسے ہے؟

(5)پس تمام اموال تمہارے ہاتھوں سے نکل جائیں گے یا تم انھیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے، پھر یہ ملکیت اس کے حقیقی مالک، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف لوٹ جائے گی۔ پس جب تک یہ اموال تمہارے ہاتھ میں ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر کے فائدہ اٹھاؤ اور فرصت کو غنیمت سمجھو۔ (تفسیر سعدی:3/2701,2702)

(6)اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ تمہیں وہ انفاق کی دعوت دے رہا ہے جس کے لیے آسمان وزمین کی میراث ہے، جس نے تمہیں اختیارات دیئے ہیں، جس کی طرف تمام امور کے فیصلوں کے لیے رجوع کیا جاتا ہے۔ تمہیں کیا ہے کہ تم اس کے راستے میں خرچ نہیں کرتے؟

(7)اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ آسمان اور زمین تو اس کے ہیں، اسے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں تم مال خرچ کرو تو یہ خرچ کرنا تمہارے ایمان کا تقاضا بھی ہے اور اس خرچ کا تمہیں خود فائدہ ہوگا۔

سوال 2: فتح مکہ سے پہلے جہاد اور خرچ کرنے کی فضیلت ﴿لَا يَسْتَوِيْ ... خَبِيْرٌ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ﴾ ''تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ (بعد میں عمل کرنے والوں کے) برابر نہیں'' یعنی وہ جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا اور جس نے ایسا نہیں کیا دونوں برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ فتح مکہ سے پہلے صورت حال بہت شدید تھی۔ وہ دور ایسا تھا کہ صرف صدیقین ہی اسلام قبول کرتے تھے۔

(2)بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دو آیات فتح مکہ کے بعد اور بقول بعض غزوہ تبوک کے وقت نازل ہوئیں جو مضمون کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مناسبت کے لحاظ سے یہاں رکھی گئیں اور فتح سے مراد بعض علماء نے صلح حدیبیہ لی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی فتح مبین قرار دیا ہے لیکن اکثریت کے نزدیک اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ (تیسیر القرآن:4/372)

(3)﴿أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا﴾ ''یہی لوگ درجے میں اُن لوگوں سے بہت بڑے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا'' تم مکہ والوں میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا انہیں سخت تکالیف اور بے پناہ خوف کا سامنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ان کا اجر وثواب اور درجہ ان لوگوں سے زیادہ بڑا ہے جنہوں نے فتح کے بعد اسلام قبول کر کے جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کیا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ''اور مہاجرین اور انصار میں سب سے پہلے سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے حسن وخوبی سے ان کی اتباع کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (التوبہ:100)

(5) فتح سے قبل مسلمان افرادی اور مادی طاقت کے لحاظ سے کم تھے۔ مسلمان مالی طور پر مشکلات کا شکار تھے۔ ایسے حالات میں خرچ کرنا دل گردے کا کام تھا۔ فتح کے بعد یہ صورتحال بدل گئی۔ مسلمانوں کے مالی حالات بہتر ہو گئے۔ مسلمانوں کی افرادی اور مالی طاقت میں بھی اضافہ ہوا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دونوں ادوار میں خرچ اور جہاد کر کے اجر پانا برابر نہیں ہے۔

(6) سیدنا خالد بن ولید اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ باتوں کا تبادلہ ہوگیا۔ خالد نے عبدالرحمن سے کہا: تم لوگوں پر اس لیے دست درازی کرتے ہو کہ کچھ دن تم ان سے پہلے اسلام لے آئے ہو؟ اس بات کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے ان ساتھیوں کو چھوڑ دو۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم احد پہاڑ کے یا پہاڑوں کے برابر بھی سونا خرچ کر دو تو بھی ان کے اعمال کو نہیں پہنچ سکتے۔'' (مسند احمد:13819)

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے صحابہ کو برا نہ کہو، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی وہ ان کے خرچ کردہ تین پاؤ اناج کے ثواب کو نہیں پہنچے گا اور نہ اس کے نصف (ڈیڑھ پاؤ) کو پہنچے گا۔'' (بخاری:3673)

(8) رسول اللہ ﷺ نے سب سے مقدم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رکھا کیونکہ وہ ایمان لانے میں، انفاق میں، جہاد میں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سب سے آگے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے آگے کیا اور اسی بنیاد پر مومنوں نے خلافت میں انہیں آگے کیا۔

(9)﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھے بدلے کا ہی وعدہ کیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے فتح سے پہلے اور فتح کے بعد اسلام لانے والوں کے لئے جنت کا وعدہ کیا۔

(10)ان دونوں گروہوں کا اجر تو یکساں نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کی حقیقت سے باخبر ہے۔

(11)﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خوب باخبر ہے'' جس نیت سے کسی نے خرچ کیا ہو اللہ تعالیٰ اس سے خوب باخبر ہے۔ جس قدر اخلاص نیت اور ایمان کی پختگی کے ساتھ کوئی خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اسی نسبت سے اس کا اجر بڑھائے گا۔ (تیسیر القرآن:4/373)

(12)اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی رو سے دونوں کے درجوں میں فرق رکھا ہے کیونکہ پہلوں میں جو کامل اخلاق پائے جاتے ہیں وہ دوسروں میں نہیں ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے خبیر ہونے کے یقین کے کسی شخص پر کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے خبیر ہونے کا یقین انسان پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ انسان اپنے اعمال کے بارے میں فکر مند ہوجاتا ہے۔

(2)انسان اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کے یقین سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگ دوڑ والے کام زیادہ تیزی سے کرنے لگتا ہے۔

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾

''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ تو وہ اُسے کئی گنا تک اُس کے لئے بڑھا دے اور اُسی کے لیے باعزت اجر ہے'' (11)

سوال: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی جو ترغیب دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ ... كَرِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ﴾ ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے؟'' یعنی اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے قرض دے۔

(2)﴿قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''قرضِ حسنہ'' یعنی قرض جس سے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی رضا مطلوب نہ ہو۔ (ایسر التفاسیر:1581)

(3)اس سے مراد پاک اور طیب مال ہے جسے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کی رضا کے مطابق، حلال اور طیب مال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے نہایت خوش دلی کے ساتھ خرچ کیا جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اس انفاق کو ''قرض'' کے نام سے موسوم کیا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مال اسی کا مال اور یہ بندے اسی کے بندے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2702/3)

(4) ﴿فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ﴾ ''تو وہ اُسے کئی گنا تک اُس کے لئے بڑھا دے'' یعنی ایک درہم کے بدلے میں سات سو درہم۔

(5) اللہ تعالیٰ نے اس مال کو کئی گنا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ مال آخرت میں کئی گنا بڑھایا جائے گا۔ اس روز ہر انسان پر اپنی ضرورت واضح ہو جائے گی۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اُگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (البقرہ:261)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب (تم میں سے) کوئی شخص پاک مال سے صدقہ دیتا ہے اور اللہ پاک مال ہی قبول فرماتا ہے، تو ہوتا یہ ہے کہ رحمٰن اس صدقے کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لے لیتا ہے، خواہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ پھر وہ صدقہ رحمٰن کی ہتھیلی میں بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ پہاڑ سے بڑا ہو جاتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ صدقے کی اس طرح پرورش کرتا ہے) جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے۔'' (مسلم:2342)

(8) خُریم بن فاتِک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اس کے لیے سات سو گنا اجر لکھا جاتا ہے۔'' (جامع ترمذی:1625)

(9) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ایک اونٹنی لے کر آیا جس کو مہار ڈالی ہوئی تھی۔ عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (صدقہ) ہے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تیرے پاس قیامت کے دن اس کے بدلے سات سو اونٹنیاں ہوں گی جن کی مہار ڈالی ہوئی ہوگی۔'' (صحیح مسلم:4897) (10) ﴿وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾ ''اور اسی کے لیے باعزت اجر ہے'' یعنی قیامت کے دن اور وہ جنت ہے جو ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کا گھر ہے۔ (ایسر التفاسیر:1581)

﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ

''جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

آج ایسے باغات کی تمہیں خوشخبری ہو جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، اس میں ہمیشہ کے رہائشی ہو، یہی بڑی کامیابی ہے" (12)

سوال 1: مومنوں کو قیامت کے روز اعمال کے مطابق نور ملے گا، اس کی وضاحت ﴿يَوْمَ ... الْعَظِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾ "جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں دوڑ رہا ہوگا" یعنی جب قیامت کا دن ہوگا تو سورج کو لپیٹ دیا جائے گا، چاند بے نور ہو جائے گا، تمام لوگ اندھیرے میں ہوں گے اور جہنم کے اوپر پل صراط نصب کر دیا جائے گا' تب تو مومنین اور مومنات کو دیکھے گا کہ ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے دائیں چل رہی ہوگی اور وہ اس نہایت مشکل اور ہولناک مقام پر، اپنے ایمان اور روشنی کے ساتھ جا رہے ہوں گے، ہر شخص کو اپنے اپنے ایمان کی مقدار کے مطابق روشنی حاصل ہوگی۔ (تفسیر سعدی: 2703/3)

(2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان میں بعض کا نور پہاڑوں کے برابر ہوگا اور بعض کا کھجوروں کے درختوں کے برابر اور بعض کا کھڑے انسان کے قد کے برابر۔ سب سے کم نور جس گناہ گار مومن کا ہوگا اس کے انگوٹھے پر ہوگا جو کبھی روشن ہوگا کبھی بجھ جاتا ہوگا۔ (ابن جریر) (3) سیدنا جنادہ بن ابوامیہ فرماتے ہیں: لوگو! تمہارے نام ولدیت کے اور خاص نشانیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھے ہوئے ہیں، اس طرح تمہارا ہر ظاہر باطن عمل بھی وہاں لکھا ہوا ہے۔ قیامت کے دن نام لے کر پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ اے فلاں! یہ تیرا نور ہے اور اے فلاں تیرے لئے کوئی نور ہمارے ہاں نہیں، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (ابن کثیر: 275,276/5)

(4) رب العزت کا فرمان ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ۔ تمہارا رب قریب ہے کہ تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے اور تمہیں داخل کر دے ان باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ نبی کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہ کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمارا نور مکمل کر دے اور ہمیں بخش دے، بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (التحریم:8)

(5) ﴿بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''آج ایسے باغات کی تمہیں خوشخبری ہو جن کے نیچے نہریں جاری ہیں'' فرشتے جنت کی خوشخبری دیں گے جو اہل ایمان کو بے حد محبوب ہوگی کیونکہ اس کے بعد وہ ہر خوف سے نجات پا جائیں گے انہیں ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ٹھہرایا جائے گا۔

(6) ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یہی بڑی کامیابی ہے'' یعنی وہ دوزخ سے نجات پا کر جنت میں داخل ہوں گے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اس سے بڑی کوئی کامیابی نہیں۔

سوال 2: نیک اعمال اور دائیں جانب کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

جواب: نیک اعمال اور دائیں جانب کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ اہل جنت کو اعمال نامہ بھی دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے ایک شخص اندھیرے میں روشنی کا کوئی آلہ مثلاً لالٹین، لیمپ یا ٹارچ عموماً اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر چلتا ہے اس کی روشنی سامنے اور دائیں ہاتھ پر تو خوب پڑتی ہے مگر بائیں ہاتھ یا پیچھے بھی روشنی پڑتی تو ہے مگر بہت کم۔ یہی حال اس دن ہوگا آگے جو روشنی پڑے گی اس کا تعلق دل سے ہے جس قدر کسی کا دل ایمان کی پختگی اور اس کے نور سے منور ہوگا اتنی ہی زیادہ اس کے آگے روشنی ہوگی اور دائیں طرف کی روشنی کا تعلق اس کے اعمال صالحہ سے ہوگا۔ (تیسیر القرآن: 374/4)

﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ﴾

''جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔''

﴿قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ﴾

کہا جائے گا: اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کچھ نور تلاش کرو'' چنانچہ اُن کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا،

﴿الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾

اُس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی اور اُس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا'' (13)

سوال: قیامت کے دن منافقین کے حال کی وضاحت ﴿يَوْمَ يَقُوْلُ ... قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾''جس دن منافق مرداور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے:''منافق مرداور عورتیں اس وقت کہیں گے''جب منافقین دیکھیں گے کہ مومن مرداور عورتیں روشنی میں چلے جارہے ہیں اس موقع پر مومن دعا کریں گے:﴿رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾''اے ہمارے رب!ہمارانور مکمل کردے اور ہمیں بخش دے،بلاشبہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''(التحریم:8)یہ معاملہ پل صراط پر ہوگااور منافق دیکھیں گے کہ ان کی روشنی بجھ چکی ہے تو وہ حیران و پریشان ہوکر کہیں گے۔

(2)﴿اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ﴾''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں''منافق اپنے مومن بھائیوں سے کہیں گے کہ آپ ٹھہر جاؤ تا کہ ہم آپ کی روشنی سے فائدہ اٹھالیں اور کچھ روشنی لے کر اندر چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں۔

(3)﴿قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا﴾''کہا جائے گا:اپنے پیچھے لوٹ جاؤ،پھر کچھ نور تلاش کرو''یہ بات ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہی جائے گی کہ جاؤ اپنی دنیا کی طرف چلے جاؤ جہاں سے تم نور حاصل کر سکتے ہو جب تم شرک اور نافرمانی کے کام چھوڑ کر ایمان اور نیک عمل کرو پھر وہ لوٹیں گے تو کچھ نہ پائیں گے۔(ایسر التفاسیر:1583)

(4)پیچھے لوٹنا ناممکن اور محال ہوگا۔

(5)﴿فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ﴾''چنانچہ ان کے درمیان حائل کردی جائے گی''یعنی مومنوں اور منافقوں کے درمیان حائل کردی جائے گی۔

(6)﴿بِسُوْرٍ﴾''دیوار''ایک ایسی دیوار جس کو عبور نہ کیا جاسکے گا یہ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک محفوظ رکاوٹ ہوگی۔

(7)﴿لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ﴾''اس میں ایک دروازہ ہوگا،اس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی''اس دیوار میں ایک دروازہ ہوگا۔جس کی اندرونی جانب رحمت ہوگی یعنی مومنوں کے حصے میں۔

(8)﴿وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾''اور اُس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا''باہر کی جانب جہاں منافق ہوں گے وہاں عذاب ہوگا۔

﴿يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ

''وہ اُن کو آوازیں دیں گے:''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟''وہ کہیں گے:''کیوں نہیں لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ

اور تم انتظار ہی کرتے رہے اور تم نے شک کیا اور فضول تمناؤں نے تمہیں دھوکہ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا اور اس دھوکے باز

بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾

نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں دھوکہ دیا" (14)

سوال 1: منافق مرد اور عورتیں مومن مرد اور عورتوں کو پکار کر کیا کہیں گے، اس کی وضاحت ﴿يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يُنَادُوْنَهُمْ﴾ "وہ اُن کو آوازیں دیں گے" منافق اہل ایمان کو پکاریں گے۔ ان سے نہایت عاجزی کے ساتھ رحم کی درخواست کریں گے۔

(2) ﴿اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ﴾ "کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟" کیا دنیا میں ایمان اور اطاعت کے کام کرنے میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ کیا ہم اکٹھے نمازیں نہیں پڑھتے تھے، روزے نہیں رکھتے تھے، جہاد نہیں کرتے تھے، جو عمل تم کرتے تھے کیا ہم وہ عمل نہیں کرتے تھے؟

سوال 2: مومن منافقوں کو کیا جواب دیں گے، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا بَلٰى﴾ "وہ کہیں گے: "کیوں نہیں" مومن جواب دیں گے یہ سچ ہے کہ دنیا میں تم ہمارے ساتھ تھے اور بظاہر ہم ایک جیسے عمل کرتے تھے مگر تمہارے اعمال، ایمان سے، خالص نیتوں سے اور دین داری کی سچی روح سے خالی تھے۔

(2) ﴿وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ "لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا" یعنی نفاق نے جو باطنی کفر ہے اور اسلام اور مسلمانوں سے بغض نے تمہیں فتنے میں ڈال دیا۔ (ایسر التفاسیر: 1583)

(3) تمہاری شہوات اور معاصی نے تمہیں فتنے میں ڈال دیا۔

(4) ﴿وَتَرَبَّصْتُمْ﴾ "اور تم انتظار ہی کرتے رہے" اور تم مسلمانوں کی شکست کے انتظار میں رہے۔

(5) تم محمد ﷺ کی موت کے انتظار میں رہے کہ وہ وفات پائیں اور تم راحت پاؤ۔ (تفسیر وسیط: 2401/4)

(6) ﴿وَارْتَبْتُمْ﴾ "اور تم نے شک کیا" اور تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی ﷺ کی نبوت سے اور بعث بعد الموت سے شک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں پڑے رہے۔(تفسیر قاسمی:44/16)(7)اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبروں کے بارے میں تم شک میں پڑے رہے۔

(8)﴿وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ﴾''اور فضول تمناؤں نے تمہیں دھوکہ دیا''جھوٹی تمناؤں نے تمہیں فریب دیا کہ اللہ تعالیٰ بڑا غفور ورحیم ہے، ذرہ نواز ہے، اس کی رحمت بڑی وسیع ہے، ہمیں بھی بخش دے گا۔

(9)تم یہ سمجھتے تھے کہ مومنوں کے مقام پر پہنچ جاؤ گے اور تمہارا حال یہ تھا کہ تم یقین کی دولت سے تہی دامن تھے۔ (تفسیر سعدی:2704/3)

(10)﴿حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ﴾''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا''یعنی موت آ گئی یا اس کا اپنے رسول ﷺ سے کیے ہوئے وعدے کا وقت آ گیا یا اس کا دین غالب آ گیا یا آگ کا عذاب آ گیا۔(تفسیر قاسمی:44/16)

(11)﴿وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾''اور اُس دھوکے باز نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں تمہیں دھوکہ دیا''بڑے دھوکے باز سے مراد شیطان ہے۔شیطان نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں دھوکے میں رکھا یہاں تک کہ تم قبر میں جا پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوزخ میں ڈال دیا۔

﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ

''سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی اُن لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا،تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے، وہی تمہارا

مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

دوست ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے''(15)

سوال:منافق مردوں اور عورتوں کو جو فیصلہ سنایا جائے گا،اس کی وضاحت﴿فَالْيَوْمَ ... وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾''سو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی اُن لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا''منافقوں سے کہا جائے گا آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا اگرچہ تم زمین بھر سونا فدیے میں دو۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے تو اُن میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگرچہ وہ اُس کو فدیے میں دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور اُن کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔" (آل عمران:91)

(2)﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۚ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾"جن لوگوں نے اپنے رب کی بات قبول کرلی ان کے لیے بھلائی ہے اور جن لوگوں نے قبول نہیں کی اگر ان کے پاس واقعتاً وہ سب ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ اس کو ضرور فدیے میں دے دیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔" (الرعد:18)

(3)﴿مَاْوٰىكُمُ النَّارُ﴾"تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے" یعنی تمہارا ٹھکانہ آگ ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

(4)﴿هِيَ مَوْلٰىكُمْ﴾"وہی تمہارا دوست ہے" یعنی جہنم تمہارا والی ہے۔ وہی تمہارا گھر، وہی تمہارے لائق ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (۸) فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (۹) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ (۱۰) نَارٌ حَامِيَةٌ (۱۱)﴾"اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ تو اُس کا ٹھکانہ گہری کھائی ہوگا اور تم کیا جانو کیا ہے وہ؟ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔" (القارعۃ:8-11)

(5)﴿وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾"اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے" جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے۔ ایسی ساتھی جو جدا نہ ہو! ہمیشہ کی ساتھی اور رفیق!

﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ

"کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اُس کے لیے

وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ

جھک جائیں؟ اور وہ اُن لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر جب لمبی مدت گزر گئی تو اُن کے دل سخت

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾

ہو گئے اور اُن میں سے اکثریت نافرمان ہے" (16)

سوال 1: خشوع کی ترغیب اور اہل کتاب جیسا بننے کی ممانعت کی وضاحت﴿اَلَمْ ... فٰسِقُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں اہل ایمان کو خشوع کی ترغیب دی گئی ہے اور اہل کتاب جیسا بننے سے منع کیا گیا ہے۔

(2) ابن ابی شیبہ نے عبدالعزیز بن ابی رواد سے روایت کیا ہے کہ اصحاب رسول اکرم ﷺ میں ہنسی و مذاق ظاہر ہوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس:3/334،335)

(3) اور ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حیان سے روایت کیا ہے کہ اصحاب نبی اکرم ﷺ نے کچھ مذاق کیا اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ کیا ایمان والوں کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا۔ (تفسیر ابن عباس:3/ 334،335)

(4) ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا﴾ ''کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا'' یعنی کیا مومنوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا۔

(5) ﴿اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے جھک جائیں؟'' یعنی ان کے دل نرم پڑ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے، تلاوت قرآن سے ان کے دل ڈر جائیں۔

(6) ﴿وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''اور جو حق نازل ہوا ہے'' یعنی ان کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے قرآن کے لیے جھک جائیں۔ وہ اسے توجہ سے سنیں اور خوشی خوشی عمل کریں۔

(7) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمارے اسلام اور اس آیت کریمہ کے ذریعے سے سرزنش کرنے میں چار سال کا عرصہ تھا۔ (مسلم:3027)

(8) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس امت سے سب سے پہلے خشوع اٹھا لیا جائے گا حتیٰ کہ تمہیں ایک بھی خشوع کرنے والا نظر نہ آئے گا۔'' (صحیح الترغیب والترہیب:542)

(9) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کتاب وحکمت کے لیے جو اس نے نازل فرمائی ہے خشوع وخضوع کی ترغیب ہے۔ نیز اس امر کی ترغیب دلائی گئی ہے کہ اہل ایمان مواعظ الٰہیہ اور احکام شرعیہ سے نصیحت حاصل کریں اور ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہیں۔

(10) ﴿وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ﴾ ''اور وہ اُن لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر جب لمبی مدت گزر گئی'' یعنی ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جن پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی یعنی یہود ونصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا کہ ان کے دل سخت ہو گئے تو انہوں نے کتاب سے منہ موڑا اور غافل ہو گئے۔

(11) اللہ تعالیٰ کی کتاب تو اس لیے آتی ہے کہ لوگوں کے دل جھک جائیں، وہ خشوع اختیار کریں اور کتاب کے احکامات کو مان لیں اور اس کی اطاعت کریں۔

(12) وہ اس پر ثابت قدم نہ رہے۔ نہ اس کے احکامات پر قائم رہے حتیٰ کہ انبیاء کو گزرے لمبا عرصہ ہو گیا اور ان کے دلوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں غفلت نے جڑ پکڑ لی، ان کا ایمان کمزور پڑ گیا اور یقین زائل ہو گیا۔

(13)﴿فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ ''تو اُن کے دل سخت ہو گئے'' یعنی ان کے دل پتھروں کی طرح یا سختی میں اس سے بھی بڑھ گئے۔(14) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ دنیا کی طرف جھک گئے اور قرآن کی نصیحتوں سے منہ موڑ لیا۔(تفسیر البحر المحیط:8/223)

(15) انہوں نے انبیاء کے جانے کے بعد کتاب بدل ڈالی، اس کے معنی غلط بیان کیے، اس کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کے دین میں انہوں نے تقلید کا راستہ اختیار کیا اور انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنایا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پتھر بنا دیئے۔ اب ان میں نصیحت اثر نہیں کرتی۔ ان کے دل وعدوں سے نہیں کھلتے اور وعیدوں سے نہیں جھکتے۔ ان کے دلوں میں ایمان نہیں، عمل شریعت کے خلاف ہیں۔ دل بگڑے، تو عمل بھی اجڑے۔ ایمان اڑا تو عمل بھی صلاح وتقویٰ سے محروم ہوئے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''چنانچہ ان کے اپنا معاہدہ توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور جو نصیحت انہیں کی گئی تھی اس کے ایک حصے کو وہ بھلا بیٹھے ہیں ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا، اور آپ ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت سے آگاہ ہوتے رہیں گے، چنانچہ آپ ان کو معاف کر دیں اور ان سے درگزر کریں یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (المائدہ:13)(مختصر ابن کثیر:2/2006)

(16)﴿وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثریت نافرمان ہے'' یعنی ان کے دل کی سختی کا یہ نتیجہ نکلا کہ انہوں نے وعظ ونصیحت کو چھوڑ دیا تو ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہو گئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے نکل گئے۔

(17) فاسق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کچھ احکامات کو پورا کرتا ہے کچھ کو نہیں کرتا۔

سوال 2: کسی شخص کا دل اللہ تعالیٰ کی آیات کے لیے کیسے کھلتا ہے؟

جواب: رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۲۲) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟ (کسی کافر جیسا ہو سکتا ہے) پس اُن کے لیے تباہی ہے جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔" (الزمر: 23,22)

سوال 3: دل کیسے نرم اور کیسے سخت ہو جاتے ہیں؟

جواب: (1) جو رب زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی دیتا ہے وہی سخت دلوں کو نرم کر دیتا ہے۔

(2) دل ہر وقت اس امر کے محتاج ہیں کہ وہ اس کتاب سے نصیحت حاصل کرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور حکمت کی گفتگو کرتے رہیں، اس کتاب سے غفلت نہ برتی جائے کیونکہ یہ چیز دل کی سختی اور آنکھ کے جمود کا سبب بنتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2705/3)

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ

"یقین جانو اللہ تعالیٰ ہی زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، یقیناً ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾

تاکہ تم سمجھو" (17)

سوال: اللہ تعالیٰ سخت دل بھی نرم فرما دیتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِعْلَمُوْٓا ... تَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِعْلَمُوْٓا﴾ "یقین جانو" خوب اچھے طریقے سے جان لو یعنی اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم حاصل کرو۔

(2) ﴿اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ "اللہ تعالیٰ ہی زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے" یعنی خشک زمین کو بارش سے سیراب فرما کر زندہ کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ سخت دل بھی نرم فرما دیتا ہے۔ وہ اجڑے دلوں کو ہدایت کے نور سے جگمگا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے گمراہی کے بعد ہدایت نصیب فرما دیتا ہے۔ وہ اپنے تمام کاموں کو انجام دینے میں حکمت، عدل اور خبر کے کمال سے کام لیتا ہے۔

(3) جو زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا وہ ایک دن مردوں کو بھی زندہ کرے گا اور انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔ (4) جو رب بارش کے پانی کے ذریعے زمین کو زندہ کرتا ہے وہی دلوں کو حق کے ذریعے زندہ کرتا ہے۔

(5) ﴿قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ "یقیناً ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سمجھو' اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اس لیے بیان فرمائی ہیں تا کہ ہم انہیں سمجھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات عقل کی راہنمائی کرتی ہیں۔

﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ

''صدقہ کرنے والے مرد اور عورتیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیا ہے بلاشبہ وہ اُن کو کئی گنا دیا جائے گا

وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾

اور اُن کے لیے بہت باعزت اجر ہے''(18)

سوال: صدقہ کرنے والوں کے اجر وثواب کی وضاحت ﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ ... كَرِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ﴾''یقیناً صدقہ کرنے والے مرد اور عورتیں'' اللہ تعالیٰ نے یہاں اس ثواب کو بیان کیا ہے جو ضرورت مندوں، فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں پر خرچ کرنے سے خیرات کرنے والوں کو ملے گا۔ اس کی شرط یہ ہے کہ یہ صدقہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔ ان اخلاص والوں کا اجر بڑھتا ہی رہے گا حتیٰ کہ ایک کے بدلے سات سو یا اس سے بھی زیادہ ملیں گے۔

(2)﴿وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیا ہے'' یعنی وہ بھلائی کے راستوں میں اپنا مال پیش کرتے ہیں جو ان کے رب کے ہاں ان کے لیے ذخیرہ بن جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:2706/3)

(3)﴿يُّضٰعَفُ لَهُمْ﴾''بلاشبہ وہ اُن کو کئی گنا دیا جائے گا'' یعنی نیکی کے ثواب کو دس گناہ اور سات سو گنا تک بڑھا دیا جائے گا۔

(4)﴿وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾''اور اُن کے لیے بہت باعزت اجر ہے'' یہ وہ اجر ہے جو جنت میں ان کے لیے تیار کر دیا گیا ہے جس کی کسی چیز کے بارے میں نہ کانوں نے سنا ہے، نہ آنکھوں نے دیکھا ہے۔﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ﴾(آمین)

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۚ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ

''اور جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے، وہی لوگ بہت سچے ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دینے

لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾

والے ہیں، اُن کے لیے ان کا اجر اور اُن کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں''(19)

ع 2 15

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: صدیقین اور شہداء کے اجر وثواب کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... وَنُوْرُهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے'' یعنی جو لوگ سچے دل سے اپنے رب اور الٰہ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اللہ تعالیٰ نے انہیں صدیق کہا ہے۔

(2) ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ﴾ ''وہی لوگ بہت سچے ہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق شمار کیے جاتے ہیں یعنی یہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کر کے صدیق بن جاتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے وعدوں کے اور اپنے قول کے پابند ہوتے ہیں اور اپنے اعمال میں سچے ہوتے ہیں۔ صدیق وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان، عمل صالح، علم نافع اور یقین صادق کے راستے کو مکمل کر لیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2707/3)

(3) ﴿وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''اور وہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دینے والے ہیں'' شہداء وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبے کے لیے جہاد کیا اور اپنے جان و مال کو خرچ کیا۔ (تفسیر سعدی)

(4) شہیدوں کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہوں گی۔ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی پھریں گی اور رات کو قندیلوں میں سہارا لیں گی ان کے رب نے ان کی طرف ایک بار دیکھا اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: یہ کہ تو ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج تا کہ ہم پھر تیری راہ میں جہاد کریں اور شہادت حاصل کریں۔ اللہ نے جواب دیا: یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی لوٹ کر پھر دنیا میں نہیں جائے گا۔ (صحیح مسلم: 1887)

(5) ابن ابی حاتم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز ان کے پاس کچھ حضرات صحابہ جمع تھے۔ انہوں نے فرمایا: ﴿كُلُّكُمْ صِدِّيْقٌ وَشَهِيْدٌ﴾ ''تم میں سے ہر ایک صدیق بھی ہے شہید بھی'' لوگوں نے تعجب سے کہا: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری بات کا یقین نہیں آتا تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۚ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (تفسیر معارف القرآن: 311/8)

(6) ﴿لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ﴾ ''اُن کے لیے ان کا اجر اور اُن کا نور ہے'' یعنی جنت میں ان کے لیے اجر عظیم ہے اور ان کا نور قیامت کے دن مکمل ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جنتی لوگ اپنے سے اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ہوئے مشرقی یا مغربی ستارے کو تم آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو۔'' لوگوں نے کہا: یہ درجے تو صرف انبیاء علیہم السلام کے ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔'' (صحیح بخاری: 3265)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔'' (النساء:69)

سوال 2: کافروں کے انجام کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ﴾ ''اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا اور اس کی توحید کا کفر کیا۔ انہوں نے قرآن کو جھٹلایا اور اس کے احکام کو نہ مانا۔

(2)﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ ''یہی لوگ دوزخی ہیں'' ایسے کافروں کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

(3) اہل جہنم ایسے کافر ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا۔

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي

''جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا

مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے،

ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ

پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾

اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں'' (20)

سوال 1: دنیاوی زندگی کھیل تماشا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِعْلَمُوْٓا ... الْغُرُوْرِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِعْلَمُوْٓا﴾ ''جان لو!'' رب العزت نے دنیا کی زندگی کی حقیقت کو جان لینے کا، اس کا علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔

(2)﴿اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ﴾ ''بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی ہے'' یعنی دنیا کی زندگی کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حقیقت بس اتنی ہے کہ وہ کھیل تماشا اور دل لگی ہے۔

(3) دنیا بس لہو ولعب ہے جس کے ساتھ بدن کھیلتے ہیں اور اس کی وجہ سے قلب غافل ہوتے ہیں۔ جو کچھ دنیا میں موجود ہے اور ابنائے دنیا سے جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ اس کا مصداق ہے۔ آپ ابنائے دنیا کو پائیں گے کہ انھوں نے اپنی عمر کے اوقات کو غفلت قلب میں صرف کیا اور وہ ذکر الٰہی اور آئندہ پیش آنے والے وعد و وعید سے غافل رہے۔ آپ اہل بیدار اور آخرت کے لیے عمل کرنے والوں کو ان کے برعکس دیکھیں گے کیونکہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کی معرفت اور اس کی محبت سے معمور ہیں۔ وہ اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے ایسے اعمال میں صرف کرتے ہیں جن کا فائدہ ان کو پہنچتا ہے اور دوسروں کو بھی پہنچتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2708,2707/3)

(4) ﴿وَزِيْنَةٌ﴾ ''اور زینت'' یعنی کھانے پینے، لباس گھروں وغیرہ کے ذریعے سے اپنے آپ کو خوش نما بنانا۔

(5) ﴿وَتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ﴾ ''اور تمہارا آپس میں فخر کرنا'' یعنی جو دنیا کا بیٹا ہے وہ ان چیزوں کو لے کر اپنی شان ثابت کرنا چاہتا ہے، دوسروں پر فخر کا اظہار کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہی غالب رہے اور اسی کو شہرت ملے۔

(6) عرب لوگ آباء اور حسب ونسب پر فخر کرتے تھے۔

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں جاہلیت کے چار کام ایسے ہیں جنھیں وہ نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب پر فخر کرنا، دوسروں کے نسب اور خاندان پر طعنہ زنی کرنا، تاروں کے اثر سے بارش ہونے کا عقیدہ رکھنا اور کسی مرنے والے پر بین کرنا۔'' (مسلم: کتاب الجنائز)

(8) سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔'' (مسلم: 2865)

(9) ﴿وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ﴾ ''اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے'' عرب جاہلیت میں مال اور اولاد کی کثرت پر فخر کرتے تھے۔ (قرطبی: 187/9)

(10) یعنی ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ وہ مال اور اولاد میں دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ دنیا سے محبت کرنے والے اور اس پر مطمئن رہنے والے اس کا مصداق ہیں۔ اس کے برعکس وہ شخص جو دنیا اور اس کی حقیقت کو جانتا ہے، وہ اسے مستقل ٹھکانا نہیں بناتا بلکہ اسے گزرگاہ خیال کرتا ہے، وہ ایسے اعمال میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں اور ایسے وسائل اختیار کرتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے اکرام وتکریم کے گھر تک پہنچاتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جو اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ دنیا، مال ومتاع اور اولاد کی کثرت میں مقابلہ کرتا ہے تو یہ اعمال صالحہ میں اس کا مقابلہ کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2708)

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنا دی گئی، جو عورتیں اور بیٹے اور سونا چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے اور نشان زدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔'' (آل عمران:14)

(12) ﴿كَمَثَلِ غَيْثٍ﴾ ''جیسے بارش کی مثال ہے'' غیث ایسی بارش کو کہتے ہیں جو انتظار اور ناامیدی کے بعد ہو۔

(13) ﴿اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ﴾ ''کہ اس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے'' رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔'' (الشوریٰ:28)

(14) اللہ تعالیٰ نے فانی دنیا کے لیے بارش کی مثال دی ہے جیسے بارش زمین پر برستی ہے اور نباتات کو سیراب کرتی ہے پھر اس سے مویشی، انسان، پرندے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔

(15) جس طرح ہرے بھرے کھیت سے کسان خوش ہوتا ہے ایسے ہی کافر دنیا میں مست اور مگن ہیں۔

(16) ﴿ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا﴾ ''پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے'' وہی کھیت جسے دیکھ کر کسان پھولا نہیں سماتا دیکھتے ہی دیکھتے خشک ہو کر پہلی حالت میں لوٹ جاتا ہے گویا وہاں کبھی ہریالی تھی ہی نہیں، سبزی کی بجائے زردی اور بہار کی بجائے خزاں آ جاتی ہے۔

(17) یہی حال دنیا کا ہے۔ دنیا کے بیٹے کو دنیا نہایت خوش نما لگتی ہے۔ وہ ہر طرف جو چاہتا ہے کرتا پھرتا ہے حتیٰ کہ تقدیر اس سے وہ سب کچھ چھین لیتی ہے اور اسے خالی ہاتھ دنیا سے روانہ ہونا پڑتا ہے۔ جوانی کی بہاریں، بھرپور شباب، خوب صورتیاں، امنگیں، ولولے، جذبات عمر کے ساتھ ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں اور موت آتی ہے تو انسان خالی ہاتھ روانہ ہو جاتا ہے۔

(18) آخرت کے لیے کیے جانے والے اعمال ہی کام آتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''دنیا کی زندگی کی مثال اُس پانی جیسی ہے جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا تو اُس سے زمین کی اُگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں اس میں سے جو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں یہاں تک کہ زمین نے اپنی رونق لے لی اور خوب مزین ہوگئی اور اس کے رہنے والوں نے یقین کرلیا کہ بے شک اب وہ اس پر قادر ہیں تو ہمارا حکم رات کو یا دن کو آ گیا تو ہم نے اُسے کٹی ہوئی کر دیا گویا کہ وہ کل یہاں کچھ بھی نہ تھی، ہم آیات کو ایسے ہی کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔'' (یونس:24)

(19) ﴿وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے'' آخرت میں دو میں سے ایک امر انسان کو لاحق ہو جاتا ہے یا تو اللہ تعالیٰ کی آگ، بیڑیاں، زنجیریں اور عذاب ہے یہ اس کا بدلہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو اور اس کی ملاقات کو جھٹلاتا ہے۔

(20) ﴿وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے'' جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر یقین رکھتا ہے اور اس کی فرماں برداری کرتا ہے اس کے لیے مغفرت ہے یعنی گناہوں کی بخشش اور رضوان یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا۔

(21) یہ اس شخص کے لیے ہے جس نے دنیا کی حیثیت کو سمجھ لیا اور آخرت کے لیے کوشش کی۔

(22) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا کہ اے اہل جنت! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں، ہر کام کے لیے تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے: کیا اب بھی ہم خوش نہ ہوں گے حالانکہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عنایت کی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عنایت نہیں کیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں اس سے بھی بڑھ کر تم کو ایک چیز سے سرفراز فرماتا ہوں۔ جنتی عرض کریں گے کہ اے پروردگار! وہ کیا چیز ہے جو اس سے بھی بہتر ہے؟ اللہ جل شانہ فرمائے گا کہ میں اپنی رضامندی تمہیں عطا کرتا ہوں، اب میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔'' (بخاری:7518)

(23) ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں'' یعنی دنیا ایسی متاع ہے جس سے ضروریات پوری کی جاتی ہیں، نفع اٹھایا جاتا ہے اور یہی دنیا ہے جس کے فریب میں انسان مبتلا ہو جاتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل ہے اور یقیناً آخرت کا گھر ہی اصلی زندگی ہے، کاش وہ جانتے ہوتے۔'' (العنکبوت:64)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(24)﴿اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ﴾ ''بلاشبہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور دل لگی ہے۔'' (محمد:36)

(25) دنیا کی زندگی اس کے لیے دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں جو دنیا کے دھوکے میں مبتلا رہا اور اس نے آخرت کے لیے کچھ نہ کیا۔

سوال 2: دنیا ظاہری نظروں سے عظیم نظر آتی ہے لیکن اصل میں معمولی چیز ہے، انسان کی نظر میں دنیا کیسے معمولی ہوسکتی ہے؟

جواب: (1) انسان جب اس دنیا کی زندگی کی حقیقت کو سمجھ جاتا ہے۔ (2) انسان جب اسے کائنات کی نظر سے دیکھتا ہے۔ (3) انسان جب دنیا کو آخرت کے مقابلے میں دیکھتا ہے تو دنیا معمولی نظر آتی ہے۔

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

''دوڑو اپنے رب کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جتنی ہے، اُن لوگوں کے لیے

اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے'' (21)

سوال 1: جنت اور مغفرت کی طرف مسابقت کے حکم کی وضاحت ﴿سَابِقُوْٓا ... الْعَظِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف'' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مغفرت، رضا اور جنت کی طرف مسابقت کا حکم دیا ہے اور یہ چیز مغفرت کے اسباب کے لیے کوشش کرنے، یعنی خالص توبہ اور نفع مند استغفار کرنے، گناہ اور گناہ کے اسباب سے دور رہنے ہی سے ممکن ہے، نیز عمل صالح کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف سبقت اور ان امور پر دوام کی حرص کرنے سے ممکن ہے جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے، یعنی خالق کی عبادت میں احسان اور مخلوق کو ہر لحاظ سے فائدہ پہنچا کر ان کے ساتھ حسن سلوک کے ذریعے ہی سے یہ چیز حاصل کی جاسکتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2709/3)

(2) ﴿وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ ''اور اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوڑائی جتنی ہے' اس سے مراد جنس آسمان وزمین ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔'' (آل عمران:133)

(3) یعنی بھاگ دوڑ کرنی ہے تو جنت کے لیے کرو اور بھاگ دوڑ ایمان میں، عمل صالح میں کرو۔

(4) ﴿اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾ ''تیار کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان میں دین کے تمام اصول وفروع داخل ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2709)

(5) ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے'' یعنی ہم نے جہنم میں گرانے والے اعمال کی جو نشان دہی کی ہے اور جنت پہنچانے والے اعمال کے بارے میں راہنمائی کی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

(6) ﴿يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے'' وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

(7) وہ جسے چاہتا ہے جنت کے راستے یعنی قرآن وسنت کے علم اور عمل کے راستے پر چلا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس علم سے محروم کر دیتا ہے۔ (8) وہ جسے چاہتا ہے اجر عظیم عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔

(9) ﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل والا ہے'' یعنی کوئی اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ (10) وہ فضل عظیم والا جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے جنت دیتا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے جس پر چاہے اپنا فضل فرماتا ہے۔ جسے چاہے عطا کر دے، جس سے چاہے روک لے جس سے روک لے، تو اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جس کو وہ کچھ دے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ ساری بھلائیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ (12) اللہ تعالیٰ ایمان کی دولت ان کو عطا کرتے ہیں جو کفر، فسق، شرک اور نافرمانیوں سے توبہ کر کے ایمان والی، عمل صالح والی زندگی اختیار کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایمان اور عمل صالح کی توفیق دیتا ہے۔

سوال 2: رب کی مغفرت اور جنت کے لیے کون مقابلہ کر سکتا ہے؟

جواب: رب کی مغفرت اور جنت کے لیے وہ مقابلہ کر سکتا ہے جس کی نظریں بلند افق پر ہوں، جو دنیا کے آگے کے جہان کو اپنا ہدف بنا چکا ہو اور جس نے اپنی گردن سے دنیا کی غلامی کا طوق اتار پھینکا ہو۔

سوال 3: دنیا میں لہو ولعب جمع کرنے کا مقابلہ کس کے درمیان ہے؟

جواب: یہ ان بچوں کا میدان ہے جن کی نظریں بلند افق پر نہیں ہوتیں، جو دنیا سے آگے دیکھنے کے قابل نہیں رہتے اور جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی غفلت اور کم عقلی انہیں کچھ سمجھنے کے قابل نہیں چھوڑتی۔

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ ہی تمہاری ذات میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اُسے پیدا کریں وہ ایک کتاب میں ہے۔

نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے''(22)

سوال1: انسان کو جو کچھ پہنچتا ہے وہ تقدیر کی وجہ سے ہے، اس کی وضاحت ﴿مَآ اَصَابَ ... يَسِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ﴾ ''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی قضا وقدر کے بارے میں خبر دی ہے کہ تمام مصائب جو زمین کی مخلوق پر آتے ہیں۔

(2)﴿وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور نہ ہی تمہاری ذات میں'' یعنی بیماریاں اور بچے کا وفات پا جانا۔

(3)﴿اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا﴾ ''مگر اس سے پہلے کہ ہم اُسے پیدا کریں وہ ایک کتاب میں ہے'' یعنی اس سے پہلے کہ اسے تخلیق کریں وہ لوح محفوظ میں موجود ہے۔

(4) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔ اس کا تخت پانی پر تھا، پھر اس نے آسمان پیدا کیے اور زمین پیدا کی اور ذکر (یعنی لوح محفوظ) میں ہر چیز کو ثبت فرما دیا۔'' (بخاری:7418)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھی اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔'' (مسلم:6748)

(6) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سراقہ مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ ہمارے لیے دین کو واضح کریں گویا کہ ہمیں ابھی پیدا کیا گیا ہے آج ہمارا عمل کس چیز کے مطابق ہے؟ کیا ان سے متعلق ہے جنہیں لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے یا اسی چیز سے متعلق ہیں جو ہمارے سامنے آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ ان سے متعلق ہیں جنہیں لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں اور تقدیر جاری ہو چکی ہے۔'' سراقہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر ہم عمل کیوں کریں؟ زہیر نے کہا: پھر ابوالزبیر نے کوئی کلمہ ادا کیا لیکن میں اسے سمجھ نہ سکا۔ میں نے پوچھا، آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمل کیے جاؤ ہر ایک کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا گیا ہے۔'' (مسلم:6735)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صادق ومصدوق رسول ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے۔ پھر اسی میں جما ہوا خون اتنی مدت رہتا ہے۔ پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کا رزق، عمر، عمل اور شقی یا سعید ہونا۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک تم میں سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جہنم کا سا عمل کر لیتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی اہل جہنم جیسے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جنت والا عمل کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔'' (بخاری: 7454)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کسی شخص کو اس کا عمل بہشت میں نہیں لے جا سکتا؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ کے اعمال بھی آپ کو بہشت میں نہیں لے جا سکیں گے؟ فرمایا: ''ہاں میرے اعمال بھی مجھے بہشت میں نہیں لے جا سکیں گے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔'' (بخاری: کتاب المرضی)

(9) ﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے'' یعنی وجود میں آنے سے پہلے چیزوں کا اندازہ لگانا اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے۔

سوال 2: مصائب میں کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے؟

جواب: (1) سب سے پہلے تو ایک مومن کو یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے، جزع وفزع کرنے سے اس کو ٹالا نہیں جا سکتا۔ (2) نقصان کا غم نہیں کرنا چاہیے۔ (3) مصیبت پہنچنے پر اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہنا چاہیے۔ (4) اللہ تعالیٰ صبر کا نعم البدل عطا کرتا ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''ہر وہ مسلمان شخص جس کو مصیبت اپنے نرغے میں لے لے اور وہ زبان سے وہی کلمات نکالے جس کے نکالنے کا اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حکم دیا ہے۔ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا﴾ ''ہم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری اس مصیبت میں ثواب سے نواز دے اور اس کا نعم البدل عطا فرما'' تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا سے اس کو نعم البدل عطا فرماتا ہے۔'' (مسلم: 918)

﴿لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ

''تاکہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور جو تمہیں وہ عطا کرے اس پر پھول نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کسی خود پسند،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾

فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا" (23)

سوال 1: صبر اور شکر کے حکم کی وضاحت ﴿لِّكَيْلَا ... فَخُوْرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ﴾ "تا کہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اور جو تمہیں وہ عطا کرے اس پر پھول نہ جاؤ" اس آیت میں رب العزت نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ خیر اور شر نازل ہونے پر انہیں کیا رویہ رکھنا چاہیے۔ ہر رویے کی بنیاد یقین پر ہے۔ رب العزت نے آگاہ فرمایا کہ خیر اور شر کا تعلق تقدیر سے ہے جس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ مصیبت پر صبر کریں اور نعمت ملنے پر اتراہٹ میں مبتلا نہ ہوں۔ (2) عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہر شخص خوش بھی ہوتا ہے اور غمگین بھی، خوشی پر شکر کرو اور غم پر صبر کرو۔ (تفسیر طبری: 27/273)

(3) صبر کے راستے کی بہت بڑی رکاوٹ غم ہے۔ اس لئے فرمایا تا کہ تم اس چیز پر غم نہ کھاؤ جو تم سے جاتی رہے۔

(4) شکر کے راستے کی رکاوٹ اتراہٹ ہے۔ اتراہٹ میں مبتلا شخص کسی نعمت کے بارے میں کب سوچتا ہے کہ یہ رب العزت کی عطا ہے۔ (5) جب کوئی خیر و شر کے بارے میں یقین کر لیتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے تو اس کے مطابق مطلوبہ صبر اور شکر کرنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔

(6) ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کسی خود پسند، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا" یعنی اگر تمہیں رب العزت کی جانب سے بھلائی ملے تو تکبر نہ کرو، فخر نہ جتاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تمہاری ذاتی کوششوں کا ثمرہ نہیں بلکہ تمہارے مقدر میں تھا اور تمہیں لامحالہ پہنچنا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو فخر و مباہات کا ذریعہ نہ بناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مغرور شیخی خورے کو محبوب نہیں رکھتا جو خود کو بڑا سمجھتا ہو اور غیروں پر اپنی بڑائی جتاتا اور شیخیاں بگھارتا ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 2/2011)

(7) مختال نعمت پر تکبر کرنے والے کو کہتے ہیں اور فخور لوگوں پر فخر جتلانے والے کو کہتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے تکلیف اور صدمے پر غم منانے سے روکا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے تکلیف پر اس غم کو روکا ہے جو انسان کو ناجائز کاموں تک پہنچا دیتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے انسان کا رُخ صبر کی طرف موڑا ہے جہاں اس کے لیے دکھ نہیں تسکین ہے۔ (i) اس کی وجہ سے انسان کا وقت ضائع نہیں ہوتا جب کہ غم منانے میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ (ii) اس کی وجہ سے انسان کی قوتیں ضائع نہیں ہوتیں جب کہ غم منانا قوتوں کا ضیاع ہے۔ (iii) اس کی وجہ سے انسان ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے کیونکہ غم انسان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوکھا جاتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے خوشی کے موقع پر اتراہٹ سے روک کر شکر کا مطالبہ کیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: خوشیوں، نعمتوں، کامیابیوں پر خوش ہونا ایک فطری امر ہے۔ لیکن یہی خوشی انسان کو اتراہٹ میں، غرور اور تکبر میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس طرح انسان کو ناجائز کاموں تک پہنچا دیتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی سوچ اور عمل کا رخ خوشیاں، نعمتیں اور خامیاں عطا کرنے والے کی طرف موڑ کر شکر کا مطالبہ کیا ہے۔ شکر میں انسان کے لیے تسکین ہے۔

(1) شکر کی وجہ سے انسان کی سوچ درست رہتی ہے۔ (2) شکر کی وجہ سے انسان کا مزاج درست رہتا ہے۔

(3) شکر کی وجہ سے توجہ رب کی طرف رہتی ہے۔

(4) شکر کی وجہ سے انسان ذات کے گھن چکر سے نکل آتا ہے اور بلندیوں کی طرف بھاگ دوڑ کرتا ہے۔

(5) شکر کی وجہ سے انسان کے وقت میں برکت ہوتی ہے۔ (6) شکر کی وجہ سے انسان کی قوتوں میں برکت ہوتی ہے۔

(7) شکر کی وجہ سے انسان ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے۔

(8) شکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نعمتوں میں اور اضافہ فرماتے ہیں۔

سوال4: خوشیاں اور غم زندگی کا حصہ ہیں، انسان دونوں حالتوں میں اپنے آپ کو اعتدال میں کیسے رکھے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ خیر اور شر کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ مومن خیر کے موقع پر شکر اور مصیبت پر صبر کر کے اعتدال اختیار کرتا ہے۔

(2) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ عجیب ہے اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بھلائی کا ہے اور یہ بات مومن کے سوا کسی اور کو میسر نہیں۔ اسے خوشی اور خوشحالی ملے تو شکر کرتا ہے اور یہ اس کے لیے اچھا ہوتا ہے اور اسے کوئی نقصان پہنچے تو (اللہ کی رضا کے لیے) صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لیے بھلائی ہوتی ہے۔'' (مسلم: 7500)

﴿ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾

''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو شخص منہ موڑ جائے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا بے پرواہ، بہت تعریفوں والا ہے'' (24)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: بخیل کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿الَّذِيْنَ ... هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں بخیل کی مذمت کی گئی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾ ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں'' یعنی جو دو برے کاموں کو اکٹھا کر دیتے ہیں یعنی خود بھی وہ نہیں دیتے جو ان پر واجب ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی دینے سے روکتے ہیں۔

(2) بخل واجب حقوق کی ادائیگی سے باز رہنے کو کہتے ہیں۔

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوۃ نہیں ادا کی تو قیامت کے دن اس کا مال نہایت زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا۔ اس کی آنکھوں کے پاس دو سیاہ نقطے ہوں گے جیسے سانپ کے ہوتے ہیں پھر وہ سانپ اس کے دونوں جبڑوں سے اسے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ''وہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو کچھ اپنے فضل سے دیا ہے وہ اس پر بخل سے کام لیتے ہیں کہ ان کا مال ان کے لیے بہتر ہے بلکہ وہ برا ہے۔ جس مال کے معاملہ میں انہوں نے بخل کیا قیامت میں اس کا طوق بنا کر ان کی گردن میں ڈالا جائے گا۔'' (آل عمران:180)(بخاری:1403)

(4) ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ﴾ ''اور جو شخص منہ موڑ جائے'' جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے منہ موڑتا ہے تو وہ اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتا ہے۔ (5) یہاں منہ پھیرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے منہ پھیرنا ہے۔

(6) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا بے پرواہ ہے'' جس کا غنا اس کی ذات کے لوازمات میں سے ہے جو آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا مالک ہے اور جس نے اپنے بندوں کو غنی اور مال دار بنایا۔ ﴿الْحَمِيْدُ﴾ ''بہت تعریفوں والا ہے'' وہ ہستی ہے جس کا ہر نام اچھا، ہر وصف کامل اور ہر فعل خوب صورت ہے، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی حمد و ثنا بیان کی جائے اور اس کی تعظیم کی جائے۔ (تفسیر سعدی:2711/3)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم بھی کفر کرو گے اور زمین کی تمام مخلوق بھی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پرواہ، بے حد تعریف والا ہے۔'' (ابراہیم:8)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات الغنی اور الحمید کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے بخل پر اپنے الغنی ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ محتاج نہیں انسان محتاج ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے رویوں پر اپنے الحمید ہونے کا شعور دلایا ہے۔اتراہٹ قابل مذمت ہے اور جزع وفزع کرنا بھی قابل مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک، اپنی ذات میں آپ محمود ہے اور قابل تعریف ہے۔

سوال 3: فخر وغرور، بخل اور مسئلہ تقدیر کے درمیان کیا تعلق ہے؟

جواب: (1)تقدیر کے عقیدے کی درستگی کی وجہ سے انسان کے رویے درست ہوتے ہیں اور تقدیر کے عقیدے کی خرابی سے انسان کے رویے خراب ہوتے ہیں۔

(2)جو انسان یہ شعور رکھتا ہے کہ اسے جو کچھ پیش آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے تو وہ فخر وغرور اور تکبر میں مبتلا نہیں ہوتا نہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے میں کمی کرتا ہے، نہ بخل کرتا ہے، نہ بخل کی دعوت دیتا ہے۔

(3)اور جو لوگ اس حقیقت کا سچا شعور نہیں رکھتے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آتی ہے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو حاصل کیا ان کا اپنا کمال ہے۔اس لیے وہ غرور اور تکبر میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھر وہ نیکی کے راستے میں خرچ نہیں کرتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہلیت رکھتے تو یہ بھی کما لیتے۔

(4)جو لوگ اس حقیقت کا سچا شعور نہیں رکھتے کہ جو کچھ انسان کو پیش آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ مصیبت پر جزع وفزع کرتے ہیں یا غم مناتے ہیں اور شکست خوردہ ہو کر Depress رہتے ہیں گویا ان کا رب سے مقابلہ لگا ہوا تھا نعوذ باللہ جس میں وہ شکست کھا گئے۔بندے اور رب کا کیا مقابلہ؟ اس کائنات میں فقط اللہ تعالیٰ کا ارادہ کام کرتا ہے اور بندے کو جان لینا چاہیے کہ اس کی رضا پر راضی ہونا ہی دراصل اس کی حیات کا راز ہے۔

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ

"بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ ہم نے کتاب اور میزان بھی نازل کی تاکہ لوگ

بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ

انصاف قائم کریں اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں سخت لڑائی کا (سامان) اور لوگوں کے لیے فوائد ہیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے

يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾

کہ کون بن دیکھے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے" (25)

ع 3 6 19

سوال 1: انبیائے کرام علیہم السلام کو معجزات اور عدل وحق کے ساتھ بھیجا گیا، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا ...

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿بِالْقِسْطِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''بلاشبہ یقیناہم نے اپنے رسولوں کوواضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا'' یعنی ہم نے رسولوں کوایسے دلائل، معجزات اور علامات کے ساتھ بھیجا ہے جوان کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں۔

(2)﴿وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ﴾ ''اوراُن کے ساتھ ہم نے کتاب نازل کی'' الکتاب ان تمام کتابوں کوشامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا۔یعنی انہیں آسمانی کتابیں دیں جو سچی تھیں۔

(3)﴿وَالْمِيْزَانَ﴾ ''اور میزان بھی'' اور عدل کے معیاری اصول دیے۔اور میزان اقوال وافعال میں عدل کا نام ہے۔وہ دین جوتمام رسول لے کرآئے وہ اوامر ونواہی اور مخلوق کے تمام معاملات، تمام جرائم، حدود، قصاص اور وراثت کے معاملات وغیرہ میں، سراسر عدل وانصاف پر مبنی ہے۔(تفسیر سعدی:2712/3)

(4)اس سے مراد وہ حق ہے جس کی صحیح اور مستقیم عقلیں بھی شہادت دیتی ہیں جو فاسد آراء کی مخالف ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾ ''توکیاوہ شخص جواپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہواور ایک گواہ اس کی طرف سے اس کی تائید کررہا ہو۔'' (ھود:17) اور فرمایا:﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پراُس نے لوگوں کو پیدا کیا۔'' (الروم:30)(المصباح المنیر:123/6)

(5)﴿لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ''تاکہ لوگ انصاف قائم کریں'' تاکہ لوگ اپنی زندگی میں عدل پر قائم رہیں۔یہ تبھی ممکن ہے جب وہ دین پر چلیں۔

(6)اس آیت میں یہ دلیل ملتی ہے کہ تمام انبیاء شریعت کے قاعدے پر یقین رکھتے ہیں اور وہ ہے عدل کو قائم کرنا۔

سوال 2: لوہے کے فوائد کی وضاحت ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ ... لِلنَّاسِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں سخت لڑائی کا (سامان)'' یعنی لوہے سے جنگی ساز وسامان اسلحہ وغیرہ بنتا ہے۔

(2)یعنی لوہا حق کے مخالف سے حق منوا دیتا ہے۔یعنی دلیل کو کوئی تسلیم نہ کرے تو اسلحہ فیصلہ کر دیتا ہے جس سے دشمن رُعب میں آجاتے ہیں۔

(3)﴿وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ''اور لوگوں کے لیے فوائد ہیں'' ان منافع کا تعلق صنعت وحرفت سے بھی ہے اور مختلف قسم کے زرعی آلات سے بھی اور کھانے پکانے کے برتنوں سے بھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال3:﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ ... عَزِيْزٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ﴾"اور تا کہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ کون بن دیکھے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے؟"یعنی اللہ تعالیٰ نے کتاب اور لوہا اس لیے نازل فرمایا کہ وہ اس کے ذریعے سے آزمائش کا بازار گرم کرے تا کہ واضح ہو جائے کہ کون اس حالت غیب میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں جس میں وہ ایمان فائدہ دیتا ہے جو مشاہدہ سے قبل ہو، مشاہدہ کے اندر ایمان کے وجود کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ تب تو ایمان ضروری اور اضطراری ہوگا۔(تفسیر سعدی:2712/3)

(2)اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے کتاب اور لوہے کو اکٹھا بیان کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان دونوں چیزوں کے ذریعے سے اپنے دین کو نصرت عطا کرتا ہے اور وہ اپنے کلمے کو کتاب کے ذریعے سے جس میں حجت و برہان ہے اور سیف ناصر کے ذریعے سے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ بلند کرتا ہے۔دونوں عدل وانصاف قائم کرتی ہیں جس کے ذریعے سے باری تعالیٰ کی حکمت، اس کے کمال اور اس کی شریعت کے کمال پر استدلال کیا جاتا ہے جس کو اس نے اپنے رسولوں کی زبان پر مشروع فرمایا۔(تفسیر سعدی:2713/3)

(3)تا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے یعنی اس کے بندوں کے بارے میں کہ کون نیک ارادوں سے ہتھیار اٹھاتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی لاج باقی رکھ لے۔

(4)﴿اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾"بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے"یعنی اسے کوئی عاجز کر سکتا ہے نہ کوئی بھاگنے والا اس سے بچ کر کہیں جا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی قوت اور غلبے کا نشان ہے کہ اس نے لوہا نازل کیا جس سے بڑے بڑے طاقتور آلات بنتے ہیں۔یہ اس کی طاقت اور غلبہ ہی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہے مگر وہ اپنے دشمنوں کے ذریعے سے اپنے اولیاء کو آزماتا ہے تا کہ وہ جان لے کہ کون بن دیکھے اس کی مدد کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2713,2712/3)

(5)اللہ تعالیٰ غلبے والا ہے اور اپنے نیک بندوں کی غیبی مدد کرتا اور وہ قوی ہے اپنے دین کو طاقت ور بناتا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اپنے قوی اور عزیز ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے لوہے کے نزول سے اپنے قوی اور عزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے کتاب کے نزول سے اپنے العزیز اور قوی ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ غالب ہے ہدایات دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتا ہے اور قوت والا ہے ہدایات پہنچا سکتا ہے۔اس سے کوئی بازی نہیں لے جا سکتا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے انصاف کا حکم دے کر اپنے عزیز اور قوی ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ کائنات میں خود انصاف قائم رکھے ہوئے ہے اور اپنی قوت اور غلبے کی بنیاد پر انسانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ بھی انصاف قائم کریں۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ

''اور بلاشبہ یقیناہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ہم نے اُن کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، چنانچہ اُن میں سے کوئی ہدایت

مُّهْتَدٍ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾

اختیار کرنے والا تھا اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں''(26)

سوال1: پچھلی بہت سی امتیں نافرمان تھیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ... فٰسِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا۔وہ انسانوں کے دوسرے باپ ہیں۔ان کے بعد ہر نبی ان کی اولاد میں سے آیا۔اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد جو کتاب نازل ہوئی اور جو رسول آیا اور جس انسان کی طرف وحی بھیجی گئی وہ ان ہی کی اولاد میں سے تھے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُسے اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور اُس کی نسل میں نبوت اور کتاب رکھ دی اور ہم نے اُسے دنیا میں بھی اُس کا اجر عطا کیا اور آخرت میں یقیناوہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔'' (العنکبوت:27)

(2) ﴿وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ﴾ ''اور ہم نے اُن کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسلوں میں پیغمبری اور کتاب رکھی۔الکتاب سے مراد تورات، زبور، انجیل اور قرآن ہے۔

(3) ﴿فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ﴾ ''چنانچہ اُن میں سے کوئی ہدایت اختیار کرنے والا تھا'' یعنی جن کی طرف ہم نے رسول بھیجے ان میں سے کچھ لوگ تو انبیاء کی دعوت کے ذریعے ہدایت پانے والے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنے والے بن گئے۔

(4) ﴿وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ''اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں'' ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے خارج ہونے والے بن گئے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔" (یوسف:103)

(6)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً بہت سے علماء اور درویش بلاشبہ لوگوں کے اموال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔" (التوبہ:34)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا اور ان کی اولاد میں بھی پیغمبری رکھ دی، اس سے کس حقیقت کا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا اور ان کی اولاد میں بھی پیغمبری رکھ دی۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسالت کی حقیقت ایک ہے۔

(2) اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ تمام رسولوں کا پیغام ایک تھا اگرچہ پیغمبر مختلف ادوار میں آتے رہے۔

﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ

"پھر اُن کے نقشِ قدم پر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے اور ان کے بعد ہم نے عیسیٰ ابنِ مریم کو بھیجا اور ہم نے اُسے انجیل عطا کی۔

وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا

اور جنہوں نے اُس کی پیروی کی اُن کے دلوں میں ہم نے نرمی اور مہربانی ڈال دی اور رہبانیت کو اُنہوں نے خود ہی ایجاد کیا ہم نے اُن

عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا

پر فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں (اُنہوں نے اسے اختیار کر لیا)۔ پھر اُنہوں نے اس کا لحاظ نہ رکھا جیسا کہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾

اس کے لحاظ رکھنے کا حق تھا تو اُن میں سے جو ایمان لائے ہم نے اُن کا اجر اُن کو عطا کیا اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں" (27)

سوال 1: ﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا ... الْاِنْجِيْلَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا﴾ "پھر اُن کے نقشِ قدم پر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی اس کے بعد ہم نے پے در پے رسول بھیجے یہاں تک کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک یہ سلسلہ جا پہنچا۔

(2)﴿وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ ''اوران کے بعد ہم نے عیسیٰ ابنِ مریم کو بھیجا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا خصوصی ذکر اس لیے کیا کہ عیسائی ان کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں اور آیات کا سیاق عیسائیوں کے بارے میں ہے۔

(3)﴿وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ﴾ ''اور ہم نے اُسے انجیل عطا کی'' یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل کی گئی۔

سوال 2: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کے دلوں میں نرمی اور رحمت ڈال دی گئی، اس کی وضاحت ﴿وَجَعَلْنَا ... رَحْمَةً﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ﴾ ''اور جنہوں نے اُس کی پیروی کی اُن کے دلوں میں ہم نے ڈال دی'' یعنی جو لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے ان کے دلوں میں ہم نے ڈال دی۔

(2)﴿رَأْفَةً وَرَحْمَةً﴾ ''نرمی اور مہربانی'' یعنی نرمی اور شفقت۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے:﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ﴾ ''آپ بلاشبہ ان لوگوں کی دشمنی میں جو ایمان لائے سب سے سخت یہود کو پاؤ گے اور ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا اور یقیناً آپ ان سب سے دوستی میں زیادہ قریب ان لوگوں سے جو ایمان لائے، ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نصاریٰ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یقیناً ان میں علماء اور راہب ہیں اور بلاشبہ وہ تکبر نہیں کرتے۔'' (المائدہ:82) (4) جب تک وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر قائم تھے باقی لوگوں کی نسبت نرم دل تھے۔

(5) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور رحم تھا۔

سوال 3: رأفت کی یہ صفت لوگوں میں کیسے پیدا ہوئی؟

جواب:(1) یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے روحانی تربیت پر زور دیا۔ اسی وجہ سے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے پیار اور محبت کے جذبات تھے۔

(2) روحانی صفائی اور تربیت کے نتیجے میں ترس اور رحم پیدا ہو جاتا ہے۔

(3) جو لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی صحیح معنوں میں اتباع کرتے تھے رحم دل ہو جاتے تھے۔ ابتدائی دور کے عیسائیوں، وفد نجران اور نجاشی وغیرہ کا رویہ اس کا گواہ ہے کہ ان کا رسول اللہ ﷺ سے معاملہ ہمدردانہ تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال4: رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی اتباع کرنے والوں کے اندر رحم دلی کیسے پیدا ہوئی؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کے سچے ساتھیوں کی جو صفات تورات میں آئیں ان میں سے ایک رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ہے یعنی آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحیم اور شفیق ہیں۔

(2) رسول اللہ ﷺ کی تربیت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی اتنی محبت پیدا ہوئی کہ وہ دوسروں کو خود پر ترجیح دینے لگے۔ رب العزت نے اس کی تعریف کی ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے ان سے پہلے دارِ ہجرت میں اور ایمان میں جگہ بنالی ہے وہ اُن سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے اُن کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی مہاجرین کو دیا جاتا ہے وہ اُس بارے میں اپنے سینوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے اور وہ اُنہیں اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اُن کو سخت ضرورت ہوتی ہے اور جسے اس کے دل کے بخل سے بچالیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔'' (الحشر:9)

سوال5: رہبانیت کی حقیقت کی وضاحت ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ... رِعَايَتِهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ﴾ ''اور رہبانیت کو'' رہبانیت سے مراد عبادت ہے۔ پس انھوں نے اپنی طرف سے ایک عبادت ایجاد کر لی اور اپنے لیے اسے وظیفہ بنالیا اور انھوں نے مختلف لوازم کا التزام کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے خود اپنی طرف سے اپنے آپ پر لازم ٹھہرایا تھا۔ اس سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا تھا۔ (تفسیر سعدی:2714/3)

(2) رہب ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں اضطراب اور احتیاط بھی شامل ہو (ضد رغب) اور یہ خوف وقتی اور عارضی قسم کا نہ ہو بلکہ طویل اور مسلسل ہو اور رہبانیت بمعنی مسلک خوف زدگی۔ یعنی کسی طویل اور مسلسل بے چینی رکھنے والے خوف کی وجہ سے لذات دنیا کو چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لینا۔

(3) ﴿اِبْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ﴾ ''انہوں نے خود ہی ایجاد کیا ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں (اُنہوں نے اسے اختیار کر لیا)'' رہبانیت ایک بدعت ہے: اس جملہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ نصاریٰ نے یہ بدعت ایجاد کر لی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا مسلک اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور دوسری یہ کہ چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی بنیادی تعلیم ایک ہی جیسی رہی ہے لہٰذا رہبانیت کی کسی دین میں بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گنجائش نہیں اور یہ بدعت ہی شمار ہوگی۔ ضمناً اس سے بدعت کی تعریف بھی معلوم ہوگئی یعنی بدعت ہر وہ کام ہے جسے دینی اور ثواب کا کام سمجھ کر دین میں شامل کرلیا جائے جب کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل موجود نہ ہو۔ (تیسیر القرآن:4/383)

(4) اگر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی انسان کا حقیقی مقصد ہو تو وہ ابتداع نہیں اتباع اختیار کرتا ہے۔

(5) ﴿فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا﴾ ''پھر انہوں نے اس کا لحاظ نہ رکھا جیسا کہ اس کے لحاظ رکھنے کا حق تھا'' یعنی وہ اس پر قائم نہیں رہ پائے۔ انہوں نے دو غلطیاں کیں ایک تو یہ کہ ایسی عبادت ایجاد کی جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اسے اپنے اوپر فرض قرار دیا تو اس کی پابندی نہیں کر پائے۔ البتہ کچھ لوگوں نے اسے استقامت کے ساتھ قائم رکھا۔

سوال 6: رہبانیت کیا ہے اور اسلام اس کے بارے میں کیا راہ نمائی کرتا ہے؟

جواب: (1) رہبانیت میں ترک دنیا پہلی چیز ہے۔

(2) دوسرے ان لوگوں کا کفر یہ تھا کہ رہبانیت کے راستے میں حائل سنگ گراں ہمارا مادی جسم ہے۔ لہٰذا اس جسم کو مضمحل اور کمزور بنانے کے لیے طرح طرح کے عذاب دیے جانے لگے۔ کم سے کم کھانا پینا جس سے صرف روح اور جسم کا تعلق باقی رہ سکے۔ دنیوی علائق میں ان کو سب سے زیادہ دشمنی عورت سے تھی۔ تاریخ میں ہمیں ایسے دلدوز واقعات بھی ملتے ہیں کہ کوئی مامتا ماری ماں اپنے ایسے ہی بیٹوں کو جنگل میں دیکھنے گئی لیکن ان راہبوں نے اپنی ماں سے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ (تیسیر القرآن:4/384)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جریج اپنے عبادت خانہ میں عبادت کر رہے تھے کہ ان کی ماں آ گئی۔ حمید نے کہا: ابو رافع نے بیان کیا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اس طرح صفت بیان کی جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صفت بیان کی تھی جس وقت ان کی ماں نے ان کو بلایا تو انہوں نے اپنی ہتھیلی اپنی پلکوں پر رکھی ہوئی تھی پھر اپنا سر ابن جریج کی طرف اٹھا کر ابن جریج کو آواز دی اور کہنے لگیں: اے جریج! میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر۔ ابن جریج اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ ابن جریج نے (اپنے دل میں) کہا: اے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک نماز ہے۔ پھر ابن جریج نے نماز کو اختیار کیا۔ دوسرے دن ان کی ماں پھر آئیں اور کہا: اے جریج میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر۔ وہ کہنے لگے: اے میرے رب میری ماں پکارتی ہے اور میں نماز میں ہوں۔ پھر ابن جریج نے نماز کو اختیار کیا پھر ان کی ماں نے کہا: اے اللہ! یہ جریج میرا بیٹا ہے، میں اس سے بات کرتی ہوں تو یہ میرے ساتھ بات کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ اے اللہ! ابن جریج کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر جریج کی ماں اس پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ دعا کرتی کہ وہ فتنہ میں پڑ جائے تو وہ فتنہ میں مبتلا ہو جاتا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''بھیڑوں کا ایک چرواہا تھا جو جریج کے عبادت خانہ میں ٹھہرتا تھا۔ (ایک دن) گاؤں سے ایک عورت نکلی تو اس چرواہے نے اس عورت کے ساتھ برا کام کیا تو وہ عورت حاملہ ہوگئی (جس کے نتیجہ میں) اس عورت کے ہاں ایک لڑکے کی ولادت ہوئی تو اس عورت سے پوچھا گیا کہ یہ لڑکا کہاں سے لائی ہے؟ اس عورت نے کہا: اس عبادت خانہ میں جو رہتا ہے یہ اس کا لڑکا ہے (یہ سنتے ہی اس گاؤں کے لوگ) پھاوڑے لے کر آئے اور انہیں آواز دی۔ وہ نماز میں تھے۔ انہوں نے کوئی بات نہ کی تو لوگوں نے ان کا عبادت خانہ گرانا شروع کر دیا۔ جب جریج نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ اترے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ اس عورت سے پوچھ یہ کیا کہتی ہے؟ جریج ہنسے اور پھر انہوں نے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس سے کہا: تیرا باپ کون ہے؟ اس بچے نے کہا: میرا باپ بھیڑوں کا چرواہا ہے۔ جب لوگوں نے اس بچے کی آواز سنی تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے آپ کا جتنا عبادت خانہ گرایا ہے ہم اس کے بدلے میں سونے اور چاندی کا عبادت خانہ بنا دیتے ہیں۔ جریج نے کہا: نہیں! بلکہ تم اسے پہلے کی طرح مٹی ہی کا بنا دو اور پھر ابن جریج اوپر چلے گئے۔'' (مسلم:6508)

(4) بیوی کا معاملہ اس سے بھی زیادہ نازک تھا کیونکہ نکاح اور اولاد سے انسان پر بہت سی معاشی اور معاشرتی ذمہ داریاں آپڑتی ہیں لہٰذا یہ لوگ متاہل زندگی سے سخت نفرت کرتے تھے۔ گو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی رہبانیت کا حکم نہیں دیا تھا، تاہم انہیں اس کے جواز کے کچھ اشارے ضرور مل گئے۔ مثلاً سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی 33 سالہ زندگی تبلیغ کے سلسلہ میں گھوم پھر کر ہی گزار دی اور نکاح نہیں کیا۔

(5) عورتوں کا کنوارہ رہنا اور بدکاری کا فروغ: پھر عیسائیوں میں نکاح ثانی کی بھی گنجائش نہ تھی۔ پھر جس طرح ان راہبوں نے یہ مسلک اختیار کیا تھا کئی عورتوں نے بھی یہ سلسلہ اختیار کر لیا تھا اور ان کی الگ خانقاہیں قائم ہوگئیں اور انہوں نے ساری عمر کنواری رہنے کا عہد کر رکھا تھا مگر چونکہ یہ سب کام شریعت الٰہی کے خلاف اور فطرت کے خلاف تھے لہٰذا جلد ہی ایسی خانقاہیں بدکاری کے اڈوں میں تبدیل ہوگئیں۔ کئی حرامی بچے پیدا ہوتے ہی مار دیے جاتے اور جو بچ جاتے انہیں کسی گرجا کی نذر کر دیا جاتا تھا۔

(6) رہبانیت کے اثرات: (i) معاشرہ میں جو خدا ترس لوگ تھے وہ اپنی اس غلط روش کی بنا پر معاشرتی ذمہ داریوں اور دوسرے انسانی تعلقات سے ایک طرف ہو گئے جس سے اخلاق و تمدن، سیاست اور اجتماعیت کی جڑیں تک ہل گئیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت عیار اور ناخدا ترس لوگوں نے سنبھال لی۔ دنیا میں ''فساد فی الارض'' کا دور دورہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغام ہدایت اور ضابطہ حیات کی انہی بزرگان دین کے ہاتھوں بیخ کنی ہوئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ii) رہبانیوں کی اس روش کا دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ عام لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ دین اور دنیا دو الگ چیزیں ہیں۔

(iii) اللہ تعالیٰ کے حضور عبادت، عاجزی، تذلل اور زہد و تقویٰ کی صفات میں اس قدر غلو کیا اور انکار ذات اور خود شکنی اتنے جوش سے کی کہ خود نگری اور خود شناسی جو قومی زندگی کے لیے روح رواں ہے ایک جرم سمجھا جانے لگا۔ انسان کو اپنی انسانیت سے شرم آنے لگی اور وہ اپنی ترقی انسانیت میں نہیں بلکہ ترک انسانیت میں سمجھنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے تو اسے اشرف المخلوقات بنا کر باقی کائنات اس کے لیے مسخر کر دی مگر وہ خود اس قدر بے اعتماد، افسردہ اور شکستہ ہو گیا کہ حیوانات بلکہ جمادات کو اپنے آپ پر ترجیح دینے لگا۔

(iv) چوتھا اثر یہ ہوا کہ معاشرہ میں باقی لوگ جن میں دینداری اور تقویٰ کے کچھ بھی اثرات پائے جاتے تھے، انہوں نے بھی ان راہبوں اور پیروں فقیروں کے آستانوں کا رخ کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص عبادت گاہیں اور مسجدیں تو آہستہ آہستہ ویران ہونے لگیں اور خانقاہوں، مزاروں اور آستانوں کی رونق بڑھنے لگی۔

(7) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(دین کے معاملے میں) اپنے آپ پر سختی مت کرو، کیونکہ تم سے پہلے والے لوگ اپنے نفسوں پر سختیاں کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ اب بھی تم ایسے لوگوں کے باقی ماندہ کو گرجا گھروں اور راہبوں کی خانقاہوں میں دیکھ سکتے ہو۔'' (صحیح: 3124)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ دین آسان ہے کوئی شخص دین میں (اپنے آپ پر) سختی نہ کرے کہ وہ عمل اسے عاجز کر دے۔ اس پر عمل ٹھیک طرح بجالاؤ اور میانہ روی اختیار کرو اور خوش ہو جاؤ اور صبح و شام اور آخری رات کے کچھ حصہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہو۔'' (مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ)

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین حضرات نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے گھروں کی طرف آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا: ''کیا تم نے ہی یہی باتیں کہی ہیں؟ سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔" (صحیح بخاری:5063)

(10) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور ساری رات عبادت کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا، جب میں آپ ﷺ سے ملا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا یہ خبر صحیح ہے جو مجھے پہنچی ہے کہ تو روزے رکھے جاتا ہے، افطار نہیں کرتا اور رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے؟ ایسا کر روزہ بھی رکھ اور افطار بھی کر، قیام بھی کر اور سو بھی، کیونکہ تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے، تیری جان کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی اور بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔" میں نے عرض کی، مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا: "اچھا پھر داؤد علیہ السلام جیسا روزہ رکھ۔" میں نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ فرمایا: "وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے تھے اور دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہیں تھے۔" پھر آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: "جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس کا روزہ ہی نہیں۔" (بخاری:1977)

سوال 7: ﴿فَاٰتَيْنَا ... فٰسِقُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ﴾ "تو اُن میں سے جو ایمان لائے ہم نے اُن کا اجر اُن کو عطا کیا" یعنی جو عیسائی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے ساتھ محمد ﷺ پر ایمان لائے انہیں ایمان لانے کا دوہرا اجر ملے گا۔

(2) سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام تک پہنچا دیا تھا اور ایک روح ہیں اس کی طرف سے اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اس نے جو بھی عمل کیا ہوگا (آخر) اسے جنت میں داخل کرے گا۔" (بخاری:3435)

(3) ﴿وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ "اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں" یعنی ان میں سے اکثر اطاعت سے نکلنے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے نہ کوئی اجر ہے نہ ثواب ہے البتہ عذاب ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

تمہیں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کو لے کر تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (28)

سوال: اہل کتاب مومن کے لیے دگنا اجر ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ "اے ایمان والو!" یعنی جو اس سے پہلے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔

(2) ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ "اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو" یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جائیں یعنی اس کی نافرمانی چھوڑ دیں محمد ﷺ پر ایمان لائیں۔ اگر وہ یہ کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا کرے گا۔

(3) ﴿وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ﴾ "اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ" یعنی نبی ﷺ پر ایمان لا کر ان کی اتباع کریں۔

(4) ﴿يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ﴾ "وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا" یعنی ان کے اجر کے دو حصے ہیں ایک حصہ پچھلے رسولوں پر ایمان لانے کے بدلے اور دوسرا محمد ﷺ پر ایمان لانے کے بدلے میں۔

(5) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین آدمی ایسے ہیں کہ جن کو دوہرا ثواب دیا جائے گا: ایک تو وہ آدمی جو اہل کتاب میں سے ہو اور اپنے نبی پر اور محمد ﷺ پر ایمان لائے، (دوسرے) وہ غلام جو اللہ تعالیٰ اور اپنے آقا (دونوں) کا حق ادا کرے اور (تیسرے) وہ آدمی جس کے پاس کوئی لونڈی ہو جس سے شب باشی کرتا ہے اور اسے اچھی تربیت دے، تعلیم دے تو عمدہ تعلیم دے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔" پھر عامر نے (صالح بن حیان) سے کہا کہ ہم نے یہ حدیث تمہیں بغیر اجرت کے سنا دی ہے (ورنہ) اس سے کم حدیث کے لیے مدینہ تک کا سفر کیا جاتا تھا۔ (بخاری: 97)

(6) ﴿يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ﴾ "وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا" یعنی اس کی مقدار کو تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہاں یہ جانتے ہیں کہ وہ اپنی رحمت سے انہیں دوگنا اجر عطا فرمائے گا۔

(7) ﴿وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ﴾ "اور تمہیں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کو لے کر تم چلو گے" یعنی وہ تمہیں علم، ہدایت اور روشنی عطا کرے گا جس کے ساتھ آپ جہالت کی تاریکیوں میں چل پھر سکو گے۔ (تفسیر سعدی: 2715/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8)﴿وَيَغْفِرْ لَكُمْ﴾ ''اور وہ تمہیں بخش دے گا'' یعنی ہدایت پانے کے بعد تمہارے پچھلے گناہوں کو وہ معاف کر دے گا۔

(9)﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہارے ہدایت پانے سے پہلے کے گناہ اپنی رحمت سے بخش دے گا۔

﴿لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ

''تا کہ اہلِ کتاب یہ جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتے اور فضل یقیناً

ع 4 29

بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' (29)

سوال 1: ﴿لِّئَلَّا ... الْعَظِيْمِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ ''تا کہ اہلِ کتاب جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتے'' یعنی ہم نے تمہیں بتا دیا کہ ہم کسی پر اپنا فضل اور احسان کب کرتے ہیں یعنی جو ایمان لا کر تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اس وضاحت کا سبب اہل کتاب کو آگاہ کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر اختیار نہیں رکھتے۔

(2) رب العزت نے ان کے فاسد عقائد کی نفی کی ہے: ﴿وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو، یہ اُن کی تمنائیں ہیں، آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (البقرہ:111)

(3)﴿وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور فضل یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جس کو چاہے گا اپنا فضل عطا فرمائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر وہ آپ سے کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو ہٹانے والا کوئی نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

چاہتا ہے فضل پہنچا دیتا ہے اور وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" (یونس:107)

(4) ﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ "اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے" یعنی وہ اپنے بڑے فضل کا مالک ہے جس کی مقدار کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

(5) اللہ تعالیٰ کے فضل سے مراد ہے دوہرا اجر اور گناہوں کی معافی۔ (اشرف الحواشی:646/1)

(6) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے کئی مزدور کام پر لگائے اور کہا کہ میرا کام ایک قیراط پر صبح سے دوپہر تک کون کرے گا؟ اس پر یہودیوں نے (صبح سے دوپہر تک) اس کا کام کیا۔ پھر اس نے کہا کہ آدھے دن سے عصر تک ایک قیراط پر میرا کام کون کرے گا؟ چنانچہ یہ کام پھر نصاریٰ نے کیا، پھر اس شخص نے کہا کہ عصر کے وقت سے سورج ڈوبنے تک میرا کام دو قیراط پر کون کرے گا؟ اور تم (امت محمدیہ) ہی وہ لوگ ہو (جن کو یہ درجہ حاصل ہوا) اس پر یہود و نصاریٰ نے برا مانا، وہ کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کم ملے، پھر اس شخص نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کیا تمہارا حق تمہیں پورا نہیں ملا؟ سب نے کہا کہ ہمیں تو ہمارا پورا حق مل گیا۔ اس شخص نے کہا کہ پھر یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔" (بخاری:2268)

(7) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مسلمانوں کی اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند آدمیوں کو مزدور کیا کہ یہ سب اس کا ایک کام صبح سے رات تک مقررہ اجرت پر کریں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے یہ کام دوپہر تک کیا۔ پھر کہنے لگے کہ ہمیں تمہاری اس مزدوری کی ضرورت نہیں ہے جو تم نے ہم سے طے کی ہے بلکہ جو کام ہم نے کر دیا وہ بھی غلط رہا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ اپنا کام پورا کر لو اور اپنی پوری مزدوری لے جاؤ، لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کام چھوڑ کر چلے گئے۔ آخر اس نے دوسرے مزدور لگائے اور ان سے کہا کہ باقی دن پورا کر لو تو میں تمہیں وہی مزدوری دوں گا جو پہلے مزدوروں سے طے کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کام شروع کیا، لیکن عصر کی نماز کا وقت آیا تو انہوں نے بھی یہی کیا کہ ہم نے جو تمہارا کام کر دیا ہے وہ بالکل بیکار رہا۔ وہ مزدوری بھی تم اپنے ہی پاس رکھو جو تم نے ہم سے طے کی تھی۔ اس شخص نے ان کو سمجھایا کہ اپنا باقی کام پورا کر لو، دن بھی اب تھوڑا ہی باقی رہ گیا ہے، لیکن وہ نہ مانے، آخر اس شخص نے دوسرے مزدور لگائے کہ یہ دن کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے اس میں یہ کام کر دیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے سورج غروب ہونے تک دن کے بقیہ حصہ میں کام پورا کیا اور پہلے اور دوسرے مزدوروں کی مزدوری بھی سب ان ہی کو ملی۔ تو مسلمانوں کی اور اس نور کی جس کو انہوں نے قبول کیا، یہی مثال ہے۔ (بخاری:2271)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور پبلیکیشنز